الاستمداد والتوسل

عالمِ ربانی عارفِ حقانی حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

المولود
۱۸۶۹ء اندازاً

المتوفیٰ
اگست ۱۹۵۹ء

المدفون
میتراں والی (سیالکوٹ)

حنفی مذہب وصوفی مشرب کے صحیح عقائد کی کتابوں کا سلسلہ نمبر ۴

نداءِ یارسول اللہ حصہ چہارم

یعنی

الاستمداد والتوسل

اس میں امداد و توسل کے معرکۃ الآرا مسئلہ پر چار اصولوں سے شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے (۱) قرآن مجید (۲) احادیث صحیحہ (۳) قیاس (۴) اجماع اُمّت۔ علاوہ اس کے منکرین کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی عقلی و نقلی دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر منکر عقلِ سلیم سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تمام شکوک شبہات جاتے رہیں گے

ارمغانِ تہنیتِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ ۱۴۲۷ ھجری

....

عبید المصطفیٰ ....

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط
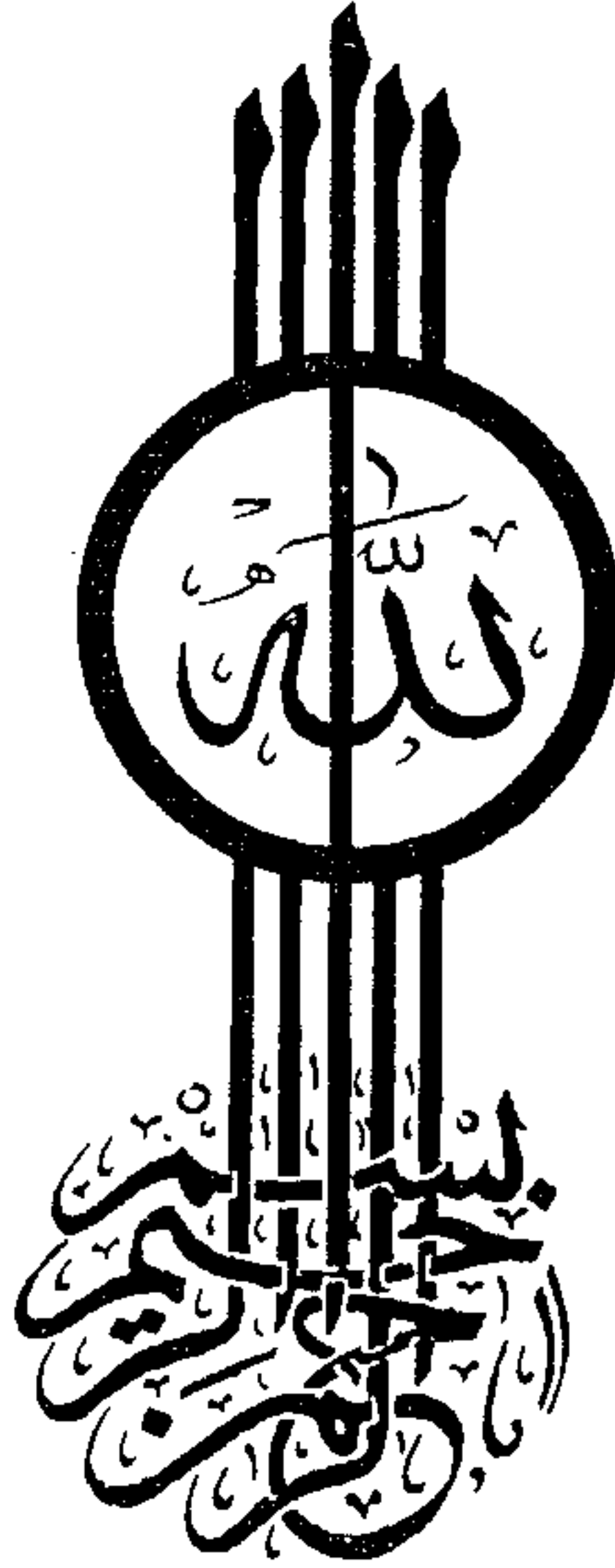
کتاب اور اُس کے مصنف کا تعارف

اپنی بڑائی اور اقتدار کی خواہش نفسِ انسانی کی فطرت میں داخل ہے۔ حالات اگر ساز گار ہوں تو یہ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی کا اعلان بھی کر دیتا ہے۔ اقتدار کی اس حرص سے کوئی بچا نہیں عالم ہو یا حاکم، کاریگر ہو یا تاجر، محدث ہو یا مُفسّر، فقیہ ہو یا مُتکلّم سب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ نفس کے اس اور اس قبیل کے دیگر امراض کا علاج اس کا تزکیہ وتصفیہ ہے۔ نفسِ انسانی کی ان خرابیوں کی اصلاح وتزکیہ کے عرفی نام فقر، درویشی، تصوُّف اور احسان ہیں۔ تزکیہ وا[illegible] نفس ہی دین کی حقیقی روح ہے۔ شریعتِ مطہرّہ کی تکمیل میں طریقت اور اِس کے تمام لوازمات خادمانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اِس کے بغیر دین بے جان یا نیم جان جسم کی مانند ہے۔ دین کی یہ روح اہلِ کمال اولیائے کرام کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ سے بے نیازی اور بے پروائی سے انسان [illegible] وشیطان کا آلہ کار بن کر خود بھی تباہ ہوتا ہے اور اوروں کی بربادی کا باعث بھی بنتا ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے تو آپ پر یہ حقیقت آشکار ہو گی کہ جن مصلحین نے اُمّت کی رہنمائی کا مقدس فریضہ سرانجام دیا وہ سب ایسے افراد تھے جنہوں نے شیخِ کامل کا دامن مضبوطی سے تھاما۔ اپنے آپ کو کامل طور پر ان کے حوالے کیا۔ رشد وہدایت کا زرّیں سلسلہ ایسے ہی افراد کے دم قدم سے باقی ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ ان کے برخلاف جن حضرات نے باطن کے تزکیہ وتصفیہ کو نظر انداز کیا تصوُّف واحسان کے ذریعے اپنے باغی وسرکش نفوس کی اصلاح کا سامان پیدا نہ کیا وہ اگرچہ علم وفضل کے چاند وسورج بنے۔ نادرِ روزگار، ذہن رسا، اخّاذ طبیعت اور بے مثل قوتِ حافظہ کے حامل ٹھہرے لیکن وہ لغزشوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔ اُن کی زبان وقلم کی گستاخیوں اور بے باکیوں سے اولیاء وانبیاء تو کجا خود ذاتِ باری تعالیٰ بھی نہ بچ پائی۔ وہ خود تو گمراہ تھے ہی اسلامی معاشرہ میں گمراہی کے ایسے جراثیم چھوڑ مرے جن کی زہرناکیوں کے اثرات سے اسلامی معاشرہ کے سادہ لوح افراد آسانی سے متاثر ہو کر اپنی دنیا وعاقبت کی بربادی کا سامان پیدا کرتے رہے۔ اُمّتِ مرحومہ کے ایسے نامبارک افراد میں ایک نام علامہ ابنِ تیمیہ کا ہے۔ علم کی وسعت، ذہن کی رسائی، حفظ، اِستدلال، زہد وورع، ذکاوت، بے باکی اور بے خوفی وغیرہ اوصاف میں اس کے ہم عصروں میں اُن کا ثانی نہ تھا۔ لیکن اُنہوں نے کسی شیخِ طریقت کی صحبت اختیار نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راہِ راست سے ہٹ گئے۔ خود حنبلی مذہب کے پیروکار تھے۔ علم کے پندار نے خودسری پیدا کی اپنے امام سے اختلاف کیا پھر دیگر ائمۂ کرام کا تخطیہ کیا۔ اور بہت سے مسائل ایسے بیان کئے جن میں اُنہوں نے جمہورِ اُمّت کا مسلک چھوڑا اور اجماعِ اُمّت کا لحاظ نہ کیا۔ شیخِ طریقت علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شخصیت پر جامع تبصرہ یوں فرمایا ہے:

تاتاریوں نے خلافتِ اسلامیہ کو برباد کیا اور علامہ ابنِ تیمیہ نے سوادِ اعظم اور اجماعِ اُمّت کی قدر و منزلت کی دھجیاں اُڑا دیں۔

(علامہ ابنِ تیمیہ اور اُن کے ہم عصر علماء، صفحہ/۱۰۲)

ان کی یہی خرابی ان کی تمام تر خوبیوں کو لے ڈوبی۔ اُمّت کے سوادِ اعظم سے کٹ کر نئی ڈفلی بجانے لگے، خود گمراہ ہوئے اوروں کے دین کو برباد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلافِ کرام ان سے بے زار بلکہ متنفر تھے۔ جمہور اُمّت سے ان کے اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ اِستمداد و توسّل کا بھی ہے، جو اُنہوں نے اپنی کتاب ''زیارتِ قبور'' میں بیان کیا ہے۔ اس مسئلہ میں ان کی تردید میں لکھی گئی کئی ایک کتابوں سے ایک زیرِ نظر کتاب بھی ہے۔ اس کا انداز علمی ثقاہت کا حامل ہے۔ سب وشتم جو اس قبیل کی کتابوں کا ایک خاصہ ہے الحمد للہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں اپنے دامن کو اس سے پاک رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب ہٰذا کے مصنف حضرت مولانا ابوالبشیر محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اپنے دور کے جلیل القدر عالمِ دین اور عظیم المرتبت شیخِ طریقت تھے۔ ابوالبشیر کنیت اپنے اکلوتے بیٹے محمد بشیر کی وجہ سے تھی۔ آپ شعر بھی کہتے تھے، تخلّص صوفی تھا ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ میتراں والی میں پیدا ہوئے۔ حتمی سنِ پیدائش معلوم نہیں ہو سکا اندازہ ہے کہ انیسویں صدی کے ربعِ ثالث میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اپنے نام کے ساتھ علوی بھی لکھتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی غیر فاطمی اولاد سے تھے۔

****

اُن کے والد کا نام مولانا مست علی تھا جو عظیم عالم و عارف تھے۔ اور دادا کا نام مولانا شیخ احمد نادر قادری تھا۔ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد سے بڑی عقیدت تھی وہ اُن کا نام بڑی عقیدت سے درج ذیل القاب کے ساتھ کرتے ہیں:۔

مظہرِ الطافِ حقانی، مصدرِ معارفِ صمدانی، زُبدۂ واصلین، عمدۂ کاملین، ماہرِ علومِ شرعیہ، واقفِ فنونِ اصلیہ وفرعیہ، عالمِ عامل، واعظ خوش تقریر، ناصحِ سراپا تاثیر حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی مرحوم ومغفور سَقَی اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ[1]۔

(تحفۂ حنفیہ، صفحہ/۵، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ)

حضرت مولانا مست علی رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد تیراہی ثُم چوراہی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ سلوکِ طریقت کے بعد ان سے اور اُن کے جانشین حضرت خواجہء خواجگان شیخ فقیر محمد چوراہی سے خرقہءِ خلافت سے نوازے گئے۔

****

---

[1] حضرت مصنف نے لکھا ہے کہ راقم الحروف کے والدِ ماجد کی کرامات اور دیگر حالات علیحدہ اولیاء اللہ کے زمرہ میں شائع کیے جائیں گے۔ راقم الحروف کی نظر سے ان کے حالات و کرامات نہیں گزرے معلوم نہیں چھپ سکے یا نہ۔

مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ابھی ساڑھے تین برس تھی [1] کہ والدِ ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

جب یہ فقیر پر تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت ساڑھے تین برس کا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سر سے والدِ ماجد کا سایہ جو ایک بڑی رحمت اور نعمتِ عظمٰی ہوتا ہے اُٹھا لیا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ/۵)

آپ اور آپ کے بڑے بھائی جن کا نام مولانا محمد صادق تھا یتیم رہ گئے۔ تربیت کا بوجھ آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے کندھوں پر آن پڑا جنہوں نے پوری تندہی سے اپنے بچوں کی پرورش کی۔ ان کی کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ کا یہ فرزند علم و عرفان کے مقامِ ارفع پر فائز ہوا۔ مخلوقِ خدا اس سے فیض یاب ہوئی۔ آپ کے برادرِ بزرگ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ جوانی ہی میں راہی ملکِ عدم ہو گئے۔

****

جب آپ کی عمر پانچ برس ہوئی تو آپ قرآنِ مجید پڑھنے لگے۔ قرآنِ مجید اپنے والدِ ماجد کے بڑے بھائی مولانا مولوی امیر علی صاحب سے پڑھا۔ اس کے بعد آپ دیہاتی سکول کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ آپ پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ کے تایا جان مولانا امیر علی مرحوم آپ کو اور آپ کے برادرِ بزرگ مولانا محمد صادق کو لے کر آپ کے والدِ ماجد کے شیخ طریقت کے پاس سلسلہ شریفہ میں داخل کرانے کے لئے جوڑہ ضلع گوجرانوالہ لے گئے۔ جہاں خواجۂ خواجگان حضرت شیخ فقیر محمد چوراہی قدس سرہ تشریف فرما تھے۔ آپ سے بیعت کی اِستِدعا کی گئی آپ نے درخواست منظور فرمائی اور تخلیہ میں بٹھا کر بیعتِ مسنونہ سے بہرہ مند کیا۔ اور روحانی تربیت کے لئے عارفِ کامل حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا جو شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد خانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ باولی شریف کے فرزندِ اصغر چڑھدے والے پیر صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ کی بیعتِ ثانی آپ سے تھی اور ان ہی سے آپ نے خرقۂ خلافت پایا تھا۔

****

آپ نے انگریزی تعلیم سکول و کالج میں حاصل کی۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

گو ان دنوں میں انگریزی تعلیم کے درپے تھا لیکن انگریزی تعلیم سے میرے خیالات میں کسی طرح کا تغیّر و تبدّل نہ ہوا اور نہ میرے پاؤں صراطِ مستقیم سے ڈگمگائے۔ جیسا کہ آج کل انگریزی خوانوں کا حال تجربۃً دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ میں تو سیدھا سادہ پرانی وضع قطع کا مسلمان ہوں اور ان شاء اللہ تادمِ واپسیں اسی سیدھے راستے پر رہوں گا۔ (تحفہ حنفیہ۔ صفحہ/۸)

---

[1] راقم الحروف نے منہاج القبول، تحفۃ الاحباب، اور ندائے یا رسول اللہ کے دیباچوں میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے والدِ ماجد کی وفات کے وقت آپ کی عمر تین برس تحریر کی جو اسی مصنف کی کتاب پردہ پر پروفیسر آفتاب احمد نقوی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائیہ سے منقول تھی درست نہیں، درست یہ ہے کہ آپ کی عمر اُس وقت ساڑھے تین برس تھی کیوں کہ خود حضرت مصنف قدس سرہ نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔

سکول وکالج میں آپ نے فلسفہ اور سائنس کے مضامین پڑھے لیکن اپنے پاکیزہ خاندانی ماحول اور اپنے مُرشدِ کریم کی تعلیم و تربیت کے باعث ان کے بُرے اثرات سے محروم رہے، چناں چہ خود کہتے ہیں:

﴿الغرض میرے خیالات میں فلسفہ اور سائنس سے تغیُّر نہ ہونے کا اصلی سبب محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور والدِ ماجد صاحب مرحوم اور برادرم مولوی محمد صادق مرحوم کی باطنی توجہ اور سلسلہء پاک کی برکت اور جناب زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین کی روحانی امداد سے ہوا﴾ (تحفہ حنفیہ، صفحہ/۸، ۹)

انگریزی تعلیم آپ نے اپنے چچا ڈاکٹر صوبیدار فیض احمد خان آنریری مجسٹریٹ کی امداد و اعانت سے حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے لاہور آکر ۱۸۹۶ء میں ملازمت اختیار کی۔ مختلف دفتروں میں آپ نے ملازمت کے فرائض انجام دیئے۔

****

آپ کو اپنے شیخِ طریقت حضرت خواجہء خواجگان شیخ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ ملاحظہ ہو کس عقیدت سے آپ ان کا ذکرِ خیر فرماتے:

حضرت مخدومِ عالم و عالمیان، مجمع بحرین علم و عرفان، محرمِ اسرارِ ایزد منّان، صاحبِ سجادۂ حضرت غوث العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، جنیدِ زمان، شبلیء دوران، مجددالعصر سیدنا و مولانا و مرشدنا فقیر محمد المعروف باباجی صاحب لحاظوی **مدظلهم العالی ودامت بركاتهم العاليه الى يوم النشور** (تحفہ حنفیہ، صفحہ/۸)

اپنے شیخ کے وصال کے بعد ان کی شانِ ارفع میں ایک قصیدہ بھی نظم فرمایا جو چھتیس اشعار پر مشتمل ہے۔

****

سکول کالج کی مروجہ تعلیم سے فراغت اور ملازمت کے حصول کے بعد آپ دینی علوم کے حصول کی جانب متوجہ ہوئے، دفتری اوقات سے فراغت کے بعد آپ نے مختلف علمائے کرام سے دینی علوم بڑی توجہ اور محنت سے حاصل کئے، اپنی دینی تعلیم کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں:

دورانِ ملازمت میں لاہور کے چیدہ چیدہ علماء و فضلاء سے عربی فارسی کی کُتُب متداولہ پڑھتا رہا۔ گو میں نے کئی دفتروں میں ملازمت کی لیکن اس شغل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ الحمدللہ تھوڑے عرصے میں تمام فقہ و احادیث اور تفسیر کی کتابوں کو عبور کر لیا۔ پھر پنجاب و ہندوستان کے نامی گرامی علماء و فضلاء کی خدمت میں وقتاً فوقتاً جاجا کر علمی دقیق اور بعید از فہم مسائل کی تحقیق و تدقیق کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرے تمام شبہات اور اعتراضات و اشکال رفع ہو گئے (تحفہ حنفیہ، صفحہ/۱۰، ۱۱)

اس دوران آپ نے کن کن علماء کے سامنے زانوئے تلمُّذ تہہ کیا، کہاں کہاں اور کن کن سے علمی اِستفادہ فرمایا ان کے نام تاحال معلوم نہیں ہو سکے۔ لاہور جہاں آپ کی ملازمت تھی ہر زمانہ میں علماء و فضلاء کا مرکز رہا ہے۔

*** **************************

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ تبلیغِ دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ وعظ وتقریر کے شعبہ کی بجائے آپ نے تالیف وتصنیف کی جانب توجہ فرمائی۔اس میدان میں آنے کی وجہ آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

بسا اوقات میرے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کرتا تھا کہ تبلیغِ احکام کرنا بھی ضرور چاہئے۔ چوں کہ ملازمت کی پابندی سے زبانی وعظ وغیرہ تو ہو نہیں سکتا تھا اس لئے کئی رات دن اس سوچ بچار میں گزر گئے آخر القائے غیبی سے تصنیف وتالیف کی طرف میلانِ طبع ہوا۔اور یہ کام نہایت مُستحسن تھا۔ (تحفہ حنفیہ، صفحہ/۱۱)

آپ نے کثیر تعداد میں تصانیف یادگار چھوڑیں۔فقیر راقم الحروف نے ﴿منہاج القبول فی آداب الرسول﴾ اور ﴿تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصالِ الثواب﴾ کے تعارف میں/۳۲ ﴿نداءِ یارسول اللہ مع زیارتِ قبور﴾ کی تقدیم میں/۳۴ تصانیف کے نام درج کئے ہیں۔کتاب ہٰذا کے آخر میں حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چند مزید تصانیف کے نام درج کئے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱...... نورِ مجسم۔ ۲......بشریتِ رسول ﷺ۔ ۳......اختیارات وتصرُّفاتِ رسول ﷺ۔

۴......معراجِ رسول ﷺ۔ ۵......شفاعتِ رسول ﷺ۔ ۶......فضائلِ درود۔

۷......عیدِ میلاد۔ ۸......حبِّ رسول ﷺ۔ ۹......حبِّ خدا عزوجل۔

۱۰......مواعظ الصالحین۔ ۱۱......فضائلِ علم۔ ۱۲......حقوقِ والدین۔

۱۳......حقوقِ میاں بیوی۔ ۱۴......حقوقِ اولاد۔ ۱۵......احکامِ شادی وغمی۔

۱۶......احکامِ حلال وحرام۔ ۱۷......تذکرۃ الموتیٰ والقبور۔ ۱۸......اِعجازِ قرآن۔

۱۹......فضائلِ حفظِ قرآن۔ ۲۰......نزولِ قرآن۔ ۲۱...... ہمدردی۔

۲۲......تاثیرِ صحبت۔ ۲۳......حالاتِ قیامت۔ ۲۴......فضائلِ صحابہ۔یعنی حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر خطاب، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

۲۵......فضائلِ اُمہات المؤمنین۔

اس طرح آپ کی/۵۹ تصانیف کے نام معلوم ہو سکے جن میں چند ایک جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں طبع ہوئیں خال خال قدیم کُتب خانوں میں ملتی ہیں، اندازہ ہے کہ باقی جو طبع نہ ہو سکیں زمانہ کی دستبرد کا شکار ہو گئیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔

ان کتابوں کی افادیت کے پیشِ نظر ادارہ مظہرِ علم لاہور، جہلم، میرپور کے روحِ رواں دامت برکاتہم القدسیہ کے زیرِ اہتمام اب تک یہ کتابیں چھپ چکی ہیں:

۱......منہاج القبول فی آداب الرسول ﷺ۔

۲......تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال الثواب۔

۳......ندائے یارسول اللہ ﷺ مع زیارتِ قبور۔

اسی مصنف کی چوتھی کتاب ﴿الاستمداد والتوسُّل﴾ اب چھپ رہی ہے۔ یہ کتاب درحقیقت علامہ ابنِ تیمیہ کے باطل نظریات کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ جب سے حجازِ مقدس میں نجدیوں نے اپنا تسلُّط جمایا ہے، علامہ ابنِ تیمیہ اور ابنِ عبدالوہاب کے زہریلے نظریات کو سرکاری سرپرستی میں بھرپور انداز سے پورے عالمِ اسلام میں پھیلایا جارہا ہے جو کتاب ان نظریات کے مطابق نہ ہو اس ملک کی حدود میں اس کی خرید وفروخت، طباعت واشاعت اور داخلے پر پابندی ہے۔ متحدہ ہندوستان میں مولانا اسماعیل دہلوی بھی انہی نظریات کے اوّلین داعی تھے جن کی معنوی اولاد موسمِ برسات کے حشرات الارض کی طرح مملکتِ خداداد پاکستان میں روز بروز رُو بترقی ہے۔ اس طرح کی سنجیدہ علمی کتاب کی طباعت واشاعت وقت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے سرپرست اور روحِ رواں دامت برکاتہم العالیہ کو اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب وکامران فرمائے۔ انہیں اور دیگر خدام کو دنیا وآخرت میں اپنی رحمتوں کے سایہ میں رکھے۔

کتاب کے دستیاب مطبوعہ ایڈیشن میں کتابت اور طباعت کی اغلاط کثرت سے ہیں بعض مقامات پر عربی فارسی عبارات کے تراجم وغیرہ کی غلطیاں بھی ہیں جن کو حتی الامکان درست کر دیا گیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ.

محمد علیم الدین نقشبندی عفی عنہ

۲/ مارچ ۲۰۰۶ء

پیشکش

اس دربارِ رسالت میں جہاں صدیقین و مقربین اپنے صدق وتقرّب کی بضاعتِ ثمینہ بطورِ پیشکش لئے کھڑے ہیں، جہاں اقطاب وابدال اپنے عرفان ویقین کا متاعِ گراں مایہ بطریقِ نذرانہ لائے ہیں، جہاں شہداء وصالحین اپنی صلاح وسعادت کا سرمایہءفراواں نثار کر رہے ہیں اور زہاد وعُبّاد اپنے تقوے وطاعت کی دولتِ بے پایاں لُٹا رہے ہیں، اور وہ سرکارِ نبوت جہاں روئے زمین کے ائمہءعلوم کا علم وفضل خاکِ ضراعت پر جھک رہا ہے، جہاں ربعِ مسکوں کے شعراء واُدَبا کی بلاغت وزباں آوری آستانہءادب کو چوم رہی ہے، جہاں ہفت اقلیم کے سلاطین کی سطوت وجبروت صفِ فعال میں یونہی ہے، ایک فقیر بے مایہ اور گدائے تہی دست کونسا ہدیہ درخورِ حضرت پیش کر سکتا ہے، سوائے اس کے کہ چند اوراق کو عجز ونیاز کے رشتے میں منسلک کر کے اور خجلت وندامت کے غلاف میں رکھ کر نذر گزارنے کی جرأت کرے اور یوں عرض پیرا ہو:۔

زمہجوری برآمد جانِ عالم — ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

﴿ترجمہ﴾ ہجر اور دوری کے باعث دنیا کی جان نکلی جارہی ہے یارسول اللہ رحم کی درخواست ہے، رحم کی درخواست ہے۔

نہ آخر رحمۃ للعالمینی! — زمحروماں چرا فارغ نشینی

﴿ترجمہ﴾ کیا آپ آخر رحمۃ اللعالمین نہیں ہیں، اپنے محرومِ دیدار جانثاروں سے کیوں آپ فارغ بیٹھے ہوئے ہیں۔

تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاھے — کنی برحالِ لب خُشکاں نگاھے

﴿ترجمہ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کا بادل ہیں بہتر یہ ہے کہ خشک لب مسکینوں کے حال پر نگاہِ کرم فرمائیں۔

چوں ھولِ روزِ رستا خیر خیزد — بآتش آبروئے ما نہ ریزد

﴿ترجمہ﴾ جب قیامت کے دن کا خوف بپا ہو تو دوزخ سے ہماری بے عزتی نہ ہو۔

کند باایں ھمہ گمراھئی ما — ترا اذنِ شفاعت خواھئ ما

﴿ترجمہ﴾ کاش ہماری ان تمام گمراہیوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت چاہنے کی اجازت ہو جائے

بحسنِ اھتمامت کارِ جامی — طفیلِ دیگراں یابد تمامی

﴿ترجمہ﴾ جامی کے معاملات آپ کے دوسروں کے طفیل آپ کے حُسنِ انتظام سے پورے ہوں۔

ابوالبشیر محمد صالح علوی مجددی

بن حضرت مولانا مست علی مجددی بن مولانا شیخ احمد نادر قادری

میترانوالی، براستہ گکھڑ۔ (مغربی پاکستان)

اَلِاستمداد والتوسّل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِی اخۡتَصَّ اَخَصَّ عِبَادِهٖ بِاِغَاثَةِ الۡمُسۡتَغِیۡثِیۡنَ. وَاخۡتَارَ خَیۡرَ خَلَائِقِهٖ لِاِعَانَةِ الۡمُسۡتَعِیۡنِیۡنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡمُصۡطَفَی الَّذِیۡ جَاءَ مُعِیۡنًا لِّلۡمَلۡهُوۡفِیۡنَ. وَمُجِیۡبًا لِّلدَّاعِیۡنَ. وَهَادِیًا لِّلۡحَائِرِیۡنَ. وَنَاصِرًا لِّلۡمَظۡلُوۡمِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ.

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل وجاں باوفدائت چه عجب خوش لقبی

﴿ترجمہ﴾ اے مکی مدنی آقا! آپ پر آفرین ہو، جان ودل آپ پر قربان ہوں آپ کتنے اچھے لقب والے ہیں۔

ذاتِ پاکِ تو که در ملکِ عرب کرد ظهور — زاں سبب آمده قرآن بزبانِ عربی

﴿ترجمہ﴾ آپ کی ذات پاک نے عرب کے ملک میں ظہور فرمایا اس لیے تو قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم — زانکه نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

﴿ترجمہ﴾ میں نے اپنی نسبت آپ کے سگ کی طرف کی اس وجہ سے میں بہت شرمندہ ہوں اس لیے کے آپ کے کوچہ مبارک کے کتے سے نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔

شبِ معراج عروج تو گذشت ازافلاک — بمقامے که رسیدی نرسد هیچ نبی

﴿ترجمہ﴾ معراج کی رات آپ کا عروج آسمانوں سے برتر تھا، آپ اس مقام تک جا پہنچے جہاں کوئی نبی نہ پہنچا۔

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را — برتر از عالم و آدم توچه عالی نسبی

﴿ترجمہ﴾ بنی آدم کو آپ سے کوئی نسبت نہیں ہے آپ اس عالم اور تمام انسانوں سے برتر ہیں آپ کا نسب مبارک کتنا عالی ہے۔

بر درِ فیضِ تو استاده بصد عجز و نیاز — زنگی و رومی و الوسی یمنی و حلبی

﴿ترجمہ﴾ آپ کے دربارِ فیض بار پر ہر رنگ، ہر نسل کے انسان خواہ زنگی ہوں، رومی ہوں، الوسی ہوں، یمنی ہوں، حلبی ہوں، نہایت عجز و نیاز سے کھڑے ہیں۔

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی بقی هاشمی و مطلبی

﴿ترجمہ﴾ آپ رحمت کی آنکھ وا فرمائیں میری طرف نظرِ رحمت فرمائیں، اے قریشی، مکی، اور مطلبی آقا!

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مُدام　　　زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

﴿ترجمہ﴾ آپ کے طفیل مدینہ طیبہ کے باغ کی کھجوریں ہمیشہ سرسبز رہتی ہیں، اسی لئے تو وہ میٹھی اور تازہ کھجوروں کی بدولت دنیا بھر میں مشہور ہے۔

عاصیانیم زما نیکئ اعمال مخوا　　　سوئے ماروئے شفاعت کن از بے سببی

﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں ہم سے نیک اعمال طلب نہ فرمائیں، بغیر کسی سبب کے ہماری طرف شفاعت کا چہرہ فرمادیں۔

من بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم　　　اَللّٰہ اَللّٰہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

﴿ترجمہ﴾ میں بے اختیار آپ کے جمال کو دیکھ رہا ہوں اور میں عجیب حیران ہوں سبحان اللہ ان عجائب کے ساتھ آپ کا حسن کس جوبن پر ہے۔

ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات　　　لطف فرما کہ زحد مے گزرد تشنہ لبی

﴿ترجمہ﴾ ہم سب پیاسے ہیں آبِ حیات آپ کی ذات پاک ہے، مہربانی فرمایئے کے ہماری پیاس حد سے گزر رہی ہے۔

سیدی انت حبیبی وطبیب قلبی　　　آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

اے میرے آقا! آپ میرے محبوب اور میرے دل کے طبیب ہیں، یہ قدسی آپ کی جانب علاج کی طلب میں آیا ہے۔

کچھ عرصہ گزرتا ہے کہ ''راقم الحروف نے ''نداءِ یا رسول اللہ ﷺ'' کا مضمون شائع کیا تھا، جس میں حیات الانبیاء اور الاستمداد والتَّوسُّل کا مضمون بھی نہایت مختصر تھا، لیکن بعد میں حیات الانبیاء کا مضمون بڑھا کر علیحدہ شائع کر دیا، اتفاق سے یہ دونوں کتابیں نایاب ہوگئیں، اس لئے ان کو دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑی پس ان پر نہایت محنت سے نظرِ ثانی کی گئی اور بہت مفید مضامین کا اضافہ کر کے شائع کر دیا گیا۔ ان کے بعد ''استمداد وتوسُّل'' کا معرکۃ الآراء مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ اَلِاستمداد والتَّوسُّل کے سب سے زیادہ مخالف شیخ ابنِ تیمیہ ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اپنی کتاب ''زیارتِ قبور'' میں ایک شخص کے پانچ سوال لکھ کر ان کے جواب دیئے ہیں، جن میں سے تین سوال اہلِ قبور سے استمداد کے بارے میں ہیں، چنانچہ وہ سوال یہ ہیں:

﴿۱﴾ بعض لوگ مزارات پر جا کر اپنی اور اپنے مال مویشی وغیرہ کے ازالہء مرض کے لئے استعانت کرتے ہیں اور اہلِ قبور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

یاسیدی! آپ میری پشت و پناہ ہیں فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں میری ایذاء کے درپے ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ صاحبِ قبر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔

﴿۲﴾ بعض لوگ مسجدوں اور خانقاہوں میں زندہ یا مُردہ پیروں کے نام پر نقدی یا جانور یا تیل، بتّی وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں اور یوں کہتے ہیں:

کہ اگر میرا بیٹا صحت یاب ہوگیا تو پیر کے نام کی فلاں فلاں چیز مجھ پر واجب ہوجائے گی۔

﴿۳﴾ بعض لوگ طلبِ حاجات میں کسی بزرگ یا ولی سے مخاطب ہو کر یوں کہتے ہیں:

یا پیر! آپ کی برکت سے میری آرزو بر آئے۔ یا یوں کہتے ہیں: کہ خدا اور مرشد کی برکت سے میری آرزو پوری ہو۔

ان کے جو جواب شیخ موصوف نے دیئے ہیں وہ بالکل تشدّد اور تعصّب پر مبنی ہیں اور سلف صالحین کی تحقیق کے بالکل خلاف ہیں، اور جو دلائل انہوں نے قرآن و احادیث سے کھینچ تان کر اِستنباط کئے ہیں وہ اُن کا غلط استدلال ہے۔ انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام سے حاضر اور غائب، قریب اور بعید، زندگی میں اور وصال کے بعد اِمدَاد مانگنا اور توسُّل کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک علماء و صلحاء کے نزدیک متفق علیہ چلا آیا ہے اور ان کو شرک کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ۔

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیاء ان کی ہے اِمدَاد اِمدَادِ خدا

غرض وہ لوگ جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں میرے ان اوراق کو پڑھ کر انصاف کی عینک لگا کر اُن کے دلائل سے میری تحقیق کا مقابلہ اور موازنہ کریں، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اِن شَاءَ اللہ تعالیٰ وہ شیخ موصوف اور ان کے ہم خیالوں کی غلط فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے راقم الحروف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔

وَمَاتَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وِالَيْهِ مُنِيْبٌ

ابوالبشیر محمد صالح بن حضرت مولانا مست علی مجددی

خاصانِ خدا خدا نباشند

لیکن ز خدا جدا نباشند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں۔

مبادیات

اِسْتِمداد و توسُّل کے متعلق بعض ابتدائی مباحث

توسُّل، استمداد و اِستغاثہ کے معنی:

توسُّل، تشفُّع، اِستعانت اور اِستِمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔

چنانچہ کُتبِ لغت قاموس، صراح اور لسان العرب وغیرہ میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں:

اَلتَّوَسُّل...... وسیلہ جستن، تقرُّب حاصل کردن۔

اِستِمْدَاد...... طلبِ مدد۔

اِستِعَانَت...... طلبِ نصرت، طلبِ رحمت، طلبِ باراں، طلبِ فریادرسی۔

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول و محبوب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اُس محبوب کے صدقے یا برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کردے:۔

توسُّل کر نہیں سکتے خدا سے   اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اس کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے، یعنی یوں کہے کہ خداوند! فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما مثلاً:

یارب بمحمد و علی و زہرا   یارب بہ حسین و حسن و آلِ عِبا

﴿ترجمہ﴾ اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے طفیل، اے پروردگار! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت آلِ عبا کے طفیل۔

از لطف برآر حاجتم ہا دوسرا   بے منتِ خلق یا علیَّ الْاَعْلٰی

﴿ترجمہ﴾ اے سب سے برتر ذات! دونوں جہانوں میں مخلوق کے احسان کے بغیر میری حاجت پوری فرما۔)

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے مُعْطِی اور مُوْجِد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے، یا مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی رُوحانیت سے خطاب کر کے

کہے کہ: میری فلاں مراد برلائے اور میری فلاں تکلیف دور کرے مثلاً:

نَبِيُّ الْوَرٰى ضَاقَتْ بِيَ الْحَالُ فِي الْوَرٰى　　وَاَنْتَ لِمَا اَمَّلْتُ فِيْكَ جَدِيْرٌ

فَسَلْ خَالِقِيْ تَفْرِيْجَ كَرْبِيْ فَاِنَّهٗ　　عَلٰى فَرَجِيْ دُوْنَ الْاَنَامِ قَدِيْرٌ

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی! میرا حال تنگ ہے، آپ خدا سے دُعاء کر کے میری تنگی دور کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسۂ دیوبند یہ فرماتے ہیں:

دعا تری مرے مطلب کے ہو اگر حامی　　تو بختِ بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ سے ہی ہے بزرگ محض دعا گو ہے نہ مُعْطِی و مُوْجِد، عطاء و ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ: کسی بزرگ کو مُسْتَمَد و مستغاث کر کے خطاب کیا جائے، اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہا مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے آ گھیرا ہے، خدا کے لئے آپ میرے حالِ زار پر رحم کر کے میری اِمداد فرمایئے، آپ اُس قادرِ مطلق کے پیارے محبوب ہیں، مثلاً مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زمہجوری برآمد جانِ عالم　　ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

﴿ترجمہ﴾ آپ سے ہجر اور فراق کے باعث ایک جہان کی جان نکلی جا رہی ہے یا رسول اللہ! رحم کی درخواست ہے رحم فرمایئے۔

بدہ دستے ز پا اُفتادگاں را　　بکن دلداریٔ دلدادگاں را

﴿ترجمہ﴾ گرے ہوؤں کی مدد فرمایئے، اپنی ذات پر فریفتہ افراد کی دل نوازی فرمایئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ خُذْ بِيَدِيْ　　مَالِعِجْزِيْ سِوَاكَ مُسْتَنَدِيْ

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ کے پیارے! میری مدد فرماؤ آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ　　سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے اشرف الخلق! آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے، مدد فرمایئے۔

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذورِ شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر یہ ممنوع ہوں۔

﴿۱﴾ اَنبَتَتِ الرَّبِیعُ البَقْلَ "بارش نے ساگ اُگایا"

دیکھئے اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو گویا یہاں بارش بطورِ مجازِ عقلی اُگانے والی ہے۔ اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ:

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿مِمَّا تُنبِتُ الْاَرْضُ مِنْ م بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا﴾.

ترجمہ: اُس سے جو زمین اُگاتی ہے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اس میں زمین کو اُگانے والا بتایا ہے، حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطورِ مجازِ عقلی اُگانے والی ہے۔

﴿۳﴾ سورۂ مومن رکوع ۴ میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّيٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾.

﴿ترجمہ﴾ "اور کہا فرعون نے اے ہامان! میرے لئے ایک محل (مینار) بنا، تاکہ میں جا پہنچوں ان راستوں سے آسمانوں کے راستوں میں، پھر میں جھانک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو، اور میں تو اس کو جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں"۔

دیکھئے اس میں مینار یا محل کی بناء کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے، جو بطورِ مجاز کے ہے، اس لئے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے، ورنہ دراصل مینار بنانے والے تو معمار تھے۔

﴿۴﴾ اللہ تعالیٰ دینِ حق کی تبلیغ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورۂ قصص رکوع ۴ میں اِرشاد فرماتا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَا﴾.

﴿ترجمہ﴾ "ہم قوت دیں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم دونوں کو غلبہ، پھر وہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کے باعث۔

دیکھئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطورِ مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالمِ اسباب کا ایک سبب ضروری تھا۔

﴿۵﴾ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمۂ حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں:

﴿قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا٥ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾.

(سورۂ نوح رکوع ۲/)

﴿ترجمہ﴾: حضرت نوح نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اُنہوں نے میرا کہا نہ مانا اور ایسے کا کہا مانا جس کے حق میں اس کے مال اور اس کی اولاد نے نقصان ہی بڑھایا، اور اُنہوں نے فریب کیا بڑا فریب۔

یہاں خسران ونقصان کی نسبت مال واولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۶﴾ قرآنِ مجید کی تعلیم کی بابت سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ٥ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۭ﴾

﴿ترجمہ﴾ رحمٰن نے قرآنِ مجید سکھایا۔

اور سُوْرَۃُ النَّجْمِ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى٥﴾

﴿ترجمہ﴾: اس قرآن مجید کو بڑے طاقت ور زور آور فرشتے (جبرئیل) نے سکھایا۔

دیکھئے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں، کیونکہ آیتِ اوّل حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل قرآن مجید کا سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے، یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآنِ مجید کو سکھلایا۔

﴿۷﴾ ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورۃ الزُّمَرِ، رکوع ۴/ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾.

اللہ تعالیٰ روحیں قبض کر لیتا ہے ان کے مرنے کے وقت۔

اور سورۂ سجدہ رکوع اوّل میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾

﴿ترجمہ﴾: کہہ دو کہ تمہاری روح قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر تعینات ہے۔

دیکھئے دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیتِ اوّل حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیتِ دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے۔

﴿۸﴾ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَايُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (سورہ فتح. رکوع ۲)

﴿ترجمہ﴾ بے شک جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

دیکھئے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے، گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفۃ اللہ تھے، اس واسطے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں، منہ اور ناک میں جا پہنچی، جس کے باعث ان (کفار) کو شکستِ فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اِنفال کے دوسرے رکوع میں اِرشاد فرمایا:

﴿وَمَارَمَيْتَ اِذْرَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾

﴿ترجمہ﴾ یعنی اور تو نے نہیں پھینکی ایک مٹھی خاک جس وقت کہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پھینکی تھی۔

دیکھئے اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مَــارَمَيْــتَ (یعنی نہیں پھینکی تو نے) سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اِذْرَمَيْتَ (یعنی جب تو نے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی پھینکا تھا۔

﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سورۂ شوریٰ رکوع/۵ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ﴾۔

﴿ترجمہ﴾ بے شک تو البتہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی جانب کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اور سورۂ قصص رکوع/۶ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾

﴿ترجمہ﴾ تو ہدایت نہیں دے سکتا جس کو تو چاہے، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔

دیکھئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے اِن میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیتِ اوّل مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل

ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ شوریٰ رکوع/۴ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ہ اَوْیُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًاوَّاِنَاثًاوَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا﴾.

﴿ترجمہ﴾ اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ عطاء فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں اور عطاء فرماتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے، یا ان دونوں قسم کو ملا کر بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے اور بنا دیتا ہے جسے چاہتا بانجھ۔

دیکھو ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا بحکمِ الٰہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کراتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا، اور میرے ہاں بیٹا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جاننا چاہئے۔

﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ مریم رکوع/۲ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّا ہفَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا. قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّاہ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور ذکر کر کتاب میں مریم کا، جب الگ جا بیٹھی اپنے لوگوں سے ایک پورب رخ جگہ میں پھر کر لیا ان کے ورے پردہ۔ تو ہم نے بھیجا اس کی جانب اپنا روح (یعنی جبرئیل) تو وہ بن آیا اس کے آگے اچھا خاصا آدمی، مریم کہنے لگی کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر چہ تو پرہیزگار ہے۔

مریم علیہا السلام کو تیرھواں یا پندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا، بعد ایامِ معمولی نہانے کے لئے لوگوں کی طرف سے پردہ کر کے ایک پُورب رُخ جگہ جا بیٹھیں تو جبرئیل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ مریم علیہا السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا اور نامحرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کر کے آنے کی وجہ ظاہر کی:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّاہ﴾

﴿ترجمہ﴾ وہ کہنے لگا کہ میں تو بس بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تیرے پروردگار کا تاکہ تجھ کو دے جاؤں ایک پاکیزہ لڑکا۔

دیکھئے یہاں جبرئیل علیہ السلام نے لڑکا عطاء کرنے کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ دراصل لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

﴿۱۲﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے اِرشاد فرماتے ہیں:

﴿اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ﴾. (آلِ عمران رکوع/۵)

﴿ترجمہ﴾ میں تمہارے پاس آیا ہوں نشانیاں لے کر تمہارے رب کی جانب سے، میں بناؤں گا تمہارے واسطے مٹی سے پرند کی سی شکل کا، پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ ہو جائے گا اُڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے، اور میں بھلا چنگا کر دوں گا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو، اور زندہ کر دوں گا مردوں کو اللہ کے حکم سے۔ اور تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کھا کر آؤ گے اور جو ذخیرہ رکھ آؤ گے اپنے گھروں میں۔

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑی کو شفایاب کر دینے اور غیب کے احوال بتا دینے کی نسبت اپنے ساتھ مجازًا کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۱۳﴾ حدیثِ شفاعت کو دیکھئے کہ لوگ بروزِ حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر درجہ بدرجہ دوسرے نبیوں سے فریاد کریں گے، پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کریں گے، انبیاء علیہم السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے، ورنہ حقیقی فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ندارِیم غیر از تو فریادرس　　　　توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

﴿ترجمہ﴾ ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے تو ہی گناہ گاروں کے گناہ معاف فرمانے والا ہے اور بس۔

﴿۱۴﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

بِمَا اَعْرِفُ اَنَّکَ نَبِیٌّ ؟

﴿ترجمہ﴾ میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ یَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

﴿ترجمہ﴾ میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اِرْجِعْ فَعَادَ. فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ. (مشکوۃ)

﴿ترجمہ﴾ پس آپ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اُترنے لگا، یہاں تک کہ وہ زمین پر آپ کی طرف آ گرا، اور گواہی دی، پھر فرمایا: چلا جا، پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا، پھر وہ اعرابی اسلام لایا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ مِشْکٰوۃ)

﴿۱۵﴾ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک گنوار

آیا، جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَتَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. ؟

﴿ترجمہ﴾ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس بات کی کہ محمد اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول۔؟

گنوار نے کہا:

وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَاتَقُوْلُ ؟

﴿ترجمہ﴾ اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو؟

یعنی رسالت کا دعوی جو کرتے ہو کوئی چیز غیر جنسِ انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَارَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِئ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَ ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًااَنَّهٗ كَمَاقَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اَلٰى مَنْبَتِهَا.

﴿ترجمہ﴾ یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ نالے کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے، وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا، یہاں تک کہ وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار گواہی طلب کی، درخت نے تین بار گواہی دی کہ واقع میں اسی طرح پر جیسے آپ نے فرمایا، پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا (دارمی)

﴿۱۶﴾ عَنْ طَاؤسٍ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًامِّنَ الْاَرْضِ فَهُوَلَهٗ وَعَادِئُ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِىَ لَكُمْ مِنِّىْ. (رَوَاهُ الشَّافِئُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کے واسطے ہے۔ اور قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے واسطے (یعنی اُس میں تصرُّف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔

(یعنی آنحضرت کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔)

دیکھئے! اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے، یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿لِلّٰهِ مَافِى السَّمٰوٰتِ وَمَافِى الْاَرْضِ﴾.

﴿ترجمہ﴾ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے۔

باجود ایسے صریح حکم کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس دعوے سے یہ فرمادیا کہ یہ زمین اللہ ورسول کے واسطے ہے، معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ہے، اسی واسطے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اِرشاد

هِيَ لَكُمْ مِنِّيْ.

یعنی وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔

گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

چنانچہ سورۂ نساء رکوع/۱۱ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْاَطَاعَ اللّٰهَ. ﴾

﴿ترجمہ﴾ یعنی جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے۔

دراصل یہ اختیار مجازِ عقلی ہے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

﴿۱۷﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا لَايُقْطَعُ عَضَاءُ هَا وَلَايُصَادُ صَيْدُهَا.

﴿ترجمہ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا، اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں کر اِرشاد فرمایا۔ کیا آپ خلافِ حکم خدا کوئی امر فرما سکتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ آپ کا فرمانا عین خدا تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیار مجازِ عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختارِ کل ہے۔

توسّل بالغیر کی قسمیں

توسّل بالغیر کی چار قسمیں بتفصیلِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾ کسی غیر اللہ کو تمام امورِ عادیہ وغیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات جان کر امرِ مقدور میں استعانت کرے۔

﴿۲﴾ غیر اللہ سے جب اِستمدَاد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امورِ عادیہ عادتاً طاقتِ بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب الاسباب بندہ کو ان کا فاعلِ مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں اور باوجود طاقتِ بشریہ میں داخل ہونے کے جس سے استعانت کی گئی ہے اس سے استقلالِ قدرت کا توہّم نہ ہوا ایسے امورِ عادیہ میں استعانت کی جائے۔

﴿۳﴾ کوئی نبی اعجازاً یا کرامتاً اپنی ذات کے لئے یا دوسرے نبی یا ولی کے لئے کسی شخص خاص یا خاص گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے، یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دیں گے۔ (اور مثل اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہے) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی حالتِ شوق و بے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدر تھا ہو گیا جس میں اس ولی یا نبی کو کچھ بھی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحبِ کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہوگا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطورِ کرامت ہوگی۔ یا مرید حسبِ استعداد امورِ تعلیمیہء سلوک میں اپنے شیخ سے اِستِعانت اور اِستِمدَاد کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے اِستِفادہ کرتے ہیں۔

﴿۴﴾ کسی غیر اللہ میں حیّ یا میّت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے اور قدرتِ کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے، اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے، وہ بزرگ جب کسی شے کے عطاء کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے، جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیاباں یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہء قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرتِ کاملہ عطاء فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکمِ اقسامِ مذکور:

پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے، چنانچہ شواہد الحق میں ہے:

وَاَنْتَ اِذَا نَظَرْتَ اِلٰی کُلِّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ الْمُسْلِمِیْنَ عَامَّتِهِمْ وَخَاصَّتِهِمْ لَا تَجِدُ فِیْ نَفْسِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ غَیْرَ مُجَرَّدِ التَّقَرُّبِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی لِقَضَاءِ حَاجَاتِهِمُ الدُّنْیَوِیَّةِ وَالْاُخْرَوِیَّةِ بِالْاِسْتِغَاثَاتِ وَالزِّیَارَاتِ لِاُولٰٓئِکَ السَّادَاتِ مَعَ عِلْمِهِمْ بِاَنَّهُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ تَعَالٰی لَیْسَ لَهُمْ مِّنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقُلُوْبُ الْمُسْلِمِیْنَ وَجَوَارِحُهُمْ وَلَحْمُهُمْ وَدَمُهُمْ مَجْبُوْلَةٌ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى تَوْحِيْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادِ اَنَّهُ الْفَعَّالُ الْمُطْلَقُ الْمُسْتَحَقُّ لِلتَّعْظِيْمِ بِالْاِصَالَةِ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَتَعْظِيْمُهُمْ لِسَوَاهُ مِنْ خَوَاصِّ عَبِيْدِهٖ اِنَّمَايَكُوْنُ بِقَدْرِ مَنْزِلَةِ ذَالِکَ الْعَبْدِ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى لِحَسْبِ مَاعَلِمُوْهُ.

﴿ترجمہ﴾ اگر مسلمانوں کے ہر فردِ خاص وعام کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں اپنی قضائے حاجات کے لئے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی، دنیاوی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ان کے تقرّب کے طفیل مانگتے ہیں، نہ یہ کہ ان کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذاتِ خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ اُن کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادرِ مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحقِ تعظیم ہیں۔

حضرت قطب مدار ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ لِلْوَلِيِّ اَوْغَيْرِهٖ تَاْثِيْرًا فِيْ شَيْئٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔

اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں جائز ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اِستِعانت کی جائز وناجائز صورتیں:

السوال...... طریقِ اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضیاء القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اِسْتِعَانت و اِسْتِمْدَاد از ارواحِ مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم

استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں۔ غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریقِ جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب...... جو اِستِعانت و اِستِمداد بالمخلوق باعتقادِ علم وقدرت مستقل مستمدّ منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو، اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت، اور جو اِستِمداد بلا اعتقادِ علم وقدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: اِسْتِمْدَاد بِالنَّارِ وَالْمَاءِ وَالْوَاقِعَاتِ التَّارِيْخِيَةِ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد ارواحِ مشائخ سے صاحبِ کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ وتصوّر سے قسمِ رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے۔ اور غیر صاحبِ کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسمِ خامس ہے۔

(فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

اِستِعانت از ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ:

سوال...... کسے صاحبِ باطن یا صاحبِ کشف برقبورِ ایشاں مراقب شدہ چیزے اخذمے تواند نمود یانہ؟

سوال...... کوئی شخص جو صاحبِ باطن ہو یا کشف والا ہوان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کر کے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... مے تواند نمود۔

جواب...... کر سکتا ہے۔

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ؎

برسرِ تربتِ ما چوں گزری همت خواه　　که زیارت گہِ رندانِ جہاں خواهد بود

﴿ترجمہ﴾ ہماری قبر کے پاس سے جب تو گزرے دعا مانگ کیوں کہ دنیا بھر کے رندلوگوں کے لئے ہماری قبر زیارت گاہ ہوگی۔

صائبؔ نے بھی خوب لکھا ہے ؎

مشو بمرگ ز اِمدادِ اہلِ دل نومید　　که خوابِ مردم آگاه عینِ بیداری ست

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے نا امید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہوتی ہے۔

اور غنیؔ نے خوب ہی گل کھلایا ہے ؎

آب و رنگِ ما بعالم عاقبت گل میکند　　بر زمیں ہر چند چوں برگِ حنا افتاده ایم

﴿ترجمہ﴾ ہماری چمک دمک آخرکار دنیا میں اتنے پھول کھلایا کرتی ہے ہم زمین پر جس قدر برگ حنا کی طرح گرے ہوئے ہیں۔

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیاء	
اُن کی ہے اِمدَاد اِمدَادِ خدا	

استعانت واستمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں:

اول......کسی انسان کی زندگی میں ہو۔

دوم......قیامت میں ہو۔

سوم......دونوں کے مابین، یعنی بعد ممات عالمِ برزخ میں ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے، البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے۔

تیسری صورت یعنی بَعْدَ الْمَمَات استعانت بالغیر حق ہے، اور باستثنائے بعض فقہا باقی اہلِ سنت کا اس پر اعتقاد و اتفاق ہے، یہ شرعاً جائز ہے کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم نہیں آتا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَجُوْزُ وَيَحْسُنُ التَّوَسُّلُ وَالاِسْتِغَاثَةُ وَالتَّشَفُّعُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَجَوَازُ ذَالِكَ وَحُسْنُهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ لِكُلِّ ذِىْ دِيْنِ الْمَعْرُوْفَةِ مِنْ فِعْلِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَسِيَرِ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ وَالْعَوَامِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالتَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِزٌ فِىْ كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَبَعْدَهٗ فِىْ مُدَّةِ حَيَاتِهٖ فِى الدُّنْيَا وَبَعْدِ مَوْتِهٖ فِىْ مُدَّةِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ فِىْ عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ.

﴿ترجمہ﴾ واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے، اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، سلف صالحین، علماءِ اسلام اور عامہ مسلمین کا یہی وتیرہ رہا ہے، گویا یہ ایک معروف و معلوم چیز ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی حیات سے پیشتر اور حیات میں اور عالمِ برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔

علامہ شیخ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلرُّسُلِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ لِاَنَّ مُعْجِزَةَ الْاَنْبِيَاءِ وَكَرَامَةَ الْاَوْلِيَاءِ لَاتَنْقَطِعُ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمَّاالْاَنْبِيَاءُ فَاِنَّهُمْ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ كَمَاوَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ فَتَكُوْنُ الْاِغَاثَةُ مِنْهُمْ مُعْجِزَةً لَّهُمْ وَالشُّهَدَاءُ اَيْضًا اَحْيَاءٌ شُوْهِدُوْا نَهَارًا جِهَارًا يُقَاتِلُوْنَ الْكُفَّارَ وَاَمَّا الْاَوْلِيَاءُ فَهِيَ كَرَامَةٌ لَّهُمْ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام کے لئے بعد ممات فریادرسی ثابت ہے، وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا معجزہ اور اولیاءِ کرام کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی۔ معجزۂ انبیاء علیہم السلام تو اس لئے کہ اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں پس اُن کی فریادرسی تو ان کے لئے ایک قسم کا معجزہ ہے۔ اسی طرح شہید بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روزِ روشن میں کفار سے جہاد کرتے ہیں اور اولیاءِ کرام کے لئے ایک کرامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:

ودر اِسْتِعَانت واِسْتِمْدَاد از قبور فقہاء راسخن است، ایشاں گویند کہ زیارتِ قبور درغیرِ انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت اِعْتبار و تذکُّرِ موت بودیا برائے ایصالِ نفع واِسْتِغْفَار برائے موتٰی باشد، چنانچہ فعلِ آنحضرت درزیارتِ بقیع بصحت رسیدہ است و مشائخ صوفیہ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَهُمْ گویند کہ تصرُّف بعضے اولیاء در عالمِ برزخ دائم و باقی است و توسُّل واِسْتِمْدَاد بارواحِ مقدسۂ ایشاں ثابت و مُؤَثِّر۔

﴿۱﴾ وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی میگویند کہ ہر کہ در حیاتِ وے بوے توسُّل و تبرُّک جویند بعد از موتش نیز تواں جُست، وایں سخنِ مُوَافِقِ دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالتِ احادیث واجماعِ علماء ثابت است، و متصَرِّف درحیات وممات روح است نہ بدن ومتصَرِّفِ حقیقی حق تعالٰی است، وولایت عبارت از فنا فی اللّٰہ وبقاء بدوست۔ وایں نسبت بعد از موت اتمّ واَکْمَل است ونزد اربابِ کشف وتحقیق مقابلۂ روحِ زائر بارواحِ مزور موجبِ انعکاسِ اشعۂ لُمعاتِ انوار واسرار شود دررنگ مُقَابَلہ مِرْاٰت بَمِرْاٰت واولیاء را اَبْدَانِ مُکْتَسبہ مثالیہ نیز بود کہ بعد آں ظہور نمایند واِمْدَاد وارشادِ طالباں کنند۔ ومُنْکِراں را دلیل و برہان بر انکارِ آں نیست۔

﴿۲﴾ یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء رادیدم کہ درقبرِ خود تصرُّف مے کنند مثلِ تصرُّفِ ایشاں درحالتِ حیات یا بیشتر۔ ازاں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر

جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمردہ۔الخ

﴿ترجمہ﴾ اور قبور سے مدد واعانت طلب کرنے میں فقہا کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا عبرت ونصیحت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا مُردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش طلب کرنے کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بقیع کے گورستان کی زیارت کو جانے عمل صحت کو پہنچ چکا ہے، اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں: کہ بعض اولیاء کا تصرّف عالمِ برزخ میں دائم وقائم ہے اور ان کی ارواحِ مقدسہ سے اِمْدَاد چاہنا ثابت اور مفید ہے۔

﴿۱﴾ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تبرّک وتوسّل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور یہ بات دلیلِ شرعی کے موافق ہے، کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث واجماعِ علماء کی دلالت سے ثابت ہے، اور زندگی وموت میں متصرّف روح ہے نہ کہ بدن اور متصرّفِ حقیقی حق تعالیٰ ہے، اور ولایت مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ہے۔ اور یہ نسبت موت کے بعد اتم واکمل ہے۔ اور ارباب کشف وتحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہلِ مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار واسرار کے پرتو پڑنے کا باعث ہے، جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو۔ اور اولیاء اللہ کے لئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو اِمْداد وارشاد فرماتے ہیں۔ منکروں کو اس کے انکار پر کوئی دلیل وبرہان نہیں ملتی۔

﴿۲﴾ مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے جو اپنی قبروں میں تصرّف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرّف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ، منجملہ اُن کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہما الرحمہ اور دو اور اولیاءِ کرام شمار کئے۔الخ

علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''تَقْرِیْبُ الْاُصُوْلِ تَسْھِیْلُ الْوُصُوْلِ'' میں فرماتے ہیں:

قَدْ صَرَّحَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعَارِفِيْنَ اَنَّ الْوَلِيَّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَعَلِّقٌ رُوْحُهٗ بِمُرِيْدِيْهِ فَيَحْصُلُ لَهُمْ بِبَرَكَتِهٖ اَنْوَارٌ وَّفُيُوْضَاتٌ قَالَ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِذٰلِكَ قُطْبُ الْاِرْشَادِ سَيِّدِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَلَوِيِّ الْحَدَّادُ فَاِنَّهٗ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلْوَلِيُّ يَكُوْنُ اعْتِنَائُهٗ بِقَرَابَتِهٖ وَمُلَاوِذِيْنَ بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَكْثَرُ مِنَ اعْتِنَائِهٖ بِهِمْ فِيْ حَيَاتِهٖ لِاَنَّهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ كَانَ مَشْغُوْلًا بِالتَّكْلِيْفِ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ طُرِحَ عَنْهُ الْاَعْبَاءُ وَتَجَرَّدَ وَّالْحَيُّ فِيْهِ خَصُوْصِيَّةٌ وَبَشَرِيَّةٌ وَّرُبَمَا غَلَبَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى وَخَصُوْصًا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فَاِنَّهَا تَغْلِبُ الْبَشَرِيَّةُ وَالْمَيِّتُ مَافِيْهِ اِلَّا الْخَصُوْصِيَّةُ.

﴿ترجمہ﴾ بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح کرنے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبداللہ بن علوی الحدّاد ہیں اُنھوں نے فرمایا: کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور پناہ گیروں کی ایسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالتِ زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے، کیوں کہ زندگی میں مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اُٹھا لیا گیا اور وہ محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت اور بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصًا اس زمانے میں تو بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے اور میّت میں محض

خصوصیت ہوتی ہے۔

توسّل عقلاً اس لئے درست ہے کہ جب زمانہءِ حیات میں توسّل جائز اور میدانِ قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں؟ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازتِ الٰہی کی ضرورت اُٹھ جاتی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ توسّل کے معنی ہیں "دعا کرنا" یا "اللہ تعالیٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معزز کے کوئی چیز طلب کرنا" پس اس میں کوئی محذورِ شرعی اور فتورِ عقلی لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اسی معنی پر بعد ممات توسّل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے کیا محذورِ شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغِ احکامِ شرعی میں وسیلہ ٹھہرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھہرالیا ہے تو کونسا کفر لازم آجاتا ہے؟ بلکہ یوں کہئے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ اُن کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہِ ایزدی میں پہنچیں ویسے ہی بعد ممات عالمِ برزخ میں اُن کی طرف محتاج ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرّب بن جاؤں اور وہاں تک پہنچ جاؤں؟ ہر گز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلا وسیلہ تقرّب مُمتنع ہے، ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد ممات بھی وسیلہ ہیں۔

استدلالِ مخالفین:

شیخ ابنِ تیمیہ اور اُس کے پیرو وغیرہ قرآنِ مجید کی اُن آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ان سے توسّل کے عدمِ جواز کا استدلال کرتے ہیں: جیسے:

﴿۱﴾ ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (سورۃِ جن ع/ ۲)

﴿ترجمہ﴾ پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔

﴿۲﴾ ﴿مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (سورۃِ احقاف ع/ ۲)

﴿ترجمہ﴾ اُس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس شخص کو پکارتا ہے جو کہ قیامت تک اس کو جواب نہ دے اور اس کی پکار سے بے خبر ہو۔

﴿۳﴾ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾. (سورۃِ احقاف ع/ ۱)

﴿ترجمہ﴾ اور جس وقت لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اُن کے لئے دشمن ہوں گے اور اُن کی عبادت کے ساتھ کفر کریں گے۔

﴿۴﴾ ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾. (سورۃُ الشُّعَرَاءِ، ع/ ۱۱)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو ورنہ عذاب پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿۵﴾ ﴿وَلَاتَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَايَنْفَعُكَ وَلَايَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾. (سورۂ یونس ع /۱۰)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسی چیز کو نہ پکارو جو تمہارے نفع ونقصان کی مالک نہ ہو، پس اگر ایسا کیا تو اُس وقت ظالم لوگوں سے ہو جاؤ گے۔

﴿۶﴾ ﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَايَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَادُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾. (سورۂ رعد ع/ ۲)

﴿ترجمہ﴾ حقیقۃً اس کو پکارنا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو پکارتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنی ہتھیلیوں کو اس لئے پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ ایسے قطعاً نہیں پہنچ سکتا۔ کافروں کا اس طریقہ سے پکارنا محض جہالت کا پکارنا ہے۔

﴿۷﴾ ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَايَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَايَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَااسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَايُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾. (سورۂ فاطر ع /۲)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک پوست برابر بھی قدرت نہیں رکھتے اگر ان کو پکارو تو تمہاری دعا کو وہ سنتے تک نہیں اور اگر سنیں بھی تو جواب نہیں دیں گے روزِ قیامت میں تمہارے شرک کا انکار کریں گے ہماری طرح تمہیں کوئی خبر دینے والا نہیں ملے گا۔

﴿۸﴾ ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَايَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَاتَحْوِيْلًا﴾.

﴿ترجمہ﴾ کہیئے اُن کو پکارو جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کر رکھا ہے وہ تو تمہاری تکلیف کے اُٹھانے کی ہرگز قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کو پھیر سکتے ہیں۔

﴿۹﴾ ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّاهُوَ ط﴾ (سورۂ انعام ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ضرر اور تکلیف تمہیں آئے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اس کو ہرگز نہیں رفع کر سکتا۔

﴿۱۰﴾ ﴿قُلْ اِنِّيْ لَآاَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَارَشَدًا﴾. (سورۂ جن ع/۲)

﴿ترجمہ﴾ آپ کہیئے کہ میں تمہارے نفع اور نقصان کا بالکل مالک نہیں ہوں۔

﴿۱۱﴾ ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوٰهُ النَّارُ وَمَالِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾. (سورۂ مائدہ ع/۱)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوالِ سلف وخلف ہیں جن سے وہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی

شخص کے ساتھ توسُّل اور وسیلہ پکڑے یا حالتِ غائبانہ میں اس کو پکارے یا اُس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا نہیں تصوُّر کرتے تھے بلکہ محض تقرُّب کے لئے ان کو مانتے اور ان کی عظمت و توقیر کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَانَعْبُدُهُمْ اِلَّالِيُقَرِّبُوْنَآاِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾. (سورۃُ الزُّمَرِ، ع/۱)

﴿ترجمہ﴾ مشرک کہتے ہیں کہ ہم تو بتوں کو محض تقرُّباً الی اللہ مانتے ہیں اور ایک قسم کا وسیلہ خیال کرتے ہیں۔

ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾. (سورہ زخرف ع/۷)

﴿ترجمہ﴾ اگر کوئی مشرکوں سے سوال کرے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے۔

﴿۲﴾ ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾. (سورہ لقمان ع۳)

﴿ترجمہ﴾ اگر آپ پوچھیں گے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے۔

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذ اللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے گا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

جواب ...... ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر قادر ہیں یا کسی کے نفع اور نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ ہر مُسلم کا یہی اِعتِقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ اُن کی عبادت کی جائے اور اُن کو ایک علیحدہ معبود بنالیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، مقرب بنایا، اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اُن کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اُن کے طفیل اپنے بندوں پر عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے جس کی شہادتیں قرآن و حدیث اور اقوالِ سلف و خلف سے بے شمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لہٰذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضارّ، نافع، کاشف، قادر، قہّار، ستّارِ حقیقی تصوُّر کرتے ہوئے اُن بزرگوں سے تبرّک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور اُن کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو

قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مُشرِکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا:

سالہا سال گزر گئے عمریں ختم ہو گئیں مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامۂ تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا، جابجا یہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یا رسول اللہ کہا۔ فلاں درویش مشرک ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فلاں بدعتی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلافرق مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا توسُّل خدا کی وحدانیت و معبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا توسُّل صاف شرک پر مشتمل ہے، ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصُّب ہے۔

دیکھئے آیت یہ ہے:

﴿مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّالِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾.

یعنی کفارِ عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں ﴿ مگر بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ ہم خدا کے ہاں باریاب ہو جائیں ﴾۔

اب کوئی ان متعصِّب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہءِ متوسّلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی (معاذ اللہ) پرستش کرتے ہیں حَاشَا وَ کَلَّا بلکہ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے وہ شرک سے پاک ہیں، بخلاف اُن کے کفارِ عرب نے بتوں کو معبود اور مستحقِ عبادت سمجھ رکھا تھا لہٰذا وہ مشرِک ٹھہرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے، لیکن جب اُنہوں نے عبادت میں دوسری چیز کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرِک اور کافر کہا۔ مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہو سکتا نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ کسی مخلوق کو مستحقِ عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے:

نَعَمْ مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ النَّبِيَّ اَوِالْوَلِيَّ هُوَ الْفَعَّالُ لِمَا اَرَادَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهٰذَا كَافِرٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَلٰكِنْ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَوْكَانَ مِنْ اَجْهَلِ الْجَاهِلِيْنَ يَعْتَقِدُ ذٰالِکَ مِمَّا اَعْلَمُ فَاِنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ اَنَّهُمْ خَوَاصُّ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ هُوَالْفَعَّالُ الْمُطْلَقُ لَيْسَ لَهُمْ وَلَالِغَيْرِهِمْ مَّعَهٗ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٌ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق

کافر ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا بھی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے، اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعّالِ مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوائے اُن کو فی نفسہٖ کوئی قدرت نہیں، اور خود بخود کسی چیز کے نفع و نقصان کے وہ قطعاً مالک نہیں۔

شواہد الحق میں ہے:

وَالْحَاصِلُ اَنَّ مَذْهَبَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صِحَةُ التَّوَسُّلِ وَجَوَازُهٗ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ وَكَذَا بِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ كَمَادَلَّتْ عَلَيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ لِاَنَّا مَعَاشِرُ اَهْلِ السُّنَّةِ لَاتَعْتَقِدُ تَاْثِيْرًا وَّلَاخَلْقًا وَّلَااِيْجَادًا وَّلَااِعْدَامًا وَّلَانَفْعًا وَّلَاضَرًّا اِلَّالِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ فَلَانَعْتَقِدُ تَاْثِيْرًا وَّلَانَفْعًا وَّلَاضَرًّا بِاعْتِبَارِ الْخَلْقِ وَالْاِيْجَادِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّاْثِيْرِ وَلَالِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَحْيَاءِ اَوِ الْاَمْوَاتِ.

﴿ترجمہ﴾ اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے اُن کی حیات میں اور اُن کی وفات کے بعد توسُّل جائز ہے جیسا کہ احادیثِ سابقہ سے معلوم ہوا، کیونکہ ہم اہلِ سنت والجماعت اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیرِ حقیقی یا خلق و ایجاد و اعدام یا نفع و ضرر کا دخل ہے۔ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد و اعدام خلق و تاثیر ثابت نہیں کرتے۔

شواہد الحق میں ہے:

اِذَااَقَلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يَعْلَمُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ لَايَمْلِكُ هُوَ وَلَااَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لِاَنْفُسِهِمْ وَلَالِغَيْرِهِمْ ضَرًّا وَّلَانَفْعًا وَهٰذَا كَذَالِكَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ الَّتِيْ اسْتَوٰى فِيْهَا اَعْلَمُ الْعَالِمِيْنَ وَاَجْهَلُ الْجَاهِلِيْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

﴿ترجمہ﴾ ادنیٰ مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، اور وہ اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور دونوں جانتے ہیں (کہ واقعی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔)

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنی سوال کی اِجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مُشرک اور کافر ہو گیا کیونکہ یہ نسبت مجازاً ہوا کرتی ہے اور متوسّل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے، مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہٰذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن وحدیث میں

ہے اور کیا مجازاً کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہوسکتی ہے۔

بحثِ مجاز:

کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائے گا جس کے مقابلے میں واضع نے اس کو مقرر کیا ہے، یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقت معنوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے۔

اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید لیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہِ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں:

اَفَمَنْ كَانَ مَيْتًا اَیْ كَافِرًا۔

یہاں میت سے مراد کافر ہے۔

اور دوسری جگہ وارد ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اَیِ النُّطْفَةِ ۔

یہاں میّت سے مراد نطفہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا وہ فعل نہیں ہوتا، اس کو مجاز فی النسبۃ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبت میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقۃً ہونا چاہیے تھا اس کی طرف نہیں ہوا، بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔

اِستمداد وتوسُّل کے دلائلِ مُؤیّدہ

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء رکوع/۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اگر یہ لوگ جب اُنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور معافی چاہتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔

ذرا غور کیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے۔

اگر آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیرِ خدا ہیں اور سب اشخاص واشیاء جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی اِستعانت کسی غیرِ خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہوگی، انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیرِ خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾۔

﴿ترجمہ﴾ استعانت کرو صبر اور نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے اِستعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے اِستعانت کا اِرشاد کیا ہے؟

اگر غیرِ خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال ہو تو اس حکمِ الٰہی کا حاصل کیا؟ اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا قباحت؟۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ:

"ایک اَعرابی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی روضہءِ مبارک

سے آواز آئی:

قَدْ غَفَرَ لَکَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ برسبیلِ التفات فرمایا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے اور اس امر پر آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

از گناہ مے کشاں خواهد گذشتن کردگار　　چوں شفیعِ خویشتن ساقیٔ کوثر کردہ اند

﴿ترجمہ﴾ مے کشوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جب کہ انہوں نے اپنی شفاعت کرنے والا حضرت ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ انفال رکوع/۴ میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ استغفار کرتے رہیں۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وجود کفار کے لئے بھی باعثِ رحمت تھا، چنانچہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب ان میں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو پھر ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ گناہ گار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرلے اس کے لئے دو چیزیں پناہ ہیں، ایک تو میرا وجود اور دوسرا استغفار ۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں　　چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

﴿ترجمہ﴾ اے میرے سردارو! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو کہا ہے کہ میں باپ کی مانند تم پر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید　　جز ورا از کل چرا بر مے کشید

﴿ترجمہ﴾ اس لیے کہ تم سب میرے اجزاء ہو جز و کو تم کل سے کیوں باہر نکالتے ہو۔

جو وجود باجود اپنی برکت سے مانعِ عذاب ہے اس سے رفعِ تکالیف اور حصولِ مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستبعد ہے اور کیوں داخلِ شرک ہے۔

﴿۳﴾ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اِستمداد کی تائید میں:

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہء مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابوعبداللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف؟ امام مالک نے فرمایا: تم اس رحمۃ لِلعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی منہ کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝﴾

﴿ترجمہ﴾ اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اور ان کے لئے رسول بھی استغفار کرے تو البتہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحیم پائیں گے۔ (شفا قاضی عیاض، زرقانی، مواھب اللدنیۃ)

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضہء مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا یہی احترام ہے۔ (زرقانی)

دیکھئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے محدّثِ کبیر امامِ کل پیشوائے اہلِ مدینہ کے الفاظ سے صاف توسُّل و اِستمداد کی تائید ہوتی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کو شفیع بنانا صاف اِستمداد کی تعلیم ہے۔

﴿۴﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ یونس کے پہلے رکوع میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾۔

﴿ترجمہ﴾ اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو کہ اُن کو سچا پایہ ہے ان کے پروردگار کے ہاں۔

قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے:

قَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ هُوَ شَفَاعَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

﴿ترجمہ﴾ زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے۔

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہوگی۔ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا اذن بارگاہِ الٰہی سے مل چکا ہے۔

﴿ب﴾ سورۂ بنی اسرائیل رکوع/۹ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝﴾

﴿ترجمہ﴾ قریب ہے کہ تجھے کھڑا کرے گا تیرا پروردگار مقامِ محمود میں۔

اس مقام پر عَسٰی کا کلمہ معنیٔ قطعی الوقوع میں مستعمل ہے، مقامِ محمود مقامِ شفاعت کو کہتے ہیں، چنانچہ جلالین میں ہے:

وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِيْ فَصْلِ الْقَضَاءِ۔

﴿ترجمہ﴾ وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود پر ضرور سرفراز فرمائے گا۔

﴿ج﴾ سورۂ طٰہٰ رکوع/۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾

﴿ترجمہ﴾ اور پڑھتا رہ اپنے رب کی خوبیاں سورج نکلنے سے پہلے، اور رات کی کچھ گھڑیوں میں پڑھا کر، اور دن کی طرفوں میں (بھی پڑھا کر) تا کہ تو خوش ہو جائے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے لفظ تَرْضٰى کے تحت فرماتے ہیں:

مَاتَنَالُ مِنَ الشَّفَاعَةِ۔ [۱]

یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں گے۔

﴿د﴾ سورۂ وَالضُّحٰى میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾

یعنی اور آگے چل کر تجھ کو اتنا کچھ دے گا تیرا پروردگار کہ تو راضی ہو جائے گا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیرِ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیارانِ خود فرمودند کہ من ہر گز راضی نشوم تاآنکہ یک یک کس را از اُمّتِ خود بہ بہشت داخل نہ کنم۔ [۲]

﴿ترجمہ﴾ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوگا جب تک کہ میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔

امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ؎

---

۱ تفسیر کبیر، ج/۲۲، ص/۱۳۴۔ مصر۔

۲ تفسیر عزیزی پارہ/۳۰، ص/۲۱۸۔ مطبوعہ لاہور۔

ماو گناه چو کوه هر دم وغم نے که هست　　　　به کتفِ نازکت بارِ گرانِ همه

﴿ترجمہ﴾ ہم اور ہمارے گناہ ہر آن پہاڑ کی مانند ہیں پھر بھی غم نہیں کیوں کہ یہ سب کچھ آپ کے نازک کندھوں پر بوجھ ہے۔

﴿۵﴾ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

اَلاَاُخبِرُکُم بِمَا خَیَّرَنِی رَبِّیْ اٰنِفًا؟ قُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ خَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ ثُلُثَیْ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَّلَاعَذَابٍ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ قُلْنَایَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَااخْتَرْتَ؟ قَالَ الشَّفَاعَۃُ۔

﴿ترجمہ﴾ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب وعذاب کے بہشت میں داخل کروں، یا شفاعت قبول کروں، پھر صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شفاعت کو۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہوگی، اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرح ہوتا ہے:

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

خُیِّرْتُ بَیْنَ الشَّفَاعَۃِ اَوْیُدْخَلُ نِصْفُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ لِاَنَّھَا اَعَمُّ وَاَکْفٰی۔

﴿ترجمہ﴾ مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا اور اس امر میں کہ نصف امت کو بہشت میں داخل کروں، ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اس لئے کہ شفاعت عام تر وکافی تر ہے۔ یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے۔

ملا غنیمت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے [1]

چوں در حرفِ شفاعت لب کند باز　　　　سزد بر رحمت ار عصیاں کند ناز

﴿ترجمہ﴾ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کی عرض داشت کے لب مبارک کھولیں گے اس وقت گناہ رحمتِ الٰہی کے سامنے ناز دکھائیں تو ان کو ایسا کرنا سزاوار ہے۔

سوالش تابزیرِ لب رسیده　　　　جوابش گفت عین الله بدیده

﴿ترجمہ﴾ آپ کی دعا ابھی زیرِ لب ہی پہنچی تھی کہ خود ذاتِ باری تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا قبول ہے۔

دعایش عرضِ مطلب آرز و کرد　　　　شنیدن تالب استقبالِ او کرد

---

[1] نیرنگِ عشق مثنوی ملا غنیمت، ص ۵، مطبوعہ: مصطفائی، کانپور۔

﴿ترجمہ﴾ آپ کی دعاء نے اپنے مطلوب کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنی کی آرزو کی تو قبولیتِ الٰہیہ نے آپ کے لبوں تک اس کا استقبال کیا۔

﴿و﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْھِمْ وَلَاعَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔ (رَوَاہُ تِرْمَذِی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بلاحساب وعذاب داخلِ جنت کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔(مشکوٰۃ)

﴿ز﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ رَبِّیْ فَوَعَدَنِیْ اَنْ یُّدْخِلَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًاعَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃِ الْبَدْرِ۔(رَوَاہُ بَیھَقِیُّ وَالْبَزَّازُ وَالطَّبَرَانِیُّ وَاَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخلِ جنت کرے گا۔

(بیہقی، بزاز اور طبرانی اور احمد)

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطاء کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورۂ توبہ رکوع/۷ میں فرماتا ہے:

وَلَوْاَنَّھُمْ رَضُوْامَآاٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْاحَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ۔

﴿ترجمہ﴾اور کیا اچھا ہوتا اگر اسی پر راضی ہوجاتے منافق جوان کو دیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اور کہتے کہ ہم کو اللہ بس ہے، آگے کو بہتیرا دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتًا فرمادیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائے گا اور اس کا رسول بھی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول کو بھی شریک فرماتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے، اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِمدٰاد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرِک ہوسکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کے عین مطابق اِمدٰاد طلب کررہا ہے؟۔

﴿۶﴾ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورۂ توبہ رکوع/۱۰ میں فرماتا ہے:

﴿اِنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ﴾۔

﴿ترجمہ﴾ یہ کہ ان کو کردیا دولت مند اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا جس نے بظاہر ہمارے فریقِ مخالف کے لئے مشکل پیدا کردی ہے۔ مگر نافہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر ان کے پاؤں صراطِ مستقیم سے پھسلاتے ہیں، جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہوسکتا ہے، حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا:

اللہ تعالیٰ سورۂ تحریم رکوع/۱ میں فرماتا ہے:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَالِكَ ظَهِيْرٌ﴾.

﴿ترجمہ﴾ تو اللہ تعالیٰ اس (رسول) کا رفیق ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور نیز فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مددگار بناتا ہے تو اب اگر ان مددگاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہوسکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل اور صالحین کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اِمْدَاد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے، تو پھر اولیاء اللہ سے اِمْدَاد طلب کرنا کس طرح شرک ہوسکتا ہے۔

﴿۸﴾ اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو شریک کرنا:

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ رکوع/۸ میں فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾.

﴿ترجمہ﴾ پس تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہمیشہ خشوع کرتے ہیں اور جو دوستی کرے گا اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے تو بے شک اللہ والے ہی غالب ہیں۔

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور مسلمانوں کو شریک کیا، جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس معیت میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین کی عزت وتوقیر ثابت ہوتی ہے، اور ان سے اِمْدَاد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہی ایک نکتہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا، اولیاءِ کرام انبیاء علیہم السلام سے اِمْدَاد واِعانت طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی اِعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر اِمْدَاد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے اِمْدَاد کے طالب

ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اُن کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بتوں کے ساتھ اولیاء اللہ کو تشبیہ دینا یا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا صریحاً تحریفِ قرآن اور کفر ہے۔

﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ مومن رکوع/۱، میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾.

﴿ترجمہ﴾ جو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو عرش کے گرداگرد ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں ایمان والوں کے لئے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوقِ خدا کی سفارش کرنا ہے۔

﴿ مَن يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ﴾.(سورہ نساء)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص سفارش کرے نیک بات میں اس کو ملے گا اس میں حصہ۔ (سورۂ نساء رکوع/۱۱)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا اس پر خدا کی نعمتیں نازل ہوں گی۔

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اور ایک دوسرے کے مددگار بنو نیک اور پرہیزگاری کے کاموں میں۔

ذرا لفظِ برّ اور تقوٰی پر غور وخوض کریں کہ کیا برّ اور تقوٰی خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عقلِ سلیم والا تو خود ہی بول اُٹھے گا کہ واقعی برّ اور تقوٰی تو خدا نہیں ہیں، لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجودِ پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق اِستمداد و اِمداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے:

﴿۱﴾ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ۔

﴿ترجمہ﴾ خیر طلب کرو خوش رُو لوگوں کے پاس۔

﴿۲﴾ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ وَالْحَوَائِجَ مِنْ حِسَانِ الْوُجُوْهِ.

﴿ترجمہ﴾ نیکی اور حاجتیں خوبصورت لوگوں سے مانگو۔

﴿۳﴾ حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَدْسَمِعْنَا نَبِيَّنَا قَالَ قَوْلًا هُوَ لِمَنْ يَّطْلُبُ الْحَوَائِجَ رَاحَةٌ اِغْتَدُوْا وَاطْلُبُوا الْحَوَائِجَ مِمَّنْ زَيَّنَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بِصَبَاحَةٍ۔

﴿ترجمہ﴾ بے شک ہم نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔ (رواہ العساکری)

﴿۴﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنْ رُحَمَاءِ اُمَّتِيْ تَعِيْشُوْا فِيْ اَكْنَافِهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ میرے نرم دل اُمّتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظلِ عنایت میں آرام کروگے۔ (مستدرک)

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نیک اُمّتیوں سے اِستعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر واحسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے۔ اور تم ان کے سایۂ عاطفت میں عیش اُٹھاؤ گے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت اِستعانت کی ہوگی؟

شُستہ رویاں نیز مے شویند گہ از دل غبار　　نو خطے ہر جانبا شد روئے زیبا ہم خوش ست

﴿ترجمہ﴾ صاف چہرے والے بھی کبھی دل سے غبار دھو لیتے ہیں نو خیز ہر جگہ میسر نہیں آتے حسین چہرہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خوب صورت خوب سیرت ہوتا ہے۔

نکورُو میکشد از خوئے بد پائے　　چہ خوش گفت آں نکو روئے نکو رائے

﴿ترجمہ﴾ خوبصورت لوگ (کبھی) بدخوبی کو ترک کر دیتے ہیں اس حسین سیرت والے نے کیا ہی اچھا کہا۔

کہ ہر کس درجہاں نیکو ست رویش　　بسے بہتر زروئے اوست خویش

﴿ترجمہ﴾ ہر وہ شخص کہ دنیا میں اس کا چہرہ خوبصورت ہے اس کے ایسے چہرے سے اس کی عادت بہت اچھی ہوتی ہے۔

﴿۵﴾ طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰى ذَوِي الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِيْ تُرْزَقُوْا وَتُنْجَحُوْا بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ رَحْمَتِيْ فِيْ ذِوِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِيْ وَلَاتَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ فَلَاتُرْزَقُوْا وَلَاتُنْجَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ سُخْطِيْ فِيْهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کروگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مرادیں نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن پر میرا غضب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہئے جن کے دل نرم ہیں، لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہئے، پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا:

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ قصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) شہر کے اندر آئے ایسے وقت کہ وہاں کے لوگ بے خبر تھے، تو پایا وہاں دو آدمیوں کو کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ ایک تو ان کی قوم میں کا تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے۔

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾.

﴿ترجمہ﴾ پس حضرت موسیٰ سے مدد مانگی اُس نے جو اُن کی قوم میں کا تھا اس دوسرے شخص پر جو دشمنوں میں سے تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دشمن کو مُکّہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

دیکھئے ایک اُمّتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتًا پایا جاتا ہے، اگر اس قسم کی اِستِعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرما دیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادتِ غیر کو جا بجا منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطورِ سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالمِ اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے اِستِمداد کے جواز پر استدلال:

اللہ تعالیٰ سورۂ وَالضُّحٰی میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اور سائل کو جھڑکو نہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو جھڑکو نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔

پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑکو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

کہ اگر کوئی سائل کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو میرے دروازے پر بھیجو کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روائی کرنے والا

ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنی مانگنے میں سب کچھ داخل ہے خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اس کی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآنِ مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت و بلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمولِ حقیقت کر کے موجبِ شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔

شواہد الحق میں ہے:

وَالْمُسْتَغَاثُ بِهٖ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسِطَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُسْتَغِيْثِ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ مُسْتَغَاثٌ بِهٖ وَالْغَوْثُ مِنْهُ خَلْقًا وَّاِيْجَادًا وَالنَّبِيُّ مُسْتَغَاثٌ وَّالْغَوْثُ مِنْهُ سَبَبًا وَّكَسْبًا وَّمُسْتَغَاثٌ بِهٖ وَبِالْجُمْلَةِ فَاِطْلَاقُ لَفْظِ الْاِسْتِغَاثَةِ لِمَنْ يَّحْصُلُ مِنْهُ غَوْثٌ وَّلَوْ سَبَبًا وَّكَسْبًا اَمْرٌ مَّعْلُوْمٌ لَّاشَكَّ فِيْهِ لُغَةً وَّشَرْعًا۔

﴿ترجمہ﴾ حقیقتاً ایسا فریاد رس اللہ تعالیٰ ہی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض وسیلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فریاد رس ہونا بمعنی ایجاد اور خلقِ شے کے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمعنی سبب اور کسب کے، بہر صورت غیر اللہ کے لئے اِستغاثہ اور اِستعانت کا لفظ بمعنی مذکور بولنا ایک بدیہی امر ہے اور لغت اور شریعت سے ثابت ہے۔

بہر صورت یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ سے کسی چیز میں استعانت کرنا ہرگز موجب کفر و شرک نہیں، غیر اللہ کو ایک سفیرِ محض اور ذریعۂ اِجابت متصوّر کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ امر کہ یہ اِعانت و وسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پر موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کونسا شرک ہے کہ جس کے اِرتکاب سے انسان دائرۂ اِسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لہٰذا اب مختصراً اس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح

شرک لغت میں ''با کسے شریک شدن'' کہتے ہیں۔

اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود و محیطِ کل ہے اسی طرح کسی نبی یا رسول یا ولی وغیرہ کو بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفاتِ کمالیہ کا مستجمع اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزّہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا

اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

(سورۂ حج رکوع /۴)

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرے گویا وہ آسمان سے گر پڑا (یعنی بلندیٔ ایمان سے اور توحید سے پستیٔ شرک و کفر میں گر پڑا)، یا ہوا نے اس کو کسی اور جگہ لے جا کر پھینک دیا۔ (یعنی وہ رحمتِ الٰہی سے دور ہوا)۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء رکوع /۱۸ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا م بَعِيْدًا﴾.

﴿ترجمہ﴾ اللہ یہ تو معاف کرتا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جو اللہ کا شریک گردانے تو بے شک وہ دُور بھٹک گیا۔

﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ سورۂ لقمان رکوع /۲ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِذْقَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَيَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اور جب لقمان نے کہا اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کرتا تھا کہ بیٹا شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا، کچھ شک نہیں کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ یعنی سب سے بڑھ کر گناہ ہے۔

قرآنِ مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدتِ حظر کو بالفاظِ صریح بیان فرمایا گیا ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہ شریک ٹھہراؤ اللہ کا کسی کو اگرچہ تو قتل کیا جائے اور تو جلا دیا جائے۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابلِ معافی نہیں ہے۔

﴿۲﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْاَتَيْتَنِىْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِىْ لَاتُشْرِكُ بِىْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً (رَوَاهُ التِّرْمَذِىُّ) [۱]

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے: فرمایا اللہ تعالیٰ نے

---

[۱] الترغیب والترہیب، ج ۲/، ص ۴۶۷/ ۔ دار احیاء التراث بیروت۔

اے آدم کے بیٹے! بے شک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر، پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بے شک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

شرک کی تشریح اور معیار:

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے۔ اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن وحدیث ناطق نہ ہوں اس کو خواہ مخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ دینا سراسر حماقت اور نادانی ہے، کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ایہامِ شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرۂ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا، مثال کے طور پر دیکھئے:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب کسی غیر کو موجود ہرگز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود، لہٰذا غیر اللہ معدومِ محض ٹھہرے گا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم ہے تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہمِ شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا)، رحیم (رحم کرنے والا)، کریم (بخشش کرنے والا) ہے، تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اندھا، بے ترس بخیل اور گمراہ وغیرہ ہوگا، علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾۔

یعنی مومنین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت شفقت کرنے والے اور رحم دل ہیں۔

اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم ورؤف، بشیر ونذیر، سمیع، بصیر وغیرہ اسماء وصفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیلِ اطلاق کو جائز قرار دیا، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ایہامِ شرک کی تعلیم دی ہے نہیں ہرگز نہیں، کیا کوئی عقل مند یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرمائے اور اسی ہی کی اجازت بھی دے، پھر کس قدر یہ امر پُر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ امرِ غیر واقعی منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقتِ واقعی یہ ہے کہ محض تخیُّلاتِ کاسدہ اور ظنّیاتِ فاسدہ سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ایہامِ شرک کی بے معنی آڑ لے کر قرآن وحدیث کی غیر معمولی تحریف کی جاتی ہے، کیونکہ ایہامِ شرک اگر واقعی کوئی حقیقت رکھتا اور شریعت غرّاء میں اس کا اعتماد اور اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن وحدیث میں اس کی تصریح موجبِ تفریع ہوتی، پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہِ راست سے پھسل جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی کیسے تصوّر ہو سکتا ہے کہ اس کو قصداً وارادتاً ترک کر دیا گیا ہے۔

اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماءِ صفاتِ الٰہیہ کو غیر اللہ پر بولا جائے گا مناسب حیثیت سے جانبین اطلاق کریں گے، مثلاً لفظِ عَلِیّ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ پر بولا جائے گا تو علو و رفعتِ ذاتی غیر مستفادی مراد ہوگی، اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائے گا مراد علو و رفعتِ عرضی مستفادی مراد ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی۔ درمختار میں ہے:

جَازَ التَّسْمِيَةُ بِعَلِيّ وَرَشِيْدٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُشْتَرِكَةِ وَيُرَادُ فِيْ حَقِّنَا غَيْرُ مَايُرَادُ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

﴿ترجمہ﴾ علی و رشید وغیر ہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے گو یہ نام بطریقہء اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں۔

بہر صورت مَطْلَع بالکل صاف ہے کہ دلائلِ شرعیہ اور نصوصِ قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیالِ ایہامِ شرک ممانعت کا اطلاق ہرگز ثابت نہیں اور جبکہ ادلّہ ءشرعیہ کسی حکم سے ساکت ہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرما رہی ہیں تو کسی کو بزعمِ خود یہ کیسے حق حاصل ہوسکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم چاہے ایجاد کر لے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے، ہاں جس لفظ کے اِطْلَاق سے شریعتِ غرّاء نے ممانعت فرما دی ہے وہ بے شک منع ہوگا۔ جیسے لفظ "اللہ" کا کبھی غیر اللہ پر بولا نہیں جاتا علیٰ ہٰذا القیاس خالق، معبود، مالکِ مطلق وغیرہا بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے، کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے۔

آگے ہم قرآن مجید و حدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں، جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہءِ اِسْتِمْدَاد و توسُّل کا اِسْتِبْعَاد رفع ہوسکتا ہے بشرطیکہ ان میں شمّہ بھر انصاف ہو۔

توسّل واِستمداد کی اقسام اور اُن کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ رکوع/۶ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ۔﴾

﴿ترجمہ﴾ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرّب کیا جائے، عام ازیں کہ ذات ہو یا فعل یا قول، وسیلہ کو مختص باَفعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذواتِ فاضلہ کو افعالِ صادرہ پر بدرجہا تفضیل ہے، خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اَفعال کو ان کی ذاتِ بابرکات سے کیا مناسبت؟ پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے، صاحبِ مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ ہونے پر سند لاتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب منصبِ امامت میں تحریر فرماتے ہیں:

مُراد از وسیله شخصے است که اقرب الی الله باشد در منزلت۔

﴿ترجمہ﴾ وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ قریب ہو۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، چونکہ توسّل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں اس لئے قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ اور اَقوالُ الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

توسّل اور اِمداد کی تین قسمیں ہیں:

﴿اوّل﴾ توسّل بالاَعمال یعنی عملِ صالحہ سے توسّل کرنا۔

﴿دوم﴾ توسّل بالجاہ یعنی انبیاءِ علیہم السلام واولیاءِ کرام کے جاہ ورتبہ کے ذریعے توسّل اور اِستغاثہ کرنا خواہ وہ مقدورِ بشر ہو یا نہ ہو۔

﴿سوم﴾ انبیاءِ علیہم السلام واولیاءِ کرام سے دعاء یا سفارش کی درخواست کرنا۔

﴿۱﴾ خدمتِ والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسّل سے قبولیتِ دعاء:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ یَتَمَاشُوْنَ اَخَذَھُمُ الْمَطَرُ فَاَوَوْا اِلٰی غَارٍ فِیْ جَبَلٍ .... فَانْطَبَقَتْ عَلَیْھِمْ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْھَا صَالِحَۃً لِلّٰہِ فَادْعُوا اللّٰہَ تَعَالٰی بِھَا لَعَلَّہٗ یُفَرِّجُھَا عَنْکُمْ۔

فَقَالَ اَحَدُهُمْ "اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ كَبِیْرَانِ وَامْرَاَتِیْ وَلِیْ صِبْیَةٌ صِغَارٌ اَرْعٰی عَلَیْهِمْ فَاِذَا اَرَحْتُ عَلَیْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَاْتُ بِوَالِدَیَّ فَسَقَیْتُهُمَا قَبْلَ وَلَدِیْ وَاَنِّیْ نَاٰیَ بِیْ ذَاتَ یَوْمِ الشَّجَرُ فَلَمْ اٰتِ حَتّٰی اَمْسَیْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْنَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا مِنْ نَّوْمِهِمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْقِیَ الصِّبْیَةَ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْیَةُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَقَدَمَیَّ فَلَمْ یَزَلْ ذَالِكَ دَاْبِیْ وَدَاْبُهُمْ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً" نَرٰی مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا فُرْجَةً فَرَاَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ.

وَقَالَ الْاٰخَرُ "اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِیْ ابْنَةُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَایُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ اِلَیْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰی اٰتِیَهَا بِمِائَةِ دِیْنَارٍ فَتَعِبْتُ حَتّٰی جَمَعْتُ مِائَةَ دِیْنَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّاوَقَعْتُ بَیْنَ رِجْلَیْهَا قَالَتْ یَاعَبْدَاللّٰهِ! اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَاتَفْتَحِ الْخَاتَمَ اِلَّابِحَقِّهَا فَقُمْتُ عَنْهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً" فَفَرَجَ لَهُمْ.

وَقَالَ الْاٰخَرُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِیْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّاقَضٰی عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ فَرَقَهٗ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهٗ حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّرِعَائَهَا فَجَاءَ نِیْ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَاتَظْلِمْنِیْ حَقِّیْ قُلْتُ اذْهَبْ اِلٰی تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَاتَسْتَهْزِءْ بِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَااَسْتَهْزِءُ بِكَ خُذْ ذَالِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَ هَا فَاَخَذَهٗ فَذَهَبَ بِهٖ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مَابَقِیَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مَابَقِیَ.[1]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مشکوٰۃ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی، اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غار میں جا گھسے، خدا کی قدرت اس غار کے منہ پر ایک پتھر آ گیا جس سے غار کا منہ ڈھک گیا، پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو تا کہ اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھولے:

تو ایک نے کہا کہ خداوندا! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا جب گھر آتا تو دودھ دوھ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو، ایک روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہو گئی، والدین سو گئے، میں دودھ دوھ کر دودھ کا برتن لئے والدین کے سرہانے آ کھڑا ہوا، ادب سے ان کو اُٹھا نہ سکا، اور یہ امر مجھے پسند نہ تھا کہ خلافِ معمول بچوں کو پہلے پلاتا، بچوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اُٹھا دے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اس قدر پتھر اٹھ گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا۔

اور دوسرے نے کہا: خداوندا! مجھے اپنی چچا زاد بہن سے وہ شدید عشق تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے، میں نے اس سے وصال چاہا، اس نے کہا: کہ اگر سو اشرفیاں دو تو مضائقہ نہیں۔ میں نے نہایت محنت سے سو اشرفیاں جمع کر کے اسے دیں جب میں وصل کے لئے اس کے

[1] مسلم، رقم الحدیث، ۶۹۴۹۔

سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر میرے ساتھ زنا نہ کر، تو میں اسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا تو پتھر کو کچھ اُٹھا، اب ایک ثلث پتھر اوپر آ گیا:

اور تیسرے نے کہا کہ خداوند! میں نے ایک مزدور سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر ٹھہرایا، جب اس نے مزدوری کر کے اپنی اُجرت چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے وہ ناخوش ہو کر چلا گیا، پھر میں اس دھان کو علیحدہ بوتا رہا، اس میں سے جو کچھ فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا، یہاں تک کہ اس سے بیل اور چرواہے وغیرہ مہیا کئے، ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا، میں نے کہا کہ یہ سب لے جاؤ، اس نے کہا کہ خدا سے ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مسخری نہیں کرتا، غرض وہ سب لے گیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو اُٹھا دے چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب الگ ہو گیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاسْتَدَلَّ اَصْحَابُنَا بِهٰذَا عَلٰى اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَّدْعُوَ فِيْ حَالِ كُرْبَةٍ وَّفِيْ دُعَاءِ الْاِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهٖ بِصَالِحِ عَمَلِهٖ وَيَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِهٖ لِاَنَّ هٰؤُلَاءِ فَعَلُوْهُ فَاسْتُجِيْبَ بِهِمْ وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَعْرَضِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَجَمِيْلِ فَضَائِلِهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ ہمارے اصحاب نے حدیثِ غار سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ انسان کے لئے مستحب ہے کہ اپنی تکلیف میں یا دعائے استسقاء وغیرہ میں اپنے اعمال صالحہ سے دعاء کرے اور اعمالِ صالحہ کو انجاحِ مرام کا وسیلہ کرے، اس لئے کہ اصحابِ غار نے ایسا ہی کیا تھا، چنانچہ ان کی دعاء قبول ہوئی اور اس قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ثناء اور فضائل میں ذکر کیا۔

پس جب اعمال سے توسّل جائز ہوا تو ذواتِ مقدسہ سے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

﴿۲﴾ عبادتِ صبح وشام سے استعانت کرنا:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْئٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِستعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات رہے کی عبادت سے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ سحری اور قیلولہ سے اِستعانت کرنا:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ).

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سحری کے کھانے

سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مدد لو۔(مشکوٰۃ)

عَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِیْنُوْا عَلَی الرِّزْقِ بِالصَّدَقَةِ. (رَوَاهُ دَیْلمی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِستِعانت کرو صدقہ سے رزق کے لئے۔(مسند الفردوس)

﴿۴﴾ عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِیْنُوْا عَلَی النِّسَاءِ بِالْعُرْیِ فَاِنَّ اِحْدٰهُنَّ اِذَا كَثُرَتْ ثِیَابُهَا وَحَسُنَتْ زِیْنَتُهَا اَعْجَبَهَا الْخُرُوْجُ .(رواہ ابن عدی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِستِعانت کرو عورتوں کی (خانہ نشینی) میں انہیں ننگا رکھنے سے کیونکہ جب ان کی پوشاک زیادہ ہوں اور ان کی آرائش خوب ہو تو ان کو باہر پھرنا پسند ہوتا ہے۔

﴿۵﴾ صبر اور نماز کے توسُّل سے اِمدَاد طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے اِمدَاد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ سورۂ بقر رکوع/ ۵ میں اور سورۂ توبہ رکوع /۵ میں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ .﴾

﴿ترجمہ﴾ مدد طلب کرو صبر اور نماز سے۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، جیسا کہ خود قرآنِ مجید ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:

﴿اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ﴾. (اعراف رکوع /۱۵)

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد طلب کرو (جیسے سیاقِ آیت سے ظاہر ہے) اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں، کیونکہ حرفِ ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے، اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

اب ناظرین عقلِ سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور بالضرور صحیح ہوگا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توسُّل سے اِمدَاد طلب کی جاتی ہے:۔

خاصانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

توسّل بالجاہ

جب کسی بزرگ ترین ہستی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے اور اس کے رحم وکرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب فرد کی جاہ وعزت کا واسطہ دیا جاتا ہے تو یہ توسّل بالجاہ ہے بارگاہِ حق میں اسی قسم کا توسّل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ:

﴿۱﴾ حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کے توسّل سے مغفرت چاہنا:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّااقْتَرَفَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَارَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَّمَاغَفَرْتَ لِیْ فَقَالَ اللّٰهُ يَااٰدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا؟ وَّلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ رَبِّ لِاَنَّکَ لَمَّاخَلَقْتَنِیْ بِيَدِکَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُّوْحِکَ رَفَعْتُ رَأْسِیْ فَرَاَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا "لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فَعَرَفْتُ اَنَّکَ لَمْ تَضِفْ اِلٰى اسْمِکَ اِلَّااَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْکَ فَقَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَااٰدَمُ اِنَّهٗ لَااَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ مِنْهُ اِذَاسَاَلْتَنِیْ بِحَقِّهٖ فَقَدْغَفَرْتُ لَکَ وَلَوْلَامُحَمَّدٌ مَّاخَلَقْتُکَ. (رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِیُّ وَالطَّبَرَانِیُّ وَالدَّيْلَمِی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام خطا کے مرتکب ہوئے تو دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا؟ عرض کیا اے پروردگار! اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں ڈالی میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پہ لکھا دیکھا کہ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پس میں نے سمجھ لیا کہ تو نے ایسے شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا مجھے مخلوق میں اس سے زیادہ محبوب کوئی نہیں جب تم نے ان کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۲﴾ ایک اندھے صحابی رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کے توسّل سے بینا ہو جانا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلًا ضَرِيْرًا اَتَى النَّبِیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِیْ قَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌلَّکَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهٗ وَيَدْعُوَا بِهٰذَا الدُّعَاءِ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْکَ بِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، اِبْنُ مَاجَةَ) [1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اندھا شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں آ کر یوں عرض کرنے لگا: کہ یا رسول اللہ! میری آنکھوں کے واسطے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔

[1] ترمذی، رقم/۳۵۷۸۔ ابن ماجۃ، رقم/۱۳۵۸۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ یہ تیری آنکھیں اسی طرح رہیں تو تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر دعاء کرانا چاہتا ہے تو دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ دعا ہی فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگ:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ! اِنِّیْ قَدْتَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ.

﴿ترجمہ﴾ یعنی الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو نبی الرحمہ ہیں، یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرتا ہوں اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ پوری کی جائے الٰہی پس ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس مقام پر زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے کہ اس دعاء میں اوّل سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا اذن بخشے، چنانچہ وہ حاجت مند کہتا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ.

یعنی اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو نبی رحمت کے ہیں وسیلہ پکڑ کے متوجہ ہوتا ہوں۔

جب وہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت مانگ چکا تو پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا:

یَامُحَمَّدُ! اِنِّیْ قَدْتَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ.

"یعنی یا محمد! یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں اپنی حاجت کے لئے آپ کی شفاعت کا وسیلہ پکڑ کے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت روا ہو۔"

گویا وہ شخص یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلے سے میری اس حاجت کو روا کر دے، جب وہ شخص آپ سے شفاعت کی درخواست کر چکا تو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے یوں عرض کرتا ہے:

اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ.

یعنی اے اللہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میری حاجت روائی میں قبول کر۔

اس حدیث شریف میں وضو اور نماز کا امر فرمایا اور بعض روایتوں میں صرف وضو کا امر فرمانا مروی ہے تو اس میں کیا بھید ہے؟ یہ بھید توسّل کی عظمت اور اہتمامِ شان کا ظہور ہے ورنہ صرف دعا کا پڑھنا کافی تھا، خصوصًا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وامر اور وہ بھی بعد

ردوکد جس میں اِحتمالِ عدمِ قبولیت کی گنجائش کہاں تھی جس کے لئے آدابِ دُعا اور شرائطِ قبولیت کی رعایت کی ضرورت ہوتی۔ اس کے علاوہ مُحدِث کو قرآن مجید پڑھنا روا، اور داعی (دعا کرنے والے) کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مُستَغیث سے فرمایا:

اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ .

یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر اور اگر چاہے تو میں دعاء کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا کہ دعا مانگئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم فرمایا، اس میں کیا نکتہ تھا؟

نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ پہچانیں، آپ کا وسیلہ ہونا جانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور مانیں، اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیمِ توسُّل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجت مند، نامراد اپنی مراد اور حاجت برآری چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پُکارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستِغاثہ کرے اور آپ کے وسیلے اور توسُّل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مراد مانگے، یا خود آپ سے مانگے آپ کو مظہر کامل اکمل عون وقدرت وتصرُّفِ الٰہی سمجھ کر قدرت وتصرُّفِ حق ہونے میں اولیاء اللہ اہلِ کمال سب قائم مقام ہیں اِن کے وسیلہ اور توسُّل سے مراد مانگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے، کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم مُنِیب کا ہوتا ہے خصوصًا جس امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے، جیسے مَانَحْنُ فِیہِ میں مظہرِ عون وقدرت وتصرفِ حق ہونے میں اولیاء اللہ اہلِ کمال سب قائم مقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور جس طرح بوسیلہء رسول مرادیں دین دنیا کی حق تعالیٰ عطاء فرماتا ہے اسی طرح ان اہلِ کمال کے وسیلے سے بھی خلق فائز المرام ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی طرف اشارہ منظور ومدِّ نظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہٖ کچھ حاجت نہ تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے اندھا بینا ہو جاتا۔

اس نابینا کو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

اِنْ کَانَ لَکَ حَاجَۃً فَادْعُ مِثْلَ ذَالِکَ .

یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا، ہماری طرف متوجہ ہونا، ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے توسُّل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہوگی، مراد ملے گی، مشکل آسان ہوگی، مصیبت وبلاٹل جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسُّل مخصوص بحضورِ حضور اور مختص بزمانہءِ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے، غَیْبَت اور حضور اور نزدیک ودور اور زمانہءِ حیات سرورِ کائنات اور بعد وفات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فی جمیع الامور۔ لَکَ میں خطاب بظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل وبینا کے نزدیک عام ہے، ہر مخاطب حاجت مند کو اس طرح کا استعمال یعنی

اطلاقِ خاص اور ارادۂ عام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور محاوراتِ عرب میں قدیماً وحدیثاً شائع وذائع ہے۔ اسی واسطے خود راوی ءحدیث حضرت عثمان بن حُنَیف نے اُس حاجت مند کو یہ طریقِ توسُّل اور دعا تعلیم فرمائی جو حضرت عثمانِ غنی کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس دعا و توسُّل کی برکت سے وہ فوراً مقصود پر فائز اور کامیاب ہوا، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگر لَکَ میں شائبہ تَخْصِیْصٍ بِشَیْءٍ مِّنَ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَالْحُضُوْرِ وَالْحَیَاتِ وَالشَّخْصِ وَغَیْرِھَا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کا عملدر آمد مستمر اسی تعلیم وعمل پر ہرگز نہ ہوتا حالانکہ زمانہءصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک یہ عمل برابر مشائخ طریقت اور صلحائے امت میں چلا آیا اور مروج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابونعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے:

فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ بِبَرَکَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

یعنی وہ نابینا صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کی آنکھیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے منور اور روشن ہوگئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے:

کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ ضَرٌّ.

یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں گویا کہ اُس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہی نہیں ہوا تھا اور وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، معجم صغیر، ابونعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیثِ حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تینوں صورتیں توسُّل کی ثابت ہیں اور باعتبارِ ترکیب اور اختلافِ روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکور ہیں، اس واسطے کہ بِنَبِیِّکَ میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرور ہے ماننا تو صورتِ اولیٰ متحقق ہے اور تقدیرِ عبارت یہ ہوگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِوَجَاهَةِ نَبِیِّکَ یَابِحَقِّ نَبِیِّکَ یَابِحُرْمَةِ نَبِیِّکَ یابِشَفَاعَةِ نَبِیِّکَ یَابِطُفَیْلِ نَبِیِّکَ یَابِوَسِیْلَةِ نَبِیِّکَ یَابِاسْتِعَانَةِ نَبِیِّکَ یَابِوَاسِطَةِ نَبِیِّکَ یَابِاِمْدَادِ نَبِیِّکَ یَابِاسْتِمْدَادِ نَبِیِّکَ یَابِوَسَاطَةِ نَبِیِّکَ.

لِتُقْضٰی میں دو روایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار ''یے'' اور ''تے'' کے ساتھ اور یائے معروف، یا الف مقصورہ، بر تقدیرِ روایتِ یا اگر معروف کا صیغہ پڑھیں تو ضمیر راجع ہوگی طرف اللہ تعالیٰ کے، اور صورت اولیٰ کا ثبوت ہوگا، اگر الف مقصورہ پڑھیں تو نائب فاعل حَاجَتِیْ ہوگا، اور اس صورت میں بھی صورتِ اولیٰ مُبرہن ہے، اور حاصل معنی یہ ہوں گے کہ:

یا اللہ! میں تجھ سے مراد مانگتا ہوں تیرے محبوب کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا کر، تو ان کی سفارش میرے باب میں قبول فرما کر میرا مقصود

برلاء، اور یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے میری مُراد برلائے۔

اور بر تقدیر روایتِ تا اگر صیغہ مجہول پڑھیں تو اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ کے قرینہ سے صورتِ ثانیہ کا تحقُّق بے تکلُّف ہے، اور اگر معروف کا صیغہ لیں اور مخاطب حق تعالیٰ کو کہیں بمقارنتِ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ یا بقرینہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تو بھی صورتِ ثانیہ ثابت ہے، اور مطلب یہ ہوگا کہ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمایئے کہ آپ کی سفارش اور دعا سے اللہ تعالیٰ مجھ کو فائز المرام کرے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ کی دعا اور سفارش مقبول ہے، اور اگر تا کی روایت پر صیغہ معروف کا لے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب ٹھہرائیں بقرینۂ یَا مُحَمَّدُ تو بے شبہ صورتِ ثالثہ موجود ہے۔ اور حاصل مطلب یہ ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اور مراد مانگتا ہوں، مگر یَا حَبِیْبَ اللّٰہ! یا رسول اللّٰہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنایا ہے اور ہم کو اِبْتِغَاءِ وسیلہ کا امر فرمایا ہے، آپ قاسم ہیں اور اللہ تعالیٰ معطی ہے، لہٰذا میں آپ سے مراد مانگتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری مراد برلائیں۔

﴿۳﴾ دعا میں حقِ سائلین سے توسُّل کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے جن میں سے ایک دعا یہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَةً وَّخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّغْفِرَ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَة وَالْبَیْهَقِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ! میں اس حق سے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلین کا ہے اور تیری طرف اپنے اس چلنے کے حق سے، کیونکہ میں تکبر یا ریا سے یا سُمعہ کی غرض سے نہیں نکلا، بلکہ تیرے غضب کے خوف سے اور تیری مرضی چاہنے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو دوزخ سے پناہ دے، اور میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توسُّل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا ہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعاء کا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے:

عَنْ بِلَالٍ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِذَاخَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ "بِسْمِ اللّٰہِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ" "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِیْ ھٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَّلَااَشَرًا وَّلَارِیَاءً وَّلَاسُمْعَۃً خَرَجْتُ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاتِّقَاءَ سُخْطِکَ" "اَسْئَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تُدْخِلَنِیْ الْجَنَّۃَ" (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے "شروع اللہ کے نام سے، میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور نہیں طاقت پھیرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ کے ساتھ، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے توسّل سے جو تجھ پر ہے، اور میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر وخود پسندی اور دکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا میں تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے ڈرنے کے لئے نکلا ہوں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے امن دے، اور مجھے جنت میں داخل کر۔

اس حدیث شریف سے بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام اور تمام مومنین کے ساتھ توسّل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ توسّل کرنا بھی ثابت ہے۔ حدیثِ سابق اور اس حدیث میں اتنا فرق ہے اُس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام امت کو، اور اِس میں عمل ہے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا، اور اُس میں بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا ہے اور اِس میں بِحَقِّ مَخْرَجِیْ ھٰذَا ہے، دونوں کا مطلب واحد۔ مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توسّل ذواتِ انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام کے ساتھ مقدم ذکر کیا ہے اور عملِ صالح کے ساتھ مؤخر، اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توسّل مقدم ہے اور اَعمالِ صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعمِ منکرینِ توسّلِ انبیاء و علیہم السلام اولیاءِ کرام کہ وہ توسّل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں، حالانکہ ذوات کا مرتبہ قطعاً مقدم ہے صفات پر، بلکہ بمقابلہ مقبولینِ الٰہی کے اپنے عملِ صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود تین سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توسّل نہ فرمایا، صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے ساتھ توسّل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توسّل بذوات کو مقدم رکھا توسّل بصفات پر بوجہ اخلاصِ عمل اور جامعیت کے۔

غرض حدیثِ قولی اور فعلی سے توسّل ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا عمل ہے، غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت یا بحقّ فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت برلا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؂

خدایا بحقِّ بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولادِ اطہار کے طفیل ایمان کے کلمہ پر میرا خاتمہ ہو۔

﴿۴﴾ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فقرائے مہاجرین کے توسّل سے دعا کرنا:

امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

درحدیثِ صحاح آمدہ است کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم لَیَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ

الْمُهَاجِرِيْنَ. یعنی پیغمبر خدا علیه وآله الصلوة والسلام درجنگها طلب فتح مے کرد بتوسُّلِ فقراء مهاجرین۔ ایں همه طلب اِمْداد و اِعَانَت است الخ (مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب / ۹۴)

﴿ترجمہ﴾ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صعالیک مہاجرین کے توسُّل سے اِسْتِفْتَاح فرماتے تھے۔ یعنی پیغمبرِ خدا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جنگ وجدل میں غریب مہاجرین کے توسُّل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے، یہ تمام طلبِ اِمْدَاد و اِعانت ہے۔

پس جب خود محبوبِ خدا، سرورِ دوسرا اپنے اُمّتیوں کے توسُّل سے دعا کرتے ہیں تو اُمتیوں کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسُّل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

﴿۵﴾ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا توسُّل :

عَنِ الْاِمَامِ اَبِیْ عِیْسٰی اَنَّهٗ رَاٰی فِی الْمَنَامِ رَبَّ الْعِزَّةِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَسَاَلَهٗ عَمَّا یَحْفَظُ عَلَیْهِ الْاِیْمَانَ وَیَتَوَفَّاهُ عَلَیْهِ قَالَ فَقَالَ لِیْ قُلْ بَعْدَ صَلٰوةِ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَبْلَ صَلٰوةِ فَرْضِ الصُّبْحِ "اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِیْهِ وَجَدِّهٖ وَبَنِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَافِیْهِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَااَللّٰهُ! یَااَللّٰهُ! یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ!۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت امام ابوعیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہو مرتے دم تک، اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو، اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: نمازِ فجر کی سُنّت اور فرض کے درمیان یہ دُعاء پڑھا کرو:

"اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِیْهِ وَجَدِّهٖ وَبَنِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَافِیْهِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَااَللّٰهُ! یَااَللّٰهُ! یَااَللّٰهُ! یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھا بعد نمازِ فجر کے سنت وفرض کے درمیان میں، اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اس کی تعلیم کی، اور امر فرماتے رہے، اور ان کو اس عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر توسُّل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر ہمیشگی اور اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

﴿۶﴾ بارش کے لئے حضور ﷺ سے طلبِ اِمْدَاد:

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اَعْرابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس طلبِ بارش کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

اَتَیْنَاکَ وَالْعَذْرَاءُ یُدْمِیْ لَبَانُهَا   وَقَدْ شَغَلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

یعنی ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونیں کرلی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پرواہے۔

اور آخری شعر یہ تھا ؎

وَلَیْــسَ لَنَـــا اِلَّااِلَیْکَ فِـرَارُنَــا وَاَنّٰـیْ فِـرَارُ الْخَلْـقِ اِلَّااِلَـی الرُّسُلِ

یعنی سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم کس طرف جائیں مخلوق کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اَعْرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھ کر لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی لیکن ؎

دمِ سـوزنـاك از دِلِ بـاخبـر قـوی تـر ز هفتـاد تیـر و تبـر

﴿ترجمہ﴾ باخبر دل سے سوز والی سانس ستر تیروں اور کلہاڑوں سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔

﴿۷﴾ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے توسُّل پر مہرِ تصدیق ثبت فرمانا:

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اَعْرَابی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مینہ برسنے لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے چچا ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوطالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھی اُن کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا: ؎

وَاَبْیَـضُ یُسْتَسْقَـی الْغَمَـامُ بِـوَجْهِـهٖ ثِـمَــالُ الْیَتَـامٰـی عِـصْمَـةٌ لِلْاَرَامِـلِ

﴿ترجمہ﴾ یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے، جو یتیموں کا ماوی اور رانڈوں کا ملجا ہے۔

یہ شعر سُن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دمکنے لگا۔

حضرت ابوطالب کے یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش پر قحط پڑا تھا تو حضرت ابوطالب نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسُّل کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔ (ابن ماجہ)

﴿۸﴾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسُّل سے دعا کرنا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ اِذَاقُحِطُوْا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ "اَللّٰهُمَّ اِنَّاکُنَّانَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّانَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ بِنَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسُّل سے بارش کے لئے دعا کرتے چنانچہ کہتے: الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسُّل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسُّل کرتے ہیں، پس ہم پر بارش برسا دے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔

اس حدیث شریف سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توسُّل کرنا صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسُّل کیا کرتے تھے اور اس توسُّل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتی تھیں ۔

مگسل زاھلِ شوق که واصل شود به بحر خاروخسے که همره سیلاب مے شود

﴿ترجمہ﴾ ذاتِ باری تعالیٰ کا شوق رکھنے والوں سے قطع تعلق نہ کر کیوں کہ وہ خس وخاشاک جو سیلاب کے ہمراہ ہو جاتا ہے وہ بھی سمندر میں جا پہنچتا ہے۔

﴿۹﴾ چیونٹی کے توسُّل سے دعا کا قبول ہونا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَاِذَاھُوَ بِنَمْلَۃٍ رَّافِعَۃٍ بَعْضَ قَوَائِمِھَا اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِاسْتُجِیْبَ لَکُمْ مِّنْ اَجْلِ شَاْنِ ھٰذِہِ النَّمْلَۃِ.[۱]

(رواہ الدارقطنی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نمازِ اِستِسقاء کے واسطے نکلے، پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پس اس نبی نے کہا پھر چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کے سبب سے قبول کی گئی۔ (مشکوٰۃ)

مظاہرِ حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّاخَلْقٌ مِّنْ خَلْقِکَ لَاغَنٰی بِنَا عَنْ رِزْقِکَ فَلَاتُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ.

﴿ترجمہ﴾ الٰہی ہم تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں، پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر۔ (کِتَابُ الصَّلٰوۃِ، باب فِی الرِّیَاحِ)

---

[۱] دارقطنی، ج/۲، ص/۶۶۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

توسُّل بالدعا

انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے سفارش یا دعا کے لئے درخواست کرنا کافہءِ اہلِ سنت میں شائع وذائع ہے: مثلاً:

نَبِیُّ الْوَرٰی ضَاقَتْ بِیَ الْحَالُ فِی الْوَرٰی وَاَنْتَ لِمَا اَمَّلْتُ فِیْکَ جَدِیْرٌ

یعنی اے پیغمبرِ عالم! دنیا میں میرا حال نازک ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری مراد برلانے کے اہل ہیں۔

فَسَلْ خَالِقِیْ تَفْرِیْجَ کَرْبِیْ فَاِنَّہٗ عَلٰی فَرْجِیْ دُوْنَ الْاَنَامِ قَدِیْرٌ

پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کردے کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات آسان کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔

اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحبِ بصیرت کو کلام نہیں ہے کیونکہ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام بے شبہ بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہیں، اوران کی سفارش اور دعا بھی غالباً مقبول ہے ؎

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست فانی است و گفتِ او گفتِ خداست

﴿ترجمہ﴾ شیخ کی وہ دعا ہر عام دعا کی مانند نہیں ہے، وہ تو فنافی اللہ ہوتا ہے اس کا کہا خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

چوں خدا از خود سوال و گد کند پس دعائے خویش را چوں رد کند

﴿ترجمہ﴾ جب خدا اپنے آپ سے سوال اور مطالبہ کرے تو وہ اپنے مطلوب کو کیوں رد فرمائے گا۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگرست آں دعا ردنیست گفتِ داورست

﴿ترجمہ﴾ عشقِ حق میں بےخود لوگوں کی دعا اور ہی ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں ہوتی وہ تو خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں اوفناست آں دعا وآں اجابت از خداست

﴿ترجمہ﴾ وہ دعا (بندے کی زبان سے) خود خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنافی اللہ ہوتا ہے، وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ بزرگانِ دین کی حیات وممات میں توسُّل جائز ہے:

حضرت ابوعبداللہ بن نعمان مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامِ میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ کُلًّا مِّنَ الْاِسْتِغَاثَۃِ وَالتَّوَسُّلِ وَالتَّشَفُّعِ وَالتَّوَجُّہِ وَاقِعٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَعْدَ خَلْقِہٖ فِیْ مُدَّۃِ حَیَاتِہٖ فِی الدُّنْیَا وَبَعْدَ مَوْتِہٖ فِیْ مُدَّۃِ الْبَرْزَخِ وَفِیْ عَرَصَاتِ الْقِیٰمَۃِ .[1]

---

[1] الانوار المحمدیۃ، ص۶۰۴، بیروت۔

﴿ترجمہ﴾ بذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فریاد کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہو گا قبل پیدائش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔

﴿۲﴾ دوسری تائید:

قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:

وَيَنْبَغِيْ لِلزَّائِرِ اَنْ يُكْثِرَ مِنَ الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالْاِسْتِغَاثَةِ وَالتَّشَفُّعِ وَالتَّوَسُّلِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَدِيْرٌ بِمَنِ سْتَشْفَعَ بِهٖ اَنْ يُشَفِّعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ هِيَ طَلَبُ الْغَوْثِ فَالْمُسْتَغِيْثُ يَطْلُبُ مِنَ الْمُسْتَغَاثِ بِهٖ اَنْ يُّحْصَلَ لَهُ الْغَوْثُ مِنْهُ فَلَافَرْقَ بَيْنَ اَنْ يُّعَبِّرَ بِلَفْظِ الْاِسْتِغَاثَةِ اَوِالتَّوَسُّلِ اَوِالتَّشَفُّعِ اَوِالتَّجَوُّهِ اَوِالتَّوَجُّهِ ثُمَّ اِنَّ كُلًّا مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ اَوِالتَّوَسُّلِ اَوِالتَّشَفُّعِ اَوِالتَّجَوُّهِ اَوِالتَّوَجُّهِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... وَاقِعٌ فِيْ كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَبَعْدَ خَلْقِهٖ فِيْ مُدَّةِ حَيَاتِهٖ فِي الدُّنْيَا وَبَعْدَ مَوْتِهٖ فِيْ مُدَّةِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ وَفِيْ عَرَصَاتِ الْقِيٰمَةِ۔[1]

﴿ترجمہ﴾ اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو، پس اللہ تعالیٰ اِن کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا، اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے، وسیلہ پکڑنے، شفیع کرنے، وجاہت کو ذریعہ کرنے اور مرتبہ کو وسیلہ کرنے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے آپ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اُٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔

﴿۳﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسُّل کے قائل ہیں:

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت ابنِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

بِـــهٖ قَـــدْ اَجَـــابَ الـــلّٰـــهُ اٰدَمَ اِذْ دَعَـــا وَنُـــجِّـــيَ فِـــيْ بَـــطْـــنِ السَّـــفِـــيْـــنَـــةِ نُـــوْحٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسُّل سے قبول فرمائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کو شکمِ کشتی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

وَمَـــا ضَـــرَّتِ الـــنَّـــارُ الْـــخَـــلِـــيْـــلَ لِـــنُـــوْرِهٖ وَمِـــنْ اَجْـــلِـــهٖ نَـــالَ الْـــفِـــدَاءَ ذَبِـــيْـــحٌ

یعنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نور کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا، اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلے فدیہ قبول ہوا۔

---

[1] زرقانی شرح المواهب اللدنية، ج/۸، ص/۳۱۷، بیروت۔

﴿۴﴾ روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ:

علامہ سامری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ یَاْتِیْ حَائِطَ الْقَبْرِ فَیَقِفُ نَاحِیَتَهٗ وَیَجْعَلُ الْقَبْرَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ وَالْقِبْلَةَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَالْمِنْبَرَ عَنْ یَّسَارِهٖ وَذَکَرَ السَّلَامَ وَالدُّعَاءَ وَمِنْهُ "اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ الْعَزِیْزِ لِنَبِیِّکَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ وَاِنِّیْ اَتَیْتُ نَبِیَّکَ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُوْجِبَ اِلَیَّ الْمَغْفِرَةَ کَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِیْ حَیَاتِهٖ 'اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

﴿ترجمہ﴾ زیارتِ روضۂ نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آکر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے، منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے، اور اس قسم کی دعا ہو کہ "اے اللہ! تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہا ہے کہ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ (جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے واسطے بخشائش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اور تحقیق میں تیرے نبی کے پاس آیا ہوں بخشائش چاہنے والا، پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تو نے ان کے واسطے واجب کیا جو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب:

اعتراض...... صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

لَاتَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا۔ یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا و سلام کے لئے آنے کی عادت ہو، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

جواب...... اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبداللہ بن نافع مجروح ہے، چنانچہ اول تو مسالک الحنفا الی شارع الصلوٰة علی النبی المصطفی میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْ حِفْظِهٖ شَیْئٌ.

﴿ترجمہ﴾ اور کہا امام بخاری نے اس کی قوتِ حافظہ میں کسر ہے۔

وَقَالَ اَحْمَدُ لَمْ یَکُنْ بِذَالِکَ فِیْ حَدِیْثٍ .

﴿ترجمہ﴾ اور امام احمد نے کہا وہ حدیث میں کچھ ایسا لائق نہیں ہے۔

وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ هُوَلَیِّنٌ فِیْ حِفْظِهٖ.

﴿ترجمہ﴾ اور ابوحاتم نے کہا وہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نہی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں:

چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو، جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا، چنانچہ مسالک الحنفا میں ہے:

اَیْ نَھٰی عَنِ الْاِجْتِمَاعِ لِزِیَارَتِہٖ لَاجْتِمَاعِھِمْ کَالْعِیْدِ کَمَا کَانَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَجْتَمِعُ لِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ اَنْبِیَائِھِمْ وَیَشْغَلُوْنَ بِاللَّھْوِ کَمَا یُفْعَلُ فِی الْاَعْیَادِ.

﴿ترجمہ﴾ لوگوں کو آپ کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے، چنانچہ مسالک الحنفا میں ہے:

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ نَھْیُہٗ فِیْ جِھَۃِ الْمَشَقَّۃِ الْحَاصِلَۃِ مِنَ الْاِجْتِمَاعِ.

﴿ترجمہ﴾ اور احتمال ہے کہ آپ کی ممانعت اس مشقت کی بنا پر ہو جو اجتماع سے ممکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے، چنانچہ مسالک الحنفا میں ہے۔

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ الْعِیْدُ اسْمًا مِّنَ الْاِعْتِیَادِ یَعْنِیْ لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ مَحَلَّ اعْتِیَادٍ یَعْتَادُوْنَہٗ لِمَا یُؤَدِّیْ ذَالِکَ اِلٰی سُوْءِ الْاَدَبِ وَارْتِفَاعِ الْحَشْمَۃِ.

﴿ترجمہ﴾ اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو، یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ، اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور زوال رعب ہوگا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے گاہے نہ آیا کرو، چنانچہ مسلک الحنفا میں ہے:

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُرَادُ الْحَثَّ عَلٰی کَثْرَۃِ زِیَارَتِہٖ وَلَا یَجْعَلَ کَالْعِیْدِ الَّذِیْ لَایَاْتِیْ فِی الْعَامِ اِلَّا مَرَّتَیْنِ.

﴿ترجمہ﴾ اور ممکن ہے کہ کثرتِ زیارت کی تاکید مقصود ہو، اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔

﴿۵﴾ آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا توسّل :

شفا قاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ یَزُلْ عَنْکَ.

﴿ترجمہ﴾ ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا۔

فَصَاحَ یَامُحَمَّدَاہُ.

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: یَامُحَمَّدَاہُ !

فَانْتَشَرَتْ.

ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آ گئی اور وہ درست ہوگیا۔

دیکھئے اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے ۔

آب خواہ از جُو بجُو خواہ از سبُو   کاں سبُو راھم مدد باشد ز جُو

﴿ترجمہ﴾ پانی خواہ نہر سے لے خواہ صراحی سے درحقیقت وہ پانی نہر کا ہی ہوگا کیوں کہ صراحی کی مدد بھی نہر سے ہوتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی زخور   نور مہ ھم ز آفتاب است اے پسر

﴿ترجمہ﴾ نور خواہ چاند سے مانگ خواہ سورج سے طلب کر اے لڑکے! چاند کا نور بھی سورج کی وجہ سے ہے۔

﴿۶﴾ یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے توسُّل سے فتح و نصرت طلب کرنا:

اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ رکوع/۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَکَانُوْامِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔﴾

﴿ترجمہ﴾ اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

وَکَانُوْا یَعْنِیْ الْیَھُوْدَ (مِنْ قَبْلُ) اَیْ مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُوْنَ اَیْ یَسْتَنْصِرُوْنَ بِہٖ (عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا)یَعْنِیْ مُشْرِکِی الْعَرَبِ وَذَالِکَ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَااَحْزَنَھُمْ اَمْرٌ وَّدَھَمَھُمْ عَدُوٌّ یَّقُوْلُوْنَ "اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُصِفَتَہٗ فِی التَّوْرَاۃِ فَکَانُوْا یُنْصَرُوْنَ.[1]

﴿ترجمہ﴾ یہود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے تھے، جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہماری مدد کر اس نبی کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔ (تفسیر مدارک و روح البیان و تفسیر عزیزی)

﴿۷﴾ حضرت ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذاء نہ دینا:

محمد بن مُنْکَدِر سے روایت ہے کہ سرزمینِ روم میں سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آ گیا، آپ نے اس سے فرمایا:

یَااَبَاالْحَارِثِ اَنَامَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ کَیْتَ وَکَیْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہٗ بَصْبَصَۃً حَتّٰی قَامَ

---

[1] تفسیر خازن، ج/۱، ص/۶۹۔ اکوڑہ خٹک۔

اِلٰی جَنْبِہٖ کُلَّمَا سَمِعَ صَوْتاً اَھْوٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ حَتّٰی بَلَغَ الْجَیْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

﴿ترجمہ﴾ اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آ جاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے، غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

﴿۸﴾ میدانِ جہاد میں توسُّل بالنبی ﷺ کا کرشمہ:

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈبھیڑ ہو گئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی اِمْداد کے لئے میدانِ کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا، ادھر اسلامی فوج خوب جاں نثاری کر رہی تھی، اُدھر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے:

یَامُحَمَّدُ! یَامُحَمَّدُ، یَانَصْرَاللّٰہِ! اِنْزِلْ۔

اے محمد! اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے اللہ کی مدد! آ، نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا تھا کہ امدادِ غیب کا نزول ہوا اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہہِ تیغ کیا، سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے، غرض کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصلی وجہ کیا تھی، یہ محض کلمہء یَامُحَمَّدُ! کے پکارنے کی برکت تھی آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آئے۔

میرسد فیض سبک روحاں باطرافِ جہاں

مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

﴿ترجمہ﴾ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہلکے روح والوں کا فیض دنیا کے تمام اطراف میں پہنچ رہا ہے صبح جب روشن ہوتی ہے تو ساری دنیا میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

﴿۹﴾ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام سے توسُّل کرنا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ اَسَدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَکَانَتْ رَبَّتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ اُمُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ دَخَلَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَاْسِھَا وَقَالَ

رَحِمَکِ اللّٰہُ یَااُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ وَذَکَرَ ثَنَائَہٗ عَلَیْھَا وَکَفَّنَھَا بِبُرْدِہٖ وَاَمَرَھُمْ بِحَفْرِ قَبْرِھَا فَلَمَّا بَلَغُوا اللَّحْدَ حَفَرَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ وَاَخْرَجَ تُرَابَہٗ بِیَدِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ "اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّایَمُوْتُ اغْفِرْلِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَّوَسِّعْ عَلَیْھَا مَدْخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (رواہ طبرانی وابن حبان والحاکم وابن ابی شیبہ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی تھی، اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے، پھر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں! اللہ تم پر رحم کرے، اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو ان کی قبر کھودنے کا حکم دیا، جب وہ لحد تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی، پھر جب فارغ ہوئے، تو لحد میں داخل ہوئے، پھر اس میں لیٹ کر فرمایا: اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں، الٰہی میری ماں فاطمہ بنتِ اسد کو بخش دے، اور اس کی قبر فراخ کردے۔ بحق اپنے نبی کے اور بحق ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے ہوئے، بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (جامع کبیر، مدارج النبوۃ)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام سے توسُّل کیا، جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسُّل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جوازِ توسُّل میں کیا تامُّل ہوسکتا ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں حدیث دلیل ست برتوسُّل درھر دو حالت نسبت بآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحالتِ حیات ونسبت بانبیاءِ دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعداز وفات وچوں توسُّل بانبیاءِ دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسیدِ انبیاء علیہ افضل الصلوۃ واکملھا بطریقِ اولی جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسُّل باولیائے خدا نیز بعد از وفاتِ ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے برتخصیصِ حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود۔

﴿ترجمہ﴾ اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسُّل کرنے کی دلیل موجود ہے اور جب دیگر انبیاء صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ توسُّل وفات کے بعد جائز ہوا تو سیدِ انبیاء علیہ افضل الصلوۃ واکملہا کے ساتھ تو بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا، بلکہ اگر اس حدیث شریف کے ساتھ توسُّل باولیائے خدا

بھی ان کے فوت ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں، مگر یہ کہ حضرات رُسل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

﴿۱۰﴾ **ایک اعرابی کا آنحضرت ﷺ کے رُوبرُو آپ کو وسیلہ قرار دینا:**

طبرانی اور شواہد النبوت میں مروی ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے ۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ　　وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے نبی! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر غائب کے محافظ ہیں۔

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً　　اِلَى اللّٰهِ يَاابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ تک تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں۔

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَاخَيْرَ مُرْسَلٍ　　وَاِنْ كَانَ فِيْمَا فِيْهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

ہم کو اے بہترین مرسلین! اس کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتا ہے اگرچہ اس سے بال سفید پڑ جائیں۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَّوْمَ لَاذُوْشَفَاعَةٍ　　بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

اور اس دن میری شفاعت کیجئے جبکہ کوئی شفیع سواد بن قارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں۔

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سواد کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اُس نے آپ کو وسیلہ کیا، بلکہ سکوت فرمایا، جس سے آپ کی وسیلہ کے لئے رضامندی ثابت ہوتی ہے، اور آپ کا وسیلہ ہونا توسُّل کے متقاضی ہے پس آپ سے توسُّل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

﴿۱۱﴾ **وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے توسُّل اور اس کی قبولیت:**

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہء خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمائیے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکران سے فرمایا کہ مینہ برسے گا۔ (مُصَنَّف اِبْنِ اَبِیْ شیبہ، بَیْهَقِی)

﴿۱۲﴾ **بزرگانِ دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے اِمداد فرمانا:**

شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے اِمدَاد کرنے کی یوں کیفیت بیان فرماتے ہیں:

بیاد آور اے تازہ کبکِ دری　　کہ چوں برسرِ خاکِ من بگذری

﴿ترجمہ﴾ یاد رکھ اے نوجوانِ کبک دری! جب میری قبر کے سرہانے سے تو گزرے۔

گیا بینی از خاکم انگیختہ　　سرے سودہ بالیس فروریختہ

﴾ترجمہ﴿ تو میری قبر سے اُگا پڑا گھاس دیکھے گا میرا سر شکستہ ہو چکا ہوگا اور سرہانہ ٹوٹ کے گر پڑا ہوگا۔

نهی دست بر شوشهٔ خاكِ من　　بیاد آری از گوهرِ پاكِ من

﴾ترجمہ﴿ میری قبر کے ایک کنارے پر ہاتھ رکھنا اور میرے پاک خاندان کو یاد کرنا۔

فشانی تو بر من سر شکے ز دور　　فشانم من از آسماں بر تُو نُور

﴾ترجمہ﴿ تو اگر دور سے میری یاد میں آنسو بہائے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور نچھاور کروں گا۔

دعائے تو بر هرچه دارد شتاب　　من آمین کنم تاشود مستجاب

﴾ترجمہ﴿ تیری دعا کو جس چیز کی جلدی ہوگی میں آمین کہوں گا تا کہ وہ قبول ہو جائے۔

درودم رسانی رسانم درود　　بیائی بیائم ز گنبد فرود

﴾ترجمہ﴿ تو میرے لئے دعا کرے گا میں تیرے لئے دعا گو ہوں گا، اور اگر تو آئے گا تو میں گنبد سے نیچے تیرے پاس آ جاؤں گا۔

مرا زنده پندار چُوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن

﴾ترجمہ﴿ مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی ازهم نشینی مرا　　که بینم ترا گر نه بینی مرا

﴾ترجمہ﴿ مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگر چہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

﴾۱۴﴿ شیخ احمد بن زروق مغربی علیہ الرحمہ کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بستان المحدثین [1] میں شیخ احمد بن زرّوق مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی تعریف وتوصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کیے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

اَنَــا لِمُرِيدِىْ جَامِعٌ لِّشَتَاتِهٖ　　اِذَامَاسَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنُكْبَتِهٖ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرتے ہیں۔

وَاِنْ كُنْتَ فِىْ ضَيْقٍ وَّكَرْبٍ وَّ وَحْشَةٍ　　فَنَادِ بِيَازَرُّوْقُ اٰتِ بِسُرْعَتِهٖ

اور اگر تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زرُّوق آ میں فوراً آ موجود ہوں گا۔

مرا زنده پندار چوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی به تن

﴾ترجمہ﴿ مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم کے ساتھ میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از هم نشینی مرا　　که بینم تُرا گر نه بینی مرا

﴾ترجمہ﴿ اپنے ساتھ ہم نشین ہونے سے مجھے فارغ نہ جاں کیوں کہ میں تجھے دیکھوں گا جب کہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

---

[1] بستان المحدثین، ص/۳۲۲۔ کراچی۔

شیخ احمد بن زرّوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا:

''کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی'' ؟

جواب میں میں نے کہا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے''۔

شیخ نے کہا: ''ہاں'' کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء واستمداد کی تائید میں:

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمختار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں: کہ بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر یوں نداء کرے:

یَاسَیِّدِیْ اَحْمَد یَاابْنِ عَلْوَانَ !

تو وہ گم شدہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

﴿۱۴﴾ سید محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ کو نداء کرنے کا واقعہ:

عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لَوَاقِحُ الْاَنْوَارِ فِیْ طَبقَاتِ الْاَخْیَارِ میں تحریر فرماتے ہیں:

''کہ محمد غمری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے ان کے جانور کا پاؤں پھسل گیا، انہوں نے بآوازِ بلند پکارا: یَاسَیِّدِیْ مُحَمَّد غمری! اُدھر بادشاہِ وقت کا ایک ملازم ابنِ عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جا رہا تھا، ابنِ عمر کے کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی، اُس نے اُس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سیدی محمد غمری کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور پیشوا ہیں، وہ میری پکار کو سنتے اور میری اِمْدَاد کو پہنچتے ہیں۔ اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے بآوازِ بلند پکارا ''یَاسَیِّدِیْ مُحَمَّد غمری لَاحِظْنِیْ! یعنی اے میرے سردار! اے محمد غمری! مجھ پر نظرِ عنایت کیجئے۔ ابھی یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ! یہ شخص تکلیف میں ہے، آپ نے فوراً اس کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی، اُسی وقت بادشاہ مع لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتفِ غیب سے آواز آئی کہ ابنِ عمر کو رہا کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے، بادشاہ نے اسی وقت ابنِ عمر کو بلایا اور اس کو مخلصی (رہائی) بخشی اور خلعت وانعام دے کر اس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔

مشو بمرگ ز اِمْداد اہلِ دل نومید   کہ خوابِ مردم آگاہ عین بیداری است

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

خاصانِ حق سے اُن کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا عالمِ اسباب ہے، ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا، چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سونگھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں، علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے، ان سب امور کو کوئی عقلِ سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر، مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل ودانش پر جو ایسی اِمْدَاد کے تو قائل ہیں مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالتِ حیات ہوں یا عالمِ برزخ میں مدد مانگنے کو کفر وشرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ رکوع/۱ میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔﴾

﴿ترجمہ﴾ اور نیکی اور پرہیزگاری میں باہم ایک دوسرے کو مدد دو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کو مدد نہ دو۔

جب خود حق تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہا ہے اور وہ بھی عوام الناس کو تو انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے جو خواص الرِّجال ہیں مدد لینا کیونکر موردِ اعتراض ہوسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بفضلِ خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں

عَنْ رَّبِیْعَۃَ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ بِوُضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ (وَفِیْ رِوَایَۃِ الطَّبْرَانِیِّ یَارَبِیْعَۃُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیْکَ) قَالَ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذَالِکَ قُلْتُ ھُوَ ذٰلِکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سویا کرتا تھا، ایک دن میں حسبِ معمول وضو کے لئے پانی اور آپ کی حاجت کی چیزوں کو لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مانگ، اور طبرانی کی روایت میں ہے اے ربیعہ! مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دوں گا، ربیعہ کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیا کچھ اس کے سوا بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، آپ نے فرمایا: پس مدد کر تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرتِ سجود کے ساتھ۔

اس حدیث شریف سے صراحتًا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار باختیارِ خداداد سمجھ کر یہ سوال کیا، اور آپ نے اپنی ذاتِ مقدس کو اس امر پر قادر بقدرتِ حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا

بلکہ اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ کیا، اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کردینے کے معین تھے، اور جس طریق پر آپ اس آرزو کے برلانے پر جانب اللہ مختار تھے اس پر اس کو ہدایت کردی، اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کردینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمقتضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر انکار فرماتے، مگر آپ نے ان کے سوالِ مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح اَشِعَّةُ اللُّمعَات میں تحریر فرماتے ہیں:

ازاطلاقِ سوال کہ فرمود سَلْ بخواہ تخصیص نہ کرد بمطلوبِ خاص معلوم مے شود کہ کارِ ہمہ بدستِ ہمت و کرامتِ اُوست صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہرچہ خواھد وہر کرا خواھد باذنِ پروردگارِ خود بدھد۔ [1]

فَـاِنَّ مِنْ جُـوْدِکَ الـدُّنْیَـا وَضَـرَّتَہَـا وَمِـنْ عُـلُـوْمِـکَ عِـلْـمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

﴿ترجمہ﴾ اس سوال کے اعلان سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ باہمت وکرامت میں ہیں کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں۔

فَـاِنَّ مِنْ جُـوْدِکَ الـدُّنْیَـا وَضَـرَّتَہَـا وَمِـنْ عُـلُـوْمِـکَ عِـلْـمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بے شک آپ کی بخشش سے دنیا ہے اور اس کی سوکن (عقبیٰ) اور آپ کے علم سے لوح وقلم ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث شریف کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

وَیُوْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْاَمْرَ بِالسُّوَالِ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَکَّنَہٗ مِنْ اِعْطَاءِ کُلِّ مَااَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِ۔ [2]

﴿ترجمہ﴾ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقاً سوال کا حکم دینے سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائنِ حق سے ہر ایسی چیز دے ڈالنے کا اختیار دے دیا تھا جو آپ چاہیں۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگ، اور کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص کرکے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ، بنابریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرمادی تھی، اور آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے، آپ ہر قسم کی مدد فرماسکتے ہیں، ہر طرح کی حاجت روائی کرسکتے ہیں، دنیا وآخرت کی سب مرادیں اور جملہ مطالب ومقاصد کا عطا کرنا آپ کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہے، ورنہ بلاتقیید وتخصیص یہ کیسے فرماتے کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو۔

امام ابنِ سبع وغیرہ علما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی

---

[1] اَشِعَّةُ اللُّمعَات ج/۱،ص/۳۹۶۔ سکھر۔

[2] مرقات شرح مشکوۃ، ج/۲،ص/۳۲۳، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں۔

ایک صحابی نے دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کا سوال کیا:

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بہت سے اشعار پڑھے من جملہ ان کے ایک شعر یہ ہے ؎

وَكُنْ لِّیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَاذُوْشَفَاعَةٍ　　　سِوَاکَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا۔

ابنِ شاہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اِستِعانت فرمانا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَانَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے اِستعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی، پس جب نبی کا دوسرے لوگوں سے اِستعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتًا ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا اِرشاد فرماتے ہیں:

اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِکَ عَلٰی اَمَانَةِ الْمُسْلِمِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾ مسلمان ہوجا تاکہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے اِستعانت کروں۔

جب وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے اِمدَاد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قبائلِ عرب کو مدد دینا:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ رِعْلٌ وَّذَکْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَّبَنُوْلَحْيَانَ فَزَعَمُوْا اَنَّهُمْ قَدْاَسْلَمُوْا وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلٰی قَوْمِهِم فَاَمَدَّهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ بُخَارِیٌّ، مُسْلِمٌ، نَسَائِیٌّ) [1]

[1] بخاری شریف، رقم ۳۰۶۴۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو رعل، بنو ذکوان بنو عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ سے مدد مانگی تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)

غیر اللہ سے اِستمداد کے جواز کا ثبوت:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ صفحہ/۴۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَفعَالِ عادیِ الٰهی را مثل بخشیدنِ فرزند وتوسیعِ رزق و شفاءِ مریض واَمثال ذَالِک رامشرکاں نسبت بارواحِ خبیثه واَصنام مے نمایند وکافر مے شوند و مُوَحِّداں از تاثیرِ اسماءِ الٰهی یاخواص مخلوقاتِ اومے دانند از ادویه وعقاقیر یا دعاءِ صلحاء بندگانِ او که هم از جنابِ او درخواسته انجاحِ مطالب مے کنانند مے فهمند و در ایمانِ ایشاں خلل نمے اُفتد۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے اَفعالِ عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواحِ خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہلِ توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعاء کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اِعتقاد سے اُن کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ مُوَحِّد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے، اور مشرک ارواحِ خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی اِعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو ہوا خاصانِ حق کا اپنے متوسِّلین کو قُرب وحضور میں مدد پہنچانا، اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بُعد وغَیبت میں بھی اپنے متوسِّلین ومستمِدّین کو بقدرتِ حق اور بإعلامِ حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں جس میں تمام انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدہا میل سے مجاہدین کو مدد دی:

عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ عُمَرُ جَيْشًا وَرَأَّسَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ جَعَلَ يُنَادِيْ يَاسَارِيَةُ! اَلْجَبَلَ! ثَلٰثًا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ عُمَرُ فَقَالَ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هُزِمْنَا فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَالِكَ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتًا يُنَادِيْ يَاسَارِيَةُ! اَلْجَبَلَ! ثَلٰثًا فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ اِنَّكَ كُنْتَ تَصِيْحُ بِذَالِكَ. وَذَالِكَ الْجَبَلُ الَّذِيْ كَانَ سَارِيَةُ عِنْدَهُ بِنَهَاوَنْد مِنْ اَرْضِ الْعَجَمِ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي الْاِصَابَةِ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(تاریخ الخلفاء مجتبائی صفحہ/۸۵)

﴿ترجمہ﴾حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم جہاد پر بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام کو اس کا افسر مقرر فرمایا، اس اثناء میں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے: ''کہ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو'' تین مرتبہ، پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم کو شکست ہوگئی تھی، اسی اثناء میں ہم نے آواز سنی ''کہ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو'' تین مرتبہ یہ آواز آئی تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا گیا کہ آپ ہی تو یہی کلمات بآوازِ بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا ارضِ عجم میں نہاوند کے پاس ہے، ابنِ حجر نے اِصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اِسناد حسن ہیں۔

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعینِ خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اُس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے صاف طور سے اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:

اَخْرَجَ بْنُ مَرْدَوَیْہِ مِنْ طَرِیْقِ مَیْمُوْنَ بْنِ مَھْرَانَ عَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ عُمَرَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَعَرَضَ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَنْ قَالَ ''یَاسَارِیَۃَ اَلْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ ظَلَمَ'' فَالْتَفَتَ النَّاسُ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ فَقَالَ لَھُمْ عَلِیٌّ لَیَخْرُجَنَّ مِمَّاقَالَ فَلَمَّافَرَغَ سَاَلُوْہُ فَقَالَ وَقَعَ فِیْ خَلَدِیْ اَنَّ الْمُشْرِکِیْنَ ھَزَمُوا اِخْوَانَنَا وَاَنَّھُمْ یَمُرُّوْنَ بِجَبَلٍ فَاِنْ عَدَلُوْا اِلَیْہِ قَاتَلُوْا مِنْ وَّجْہٍ وَّاحِدٍ وَّاِنْ جَاوَزُوْا ھَلَکُوْا فَخَرَجَ مِنِّی مَاتَزْعَمُوْنَ اَنَّکُمْ سَمِعْتُمُوْہُ قَالَ فَجَاءَ الْبَشِیْرُ بَعْدَ شَھْرٍ فَذَکَرَ اَنَّھُمْ سَمِعُوْا صَوْتَ عُمَرَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ قَالَ فَعَدَلْنَا اِلَی الْجَبَلِ لَفَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْنَا. (ایضًا)

﴿ترجمہ﴾حضرت ابنِ مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، پس اثنائے خطبہ میں کہنے لگے: ''یَاسَارِیَۃَ اَلْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ'' ''اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو، جو شخص بھیڑیئے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا'' تو لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے، جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا؟ فرمایا: میرے دل میں یہ بات آئی کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو پس جائیں گے، بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ کے بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اُن سے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز اسی روز سنی تھی، اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا اس لئے سامعینِ خطبہ نے آپ کو مجنون وفاتر العقل کا خطاب دیا تھا چنانچہ:

اَخرَجَ اَبُونُعَيمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنْ عَمرِو بنِ الحَارِثِ قَالَ بَيْنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْتَرَکَ الْخُطْبَةَ فَقَالَ يَاسَارِيَةَ! اَلْجَبَلَ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلٰثًا، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی خُطْبَتِهِ فَقَالَ اُولٰئِکَ النُّظَرَاءُ مِنْ اِصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْجُنَّ اِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ هُوَ فِیْ خُطْبَتِهِ اِذْقَالَ يَاسَارِيَةَ! اَلْجَبَلَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّكَانَ يَطْمَئِنُّ اِلَيْهِ فَقَالَ لَشَدُّ مَاأَلُوْمُهُمْ عَلَيْکَ اِنَّکَ تَجْعَلُ عَلٰی نَفْسِکَ لَهُمْ مَقَالًا، بَيْنَا اَنْتَ تَخْطُبُ اِذْاَنْتَ تَصِيْحُ يَاسَارِيَةَ! اَلْجَبَلَ، اَیُّ شَیْءٍ هٰذَا؟ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَامَلَكْتُ ذَالِکَ رَاَيْتُهُمْ يُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ يُؤْتَوْنَ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ فَلَمْ اَمْلِکْ اَنْ قُلْتُ يَاسَارِيَةَ! اَلْجَبَلَ! لِيَلْحَقُوْا بَالْجَبَلِ فَلَبِثُوْا اِلٰی اَنْ جَاءَ رَسُوْلُ سَارِيَةَ بِكِتَابِهِ اَنَّ الْقَوْمَ لَحِقُوْنَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَاتَلْنَاهُمْ مِنْ حِيْنَ صَلَّيْنَا الصُّبْحَ اِلٰی حِيْنَ حَضَرَتِ الْجُمُعَةُ، وَدَارَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَسَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِیْ يَاسَارِيَةَ! اَلْجَبَلَ! مَرَّتَيْنِ فَلَحِقْنَا بِالْجَبَلِ فَلَمْ نَزَلْ قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّنَا حَتّٰی هَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَتَلَهُمْ فَقَالَ اُولٰئِکَ الَّذِيْنَ طَعَنُوْا عَلَيْهِ دَعُوْا هٰذَا الرَّجُلَ فَاِنَّهُ مَصْنُوْعٌ لَّهُ. (اَيْضًا) ؎

﴿ترجمہ﴾ ابونعیم نے دلائل میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے: "یَاسَارِیَۃَ! اَلْجَبَلَ" اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو! دو مرتبہ یا تین مرتبہ، پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا، بلاشبہ وہ دیوانے ہیں، تو ان کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے، بس انہوں نے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کرا لیتے ہیں، چنانچہ ابھی خطبہ دیتے دیتے پکار اُٹھے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو! بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی، میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں، ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشا میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ! پہاڑ! تاکہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا" کہ دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی ہم نے ان سے جنگ شروع کی یہاں تک جب جمعہ کا وقت آیا تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف! پس ہم پہاڑ سے جا ملے تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے یہاں تک اللہ نے اُن کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا" اس پر ان لوگوں نے جو انہیں طعنہ دیتے تھے کہا: ان صاحب کو کچھ نہ کہو یہ ان کا قدرتی فعل تھا۔

حضرت عمر ﷜ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہلِ مصر کی مدد کی:

قَالَ لَمَّافُتِحَتْ مِصْرُ اَتٰی عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حِيْنَ دَخَلَ يَوْمٌ مِّنْ اَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوْا يَااَيُّهَاالْاَمِيْرُ اِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَاسُنَّةٌ لَّايَجْرِیْ اِلَّابِهَا قَالَ وَمَاذَالِکَ؟ قَالُوْا اِذَاكَانَ اِحْدٰی عَشْرَةَ لَيْلَةِ تَخْلُوْا مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَمَدْنَا اِلٰی جَارِيَةٍ بِكْرٍبَيْنَ اَبَوَيْهَا فَاَرْضَيْنَا اَبَوَيْهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا الثِّيَابَ وَالْحُلِیَّ اَفْضَلُ مَايَكُوْنُ ثُمَّ اَلْقَيْنَاهَا فِیْ هٰذَا النِّيْلِ، فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو

؎ دلائل النبوۃ ابونُعیم، ج ۲، ص ۵۸۰، ۵۸۱۔ دار النفائس، بیروت۔

اِنَّ هٰذَا لَایَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ وَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَهٗ فَاَقَامُوْا وَالنِّیْلُ لَایَجْرِیْ قَلِیْلًا وَّلَا کَثِیْرًا حَتّٰی هَمُّوْا بِالْجَلَاءِ فَلَمَّارَاٰی ذٰالِکَ عَمْرٌو کَتَبَ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذَالِکَ.

فَکَتَبَ لَهٗ اَنْ قَدْاَصَبْتَ بِالَّذِیْ فَعَلْتَ وَاَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَهٗ وَبَعَثَ بِطَاقَةً فِیْ دَاخِلِ کِتَابِهٖ وَکَتَبَ اِلٰی عَمْرٍو اَنِّیْ قَدْبَعَثْتُ اِلَیْکَ بِبِطَاقَةٍ فِیْ دَاخِلِ کِتَابِیْ فَاَلْقِهَا فِی النِّیْلِ فَلَمَّاقَدِمَ کِتَابُ عُمَرَ اِلٰی عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَخَذَ الْبِطَاقَةَ فَفَتَحَهَا فَاِذَافِیْهَا مِنْ عَبْدِاللّٰهِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرِ اَمَّابَعْدُ: فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قَبْلِکَ فَلَاتَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰهُ یُجْرِیْکَ فَاَسْاَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ، فَاَلْقَی الْبِطَاقَةَ فِی النِّیْلِ قَبْلَ الصَّلِیْبِ بِیَوْمٍ فَاَصْبَحُوْا وَقَدْاَجْرَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِیْ لَیْلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَطَعَ اللّٰهُ تِلْکَ السُّنَّةَ عَنْ اَهْلِ مِصْرَ اِلَی الْیَوْمِ. (تاريخ الخلفاء) [۱]

﴿ترجمہ﴾ راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے، انہوں نے کہا وہ کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں پھر اس کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہوگی اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، تو وہ لوگ ٹھہرے رہے اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا، جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی اطلاع بھیجی، انہوں نے جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں تمہاری طرف اس خط کے اندر ایک پرچہ بھیجتا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دو، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا: یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریا نیل کی طرف ہے، اما بعد: اے نیل! اگر تو پہلے باختیارِ خود جاری تھا تو بے شک جاری نہ ہو، اور اگر تجھ کو اللہ جاری کرتا تھا تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ یہ پرچہ دریائے نیل میں ستارۂ صلیب کے طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا، صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ جاری کر دیا، پس اللہ نے اہلِ مصر سے یہ رسمِ بد بند کر دی آج تک۔

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

﴿۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے صدہا کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہلِ مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا، اسی طرح اہل اللہ دور بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء، ص ۱۲۷، نور محمد کراچی۔

﴿۲﴾ یہ اعانت درحقیقت بصورتِ دعا تھی یعنی:

اَسْاَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ .

اے نیل! میں خداوندواحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کردے۔

چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہوگیا، اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی اِمدَاد واعانت بھی بالاستقلال نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ تقرّب خاص قبول ہوجاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کونسا شائبہ ہے؟

﴿۳﴾ اسمائے ''اَلْوَاحِدُ، اَلْقَهَّار'' کے ذکر میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ اختیار وقدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں، اور وہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے، خصوصاً اِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ الخ کے لفظ نے اس توحیدِ حق اور عجزِ مخلوق کو اور بھی واضح کردیا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی اِستعانت واعانت کی تہہ میں کمالِ توحید مضمر ہوتی ہے، کوتاہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔

﴿۴﴾ اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس پرزۂ کاغذ کو کھولے بدوں دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہوجاتا تو شاید کج فہم لوگ اس فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی مستقل تاثیر وتصرّف کا شبہ کرتے، اسی طرح کج فہم وکوتاہ اندیش لوگ بزرگانِ دین کی اِعانت اور متوسّلین ومعتقدین کی اِستعانت کو اپنی نادانی سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی نیّت کا پتہ ہے نہ ان کے مضمونِ دعا اور فحوائے سخن کی خبر ہے نہ شروعِ توحید اور وجوہِ شرک پر نظر ہے، بس اِعانت واِمدَاد کا ذکر آیا اور جھٹ کفر وشرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے اِمدَاد فرمانے کے اثبات پر

مجدِّدِ توحیدِ حق، مقوّمِ اعوجاجاتِ خلق، قامعِ آثارِ بدعت، جامعِ اطوارِ سُنّت، حامیٔ دینِ مبین، کاسرِ جیوشِ شیاطین، الامام الربانی مجدِّدِ الف ثانی، کاشف الاسرار الازلیة، مفیض الانوار السرمدیة المخصوص باللطف الخفی حضرت الشیخ احمد السرهندی.

وہ یکتا وارثِ اقلیمِ تجدید — وہ ہیں مشکل کشائے سرِّ توحید
ہے شانِ نسلِ فاروق ان سے صد چند — ہے پُرانوار ان سے شہرِ سرہند
تزلزل یاب تھا جب قصرِ اسلام — انہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہارِ علم تازہ — رُخِ عرفاں نے پایا ان سے غازہ
معارف سے اٹھیں صدیوں کی اَغلاط — ہوئی نابود ہر تفریط واِفْراط

نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے جو اُن متوہّم طبائع کے لئے جن کو ہر ذرّہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا

وہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے، وَھُوَ ھٰذَا:

﴿سوال﴾ ازحضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجھہ واز بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اَعْمالِ غریبہ واَفْعالِ عجیبہ پیش از وجودِ عنصری بقرونِ متطاولہ ازیشان درعالمِ شہادت بوقوع آمدہ است، صحتِ آں بے تجویزِ تناسُخ چگنہ است ؟

﴿ترجمہ﴾سوال......حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے یہی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجودِ عنصری سے قرنہا قرن پہلے بعض احوالِ غریبہ اور افعالِ عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے؟

﴿جواب﴾(۱)صدورِ آں اَعْمال و افعال ازارواحِ ایں بزرگواراں است کہ بمشیت اللّٰہ سبحانہ خود مُتَجَسِّد بَاَجْساد گشتہ مباشر افعالِ عجیبہ گشتہ اند جسدِ دیگر نیست کہ بآں تعلُّق گیرند۔ تناسخ آں ست کہ روح پیش از تعلُّق بایں جسد بجسدِ دیگر کہ مبائن ومغائرِ آں روح ست تعلُّق گرفتہ باشد و چوں خود متجسّد بجسد گردد تناسخ چہ بود۔؟

(۲) جنّیاں کہ متشکل باشکال میگردند و متجسّد باجساد مے شوند۔ ودریں حال اعمالِ عجیبہ کہ مناسبِ ایں اشکال واَجْساداست بوقوع مے آرند ہیچ تناسُخ نیست وھیچ حلولے نہ، ھرگاہ جنّیاں را بتقدیر اللّٰہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمالِ غریبہ بوقوع آرند، ارواح کُمَّل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محلِّ تعجب است وچہ احتیاج ببدنِ دیگر؟

(۳) ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء اللّٰہ نقل مے کنند کہ دریک آن در امکنۂ متعددہ حاضر مے گردند۔ وافعالِ متباینہ بوقوع مے آرند۔ این جا نیز لطائفِ ایشاں متجسّد باجسادِ مختلفہ اند ومتشکِّل باشکالِ متباینہ۔

(۴) وھم چنیں عزیزےؒ کہ مثلا درھندوستان توَطُّن دارد وازاں دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضرتِ مکہ معظمہ مے آیند و میگویند کہ آں عزیز را درحرمِ کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیانِ ماوآں عزیز گذشتہ است، و جمعے دیگر نقل مے کنند کہ مااُورا در روم دیدہ ایم، وجمعِ دیگر دربغداد دیدہ اند۔ ایں ھمہ تشکُّل لطائفِ آں عزیز است بأَشْکالِ مختلفہ۔ وگاہ ھست کہ آں عزیز را ازاں تشکُّلات اِطّلاع نبود لھٰذا در جوابِ آں جماعت گاہ مے گویند کہ ایں ھمہ برمن تہمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام وحرمِ کعبہ راندیدہ ام۔ ورُوم وبغداد رانمی شناسم

ونمیدانم که شماچه کسانید؟

(۵) وهم چنیں اربابِ حاجات از اَعِزّہ اَحیا واَمْوَات درمخاوف ومهالک مددها طلب مے نمایند و مے بینند که صُوَرِ آں اَعِزّہ حاضر شده ودفعِ بلیّه ازین ها نموده است، گاه هست که آں اعزه را از دفعِ آں بلیّه اطلاع بود و گاه نبود از ما وشمابهانه برساخته اند، ایں نیز تشکُّل لطائفِ آں اعزّہ است وایں تشکُّل گاه درعالمِ شهادت بوده و گاه درعالمِ مثال۔

(۶) چنانچه دریک شب هزار کس آں سرور را علیه وآله الصلوٰة والسّلام بصُورِ مختلفه درخواب مے بینند واِسْتِفادها مے نمایند۔ ایں همه تشکُّل وصفات لطائف اُوست علیه وعلٰی آله الصلوة والسلام بصورت هائے مثالی۔ وهم چنیں مریداں ازصُوَرِ مثالئ پیران اِسْتِفادها مے نمایند وحلِّ مشکلات میفر مایند۔ الخ

﴿جواب﴾ (۱) ان اَعْمال واَفعال (یعنی اعمالِ عجیبہ) کا صدوران بزرگوں کی اَرْواح سے ہے جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مُجسَّم باجسام ہوکر اَفعالِ عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلُّق ہوا ہو، تناسُخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متفق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جداگانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہوچکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناسُخ کا احتمال ہی کیا؟

(۲) جنات جو مختلف شکلیں بنالیتے ہیں اور گوناگوں جسم اختیار کرلیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں تو یہ نہ تناسخ ہے نہ علول ہے، جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہوکر عجیب اَعْمال کرتے ہیں تو کاملین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے تو کونسا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے؟

(۳) اس قبیل سے ہے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہوجاتے ہیں اور افعالِ گوناگوں وقوع میں لاتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مجسم باجسامِ مختلف ہوتے ہیں اور متشکل باشکالِ متفرقہ۔

(۴) اسی طرح کوئی بزرگ [1] جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا، ایک جماعت جو مکہ معظمہ کی حاضری سے آرہی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا، اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں۔ اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے، اور ایک جرگہ نے بغداد میں اُن کو دیکھا ہے، یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُن بزرگ کو ان تشکُّلات کی خبر تک نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ پر تہمت

[1] یہاں یہ بیان اخفاءً تعمیةً لکھا ہے، ورنہ یہ واقعہ حقیقی ہے اور خود حضرت المجد درحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا واقعہ ہے: کہ وہ ہندوستان میں ہوتے تھے اور لوگ آنِ واحد میں ان کو عرب، روم، بغداد، وغیرہ مختلف ممالک میں دیکھتے۔

ہیں، میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور نہ حرمِ کعبہ کو دیکھا ہے، نہ میں روم و بغداد کو جانتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو؟

(۵) اور اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان لوگوں سے بلائیں دور کرتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی، ہمارا تمہارا تو ایک بہانہ ہے، یہ ہی ان بزرگوں کے لطائف کا تشکّل ہے اور یہ تشکّل کبھی عالمِ شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالمِ مثال میں۔

(۶) چنانچہ ایک رات میں ہزار آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور اِستفادہ کرتا ہے یہ سب تشکّل آپ کی صفات و لطائف کا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مثالی صورتوں میں ہے، اور اسی طرح مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے اِستفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات حل کرتے ہیں۔ الخ (مکتوباتِ شریف دفترِ دوم مکتوب/ ۵۸)

حضرت المجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر سے گراں قدر سبق:

اس تقریر سے ہم کو پانچ گراں قدر سبق ملتے ہیں:

﴿۱﴾ قولہٗ رضی اللہ عنہ "صدورِ آں اَعمال وافعال از ارواحِ آں بزرگواراں است"

سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجودِ عُنصری سے پہلے بھی اَفعالِ عجیبہ کی مظہر ہو سکتی ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امورِ تکوینی میں تصرُّفات باذنِ حق بجا لا سکتی ہیں، پس وجودِ عنصری میں آکر ان کا اپنے متوسّلین کی اِمدَاد و اعانت کرنا تو بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

﴿۲﴾ "ہر گاہ جنیاں را بتقدیر اللّٰہ سبحانہ الخ"

سے ظاہر ہے کہ جب جنات آنِ واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کاملانِ مقربین بفضلِ خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں، ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریقِ اولی التوقع ہے، پس اگر وہ صدہا و ہزار ہا کوس سے اپنے متوسّلین کی مدد کریں، یا ان کی صورتِ مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا اِستبعاد و اِستعجاب ہے؟

﴿۳﴾ "وہم چنیں اربابِ حاجات از اعزہ احیاء اموات الخ"

اس بیان سے اِستمداد و اِستعانت کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح دلائح ہو گیا، منکرین، معترضین چشمِ بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں، مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ:

"مرید اپنے پیرِ کامل سے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو غیبت میں اِستمداد کرے تو پیر کی صورتِ حقّانی ہزار کوس سے اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے"۔

﴿۴﴾ "از ما و شما بہانہ برساختہ اند"

میں اشارہ مضمر ہے کہ یہ اِستعانت و اِستمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے در حقیقت خدا ہی سے اِستمداد ہوتی ہے اور اس وقت خدا ہی اس مضطر و مستعین بندے کی اِعانت فرماتا ہے۔ اور وہ بحکمتِ تسبیب اس کے مرشد کی صورتِ مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے،

چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرشد کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو، کیونکہ خاص خدا ہی مددگار ہے، اسی نے یہ سارے سامانِ اِمدَاد کئے ہیں مگر اس نے مرید کے اِعتِقاد کے موافق اور اس کی محبتِ مرشد کے تقاضے سے مرشد کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا جس سے مرشد کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

﴿۵﴾ مریداں از صُوَرِ مثالیئ پیران اسْتِفاده هامے نمایند"

سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے: کہ مرید لوگ اپنے پیروں کی روحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقامات کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہ بھی صریحًا اِستمداد و اِستِعانت ہے۔

مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات کے بعد سلب ہو جاتی ہے مگر چار سے سلب نہیں ہوئی، اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت المجد داس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلبِ ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتبِ قرب سلب ہو جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امورِ تکوینیہ میں ان کے تصرُّفات بند ہو جاتے ہیں۔ (اَوْ کَمَاقَالَ)

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگانِ دین زندگی میں امورِ تکوینیہ میں تصرُّف کرنے کی قدرت باعطائے حق رکھتے ہیں جس سے متوسّلین کا اِستِمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات شریف کے حاشیے میں لکھا ہے: کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گوناگوں تصرُّفات و کرامات کے مظہر ہیں:

﴿ایک﴾ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

﴿دوسرے﴾ خواجہ بزرگ سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ ہیں۔

دو اور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔

اسی کتاب کے حاشیے میں ایک موقع پر حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اپنے مستمدِّین کی مدد و اِعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنے مستمدِّین و معتقِدین کو مدد پہنچانا:

حضرت خواجه نقشبند بحالِ معتقدانِ خود مصروف است، مُغلاں درصحرا یا در وقتِ خواب اسباب و اسپانِ خود بحمایتِ حضرت خواجه مے سپارند وتائیدات از غیب همراه ایشاں می شود۔ دریں باب حکایات بسیارست (حاشیه مکتوب /۵۸دفترِ دوم)

﴿ترجمہ﴾ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں، اس بارہ میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔

اہل اللہ کے تصرّفات اور خداداد اختیارات

کیا انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ اُمّتِ نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض ومعروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا، اور ان اَمراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریّت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے، اور ان سے اِستعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ "الخبر الدال علی وجود القطب والاوتادو النجبا والابدال" میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اِعانت کے واسطے ہے:

یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ. یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تُنْصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ. یعنی ان کی مدد سے اَعْداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔

ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے اِسْتِمداد کرنا ناجائز کیوں ہوگا؟ ؎

زخورشیدِ روشن تواں جُست نُور — کہ شد سایہ راسایہ زیں کار دُور

﴿ترجمہ﴾ سورج سے نور کو تلاش کیا جا سکتا ہے، کہ اسی وجہ سے سایہ سے سایہ دور ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسّلین ومُسْتَمِدِّین کی اِعانت واِمْدَاد کی پوری قوت حاصل ہے، چونکہ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے، اس بنا پر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللّٰہ بُود — گرچہ از حلقومِ عبداللّٰہ بود

﴿ترجمہ﴾ اس کا فرمان حکمِ باری تعالیٰ ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہہ دے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کر کے اس کی قسم پوری کر دیتا ہے، یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے جو ترمذی میں مروی ہے:

کَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ.

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اور یہی مطلب ہے اس شعر کا جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

اولیا راهست قدرت از الٰہ　　　　تیر جسته باز دارند از قضا

﴿ترجمہ﴾ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو رستے سے واپس کر دیتی ہے۔
اس وقت اُن کی مدد حقیقتاً اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اور اُن سے مدد مانگنا، مراد طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے، اور ان کی محبت بعینہٖ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے:

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیاء　　　　ان کی ہے اِمْدَاد اِمْدَادِ خدا

پھر اس غایتِ محبت کا نتیجہ جو اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ بوجہ حصولِ قربِ نوافل کے ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ ان کو محبوبِ خدا سمجھ کر ان سے حاجتیں طلب کریں، مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے ان کی حاجتیں پوری کر کے ان کی عظمت اور ولایت کا سکہ لوگوں کے دل میں جما دے تاکہ وہ لوگ ان کی تعظیم اور محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے لگیں۔

مسکیں حسن گوید ترا اے کارِ عشاق تو خوش　　　　من گر از ایشاں نیستم در کارِ ایشاں کُن مرا

﴿ترجمہ﴾ اے وہ ہستی! جس کے عاشقوں کا کام بہت اچھا ہے یہ حسن مسکین تیری بارگاہ میں عرض پرداز ہے کہ اگر میں ان سے نہیں ہوں تو مجھے ان سے کر دے۔

اَبدال اَقطاب اوتاد وُنجباء

قرون مَشْهُوْدٌ لَّهَا بِالْخَيْرِ میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود　مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:
یکبار از بصره بمدینه منوره آمد و امام مالک را خبر قدومِ او رسانیدند، امام یارانِ خود را فرمود برخیزید تانزدِ بهترین اهلِ زمین برویم وبروے سلام کنیم۔ وهر گاه بطوافِ خانه کعبه زَادَهَا اللّٰهُ تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا مشغول مے شد مے گفتنه که هیچ کس افضل از قَعْنَبی طواف ایں خانهٔ متبرکه نمے کند، واُو نیز مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات بود۔.................
...... و اکثر اهلِ زمانِ اُواُورا ازاَبدال مے دانستند وبزرگی وصلاحِ اُو مَجْمَعَ علیه اهلِ عصرِ اوبود۔ ووفاتِ اودر مکه معظّمه ۶/ محرم/ ۲۲۱ هجری واقع است [1]

﴿ترجمہ﴾: ایک مرتبہ وہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا، تو امام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اٹھو تاکہ ہم زمین بھر کے اچھے آدمی کے پاس چلیں اور اس کو سلام کریں، اور جب خانہ کعبہ کے طواف کرتے (اللہ تعالیٰ اس

---

[1] بستان المحدثین، ص/۵۰، ۵۱۔ سعید کمپنی کراچی۔

کی عظمت وشرف کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قعنبی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والانہیں، اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے، اور اکثر اہلِ زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے، اور اہلِ زمانہ کا ان کی بزرگی ونیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ۶/محرم/ ۲۲۱ ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیثیں مُثبِتِ اَبدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین وتبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظِ اَبدال مستعمل اور ان کے مصداق کا وجود متحقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے:

ابنِ خُزَیمہ و ابو بکر وابو داؤد ازوے شاگردی کردہ اند واز اجلۂ علماء واز اولیاء وابدالِ وقت بود۔

﴿ترجمہ﴾ ابنِ خزیمہ اور ابو بکر اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے ان سے شاگردی کی ہے وہ بڑے علماء واولیاء وابدالِ وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں، اس سے وجودِ اَبدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابنِ نُجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

اُو از اَبدالِ سبعہ است۔

﴿ترجمہ﴾ وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں ائمہءِ اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ ''وہ اَقطاب تھے''

اس کی شرح میں قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وآنچہ حضرت شیخ دراِثباتِ قطبیتِ آئمہ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللّٰہ علیہ در شرحِ بیتِ حضرت غوث نوشتہ۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرِبُ

فقیر آں وہم در شمشیرِ برہنہ نوشتہ۔

﴿ترجمہ﴾ اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اِثبات میں لکھا ہے اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرِبُ

پہلے لوگوں کے سورج چُھپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے اُفُق پر ہے چُھپتا نہیں۔

اور میں نے بھی اس کو کتاب شمشیرِ برہنہ میں لکھا ہے۔

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض و برکات

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

عَنْ شُرَیْحِ ابْنِ عُبَیْدٍ قَالَ ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ بِالْعِرَاقِ فَقَالُوْا: اِلْعَنْھُمْ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ. قَالَ "لَا" سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا، یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُبِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ. (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہلِ شام کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا: یاامیر المومنین! ان لوگوں پر لعنت بھیجئے، آپ نے کہا "نہیں" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں، وہ چالیس آدمی ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے، انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہلِ شام پر عذاب نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا:

سِتُّوْنَ رَجُلًا۔

یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں۔

لیکن ایک روایت میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا وَّاَرْبَعُوْنَ امْرَاَۃً کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا وَّکُلَّمَا مَاتَتِ امْرَاَۃٌ اَبْدَلَ مَکَانَھَا امْرَاَۃً۔ [1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں، جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُ اُمَّتِیْ فِیْ کُلِّ قَرْنٍ خَمْسُ مِائَۃٍ وَّالْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ فَلَاالْخَمْسُ مِائَۃٍ یَنْقُصُوْنَ وَلَاالْاَرْبَعُوْنَ کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مِنَ الْخَمْسِ مِائَۃٍ مَکَانَہٗ وَاَدْخَلَ مِنَ الْاَرْبَعِیْنَ مَکَانَہٗ، قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! دُلَّنَا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ قَالَ یَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَھُمْ وَیُحْسِنُوْنَ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھِمْ وَیَتَوَاسُوْنَ فِیْمَااٰتَاھُمُ اللّٰہُ۔

---

[1] اجابۃ الغوث، ابنِ عابدین شامی، ص۲۷۰، ۲۷۱۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے اس کی جگہ کسی کو بدل دیتا ہے، اور چالیس میں سے اس کی جگہ داخل کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ان کے اعمال سے ہم کو آگاہ فرمائیے، فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے، اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے بُرا سلوک کرے، جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں:

چنانچہ ابوالطفیل سے مروی ہے:

اَلْاَبْدَالُ بِالشَّامِ، اَلنُّجَبَاءُ بِالْكُوْفَةِ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

اَلَا اِنَّ الْاَوْتَادَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَمِنْ اَهْلِ الشَّامِ اَبْدَالٌ.

یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہلِ کوفہ سے ہیں اور اہلِ شام سے ابدال ہیں۔

ایک روایت آپ سے مروی ہے:

اَلْاَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَالنُّجَبَاءُ مِنْ اَهْلِ مِصْرَ وَالْاَخْيَارُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ .

یعنی ابدال شام سے ہیں اور نُجباء اہلِ مصر سے اور اخیار اہلِ عراق سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

اَلْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا، اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ بِالشَّامِ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ بِالْعِرَاقِ كُلَّمَامَاتَ وَاحِدٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَكَانَهٗ اٰخَرَ فَاِذَاجَاءَ الْاَمْرُ قُبِضُوْا كُلُّهُمْ فَعِنْدَ ذَالِكَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان سے میں کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا جاتا ہے، جب سب مرجائیں گے تو قیامت قائم ہوگی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظامِ عالم موقوف رکھا ہے، جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آئے گی، جس روز یہ سب کے سب مرجائیں گے قیامت آجائے گی۔

ایک گاؤں میں سات سات خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں، حضرت ابنِ اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

اَلْاَبْدَالُ سَبْعُوْنَ فَسِتُّوْنَ بِالشَّامِ وَعَشْرَةٌ بِسَائِرِ الْاَرْضِ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال ستر ہیں، ساٹھ شام میں، دس باقی تمام زمین میں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْكِنَانِيَّ يَقُوْلُ النُّقَبَاءُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّالنُّجَبَاءُ سَبْعُوْنَ وَالْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ وَالْاَخْيَارُ سَبْعَةٌ وَالْعُمَدُ اَرْبَعَةٌ وَّالْغَوْثُ وَاحِدٌ فَمَسْكَنُ النُّقَبَاءِ الْمَغْرِبُ وَمَسْكَنُ النُّجَبَاءِ الْمِصْرُ وَالْعُمَدُ فِيْ زَوَايَاالْاَرْضِ وَمَسْكَنُ الْغَوْثِ بِمَكَّةَ فَاِذَاعَرَضَتِ الْحَاجَةُ مِنْ اَمْرِ الْعَامَّةِ ابْتَهَلَ فِيْهَا النُّقَبَاءُ ثُمَّ النُّجَبَاءُ ثُمَّ الْاَبْدَالُ ثُمَّ الْاَخْيَارُ ثُمَّ الْعُمَدُ فَاِنْ اُجِيْبُوْا وَاِلَّا ابْتَهَلَ الْغَوْثُ فَلَاتَتِمُّ مَسْاَلَتُهٗ حَتّٰى يُجَابَ دَعْوَتُهٗ. (رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ وَالْخَطِيْبُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ ابنِ محمد سے روایت ہے کہ میں نے کنانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نُقَباء تین سو ہیں، نُجَبا ستر، ابدال چالیس، اَخیار سات، اَوْتاد چار، غوث ایک، نُقباء دیارِ مغرب میں رہتے ہیں، نُجباء مصر میں، اوتاد زمین کے اطراف میں، غوث مکہ معظمہ میں، جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اوتاد، اگر دعا قبول ہوگئی تو بہتر ورنہ غوث دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی قبول ہوجاتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بُدَلَاءَ اُمَّتِيْ لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَاصِيَامِهِمْ وَلٰكِنْ دَخَلُوْهَا بِسَلَامَةِ صُدُوْرِهِمْ وَسَخَاوَةِ اَنْفُسِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری اُمّت کے ابدال کچھ روزے، نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہوں گے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْدَالُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلٰثُوْنَ رَجُلًا بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں سے تیس ابدال ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاخَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ عَنْ سَبْعَةٍ يَّرْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ. [1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلا دُور فرماتا ہے۔

---

[1] اجابة الغوث، ابنِ عابدین شامی ، ص/۲۷۰،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا یَّحْفَظُ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ کُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ اٰخَرَ وَھُمْ فِی الْاَرْضِ کُلِّھَا۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس ایسے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے، جب کوئی مرتا ہے تو اس کی جگہ قائم مقام کیا جاتا ہے، وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ابدال واوتاد واقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصادیق کا بھی اظہار صحابہ تابعین اور اَتْبَاعِ وَمِنْ بَعْدِ ھِمْ نے فرمایا ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیثِ عبادہ بن صامت سے امامِ طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہء مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کو اوتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد حنبل، سری سقطی، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی اور سہل بن عبداللہ سری رحمۃ اللہ علیہم کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا اور اوتادِ عراق فرمایا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرّفاتِ کونیہ کے لئے، یعنی جو جو امورِ عالم میں واقع ہوتے ہیں جیسے مینہ کا برسنا، بادشاہوں کا اقبال و اِدْبار محتاج کا غنی ہوجانا اور غنی کا محتاج ہوجانا، اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی اور تنزّل ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا، بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا، فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ غرض تمام مطالب اور حوادثِ عالم کے لئے وسیلہ سبب اور ذریعہ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کو ٹھہرایا ہے۔

بہر صورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصولِ مقاصدِ دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھہرایا، بلکہ قیام وانتظامِ عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے۔ درمنثور اور روح البیان وغیرہ میں بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں:

﴿۱﴾ ﴿وَلَوْلَادَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَااسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا﴾. (سورۂ حج / ع / ۶)

﴿ترجمہ﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو نصاریٰ ویہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا ذکر کیا جاتا ہے کبھی کے منہدم کیے جاچکے ہوتے۔ (سورہ حج / ع / ۶)

اس سے یہ بات مُسْتَنْبَط ہوسکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے۔

﴿۲﴾ ﴿وَلَوْلَارِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْھُمْ اَنْ تَطَؤُھُمْ فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِّیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں کہ تم ان سے واقف نہ تھے، تم ان کو پامال کرڈالتے اور نادانستہ ان

کی طرف سے تم کو نقصان پہنچ جاتا۔ (سورہ فتح رکوع/۳)
اس میں مستورالحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید ابدال مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، چونکہ وہ اہل اللہ اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی جاہل اُن کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتا ہے تو اپنی سزا پاتا ہے ؎

دلیر بر صفِ افتادگانِ عشق متاز　　　که جائے گرد ازیں خاك مَردے خیزد

﴿ترجمہ﴾ عشق کے باعث افتادہ لوگوں کی صف کے پاس سے دلیر ہو کر مت دوڑ کیوں کہ اس مٹی سے گرد کی بجائے ایک مرد اُٹھ کھڑا ہوگا۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بزرگی تمام اولیاء اللہ پر　　تفسیر روح البیان زیرِ آیت وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ (سورہ حم سجدہ رکوع/۱) لکھا ہے: قَالَ بَعْضُهُمْ رَوَاسِي الْجِبَالُ اَوْتَادُ الْاَرْضِ فِي الصُّوْرَةِ وَالْاَوْلِيَاءُ اَوْتَادُ الْاَرْضِ فِي الْحَقِيْقَةِ فَكَمَا اَنَّ الْجِبَالَ مُشَرَّفَةٌ عَلٰى سَائِرِ الْاَمَاكِنِ كَذٰلِكَ الْاَوْلِيَاءُ مُشَرَّفُوْنَ عَلٰى سَائِرِ الْخَلَائِقِ، دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ "مِنْ فَوْقِهَا" يَعْنِيْ مِنْ فَوْقِ الْعَامَةِ فَكَمَا اَنَّ جَبَلَ قَافَ مُشَرَّفٌ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ كَذٰلِكَ الْقُطْبُ الْغَوْثُ الْاَعْظَمُ مُشَرَّفٌ عَلٰى كُلِّ وَلِيٍّ وَّبِهٖ قَوَامُ الْاَوْلِيَاءِ وَالرَّوَاسِيْ دُوْنَهٗ وَمِنْ خَوَاصِّ الْاَوْلِيَاءِ مَنْ يُّقَالُ لَهُمُ الْاَوْتَادُ وَهُمْ اَرْبَعَةٌ وَّاحِدٌ يَّحْفَظُ الْمَشْرِقَ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُالْحَيِّ وَوَاحِدٌ يَّحْفَظُ الْمَغْرِبَ وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُالْعَلِيْمِ، وَوَاحِدٌ يَّحْفَظُ الشِّمَالَ وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُالْمُرِيْدِ، وَوَاحِدٌ يَّحْفَظُ الْجُنُوْبَ وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُالْقَادِرِ، وَكَانَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ فِيْ زَمَانِهٖ مِنْ اَوْتَادِ الْاَرْضِ عَلٰى مَانَصَّ عَلَيْهِ الشَّيْخُ الْاَكْبَرُ قُدِّسَ سِرُّهُ الْاَطْهَرُ فِي الْفُتُوْحَاتِ، وَبِبَرَكَاتِ الْاَوْلِيَاءِ يَاْتِي الْمَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَيَخْرُجُ النَّبَاتُ مِنَ الْاَرْضِ وَبِدُعَائِهِمْ يَنْدَفِعُ الْبَلَاءُ مِنَ الْخَلْقِ وَاِنَّ حَيَاتَهُمْ وَمَمَاتَهُمْ سَوَاءٌ فَاِنَّهُمْ مَّاتُوْا عَنْ اَوْصَافِ وُجُوْدِهِمْ بِالْاِخْتِيَارِ قَبْلَ الْمَوْتِ بِالْاِضْطِرَارِ فَهُمْ اَحْيَاءٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. وَلِذَا قِيْلَ.[1]

مشو بمرگ زامدادِ اهلِ دل نومید　　　که خوابِ مردم آگاه عینِ بیداری ست

﴿ترجمہ﴾ بعض محققین فرماتے ہیں کہ رواسی سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتادِ ارض ہیں اور اولیاء حقیقی اوتادِ ارض ہیں، پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاءِ کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں، جس پر اس کا قول "مِنْ فَوْقِهَا" دلالت کرتا ہے، یعنی عوام سے اوپر، پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر ولی سے بزرگ ہیں۔ اور اولیاء کا نظامِ ولایت اسی سے ہے، اور رواسی (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں، اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے، اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کو عبدالحی کہا جاتا ہے، اور ایک مغرب کا نگہبان ہے، اس کا نام عبدالعلیم ہے، اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبدالمرید کہتے ہیں، اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبدالقادر کہا جاتا ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔

[1] روح البیان، ج/۸ ص/۲۳۳۔

جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں تصریح فرمائی ہے، اور اولیاء کی برکات سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اُگتی ہیں، اوران کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی زندگی اور موت یکساں ہے، کیونکہ وہ موتِ اضطراری سے پہلے اپنے اوصاف وجود سے مرچکے، پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے ۔

مشو بمرگ زامدادِ اهلِ دل نومید　　　که خوابِ مردم آگاه عینِ بیداری ست

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عینِ بیداری ہے۔

اولیاء اللہ کا تصرُّف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْاٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَاتَقَرَّبَ اِلَیَّ عِنْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّاافْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَااَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَ لَاُعْطِیَنَّهٗ. (الحدیث، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں، اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرُّب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرُّب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں ۔ الخ (مشکوٰۃ)

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ ادائے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہوجاتے ہیں کہ ان کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان عین اللہ تعالیٰ کی ہوجاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہوجاتے ہیں۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است　　　آں دعا اونیست گفت داور است

﴿ترجمہ﴾ بے خود لوگوں کی دعا اور ہی قسم کی ہوتی ہے وہ دعا نہیں بلکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

آں دعا حق مے کندچوں اوفناست　　　آں دعاوآں اجابت ازخداست

﴿ترجمہ﴾ وہ دعا (بندے کی زبان پر) خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنافی اللہ ہوتا ہے وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قربِ نوافل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں :۔

گفت او رامن زبان و چشمِ تو　　　من حواس ومن رضا وخشمِ تو

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھ ہوں، میں تیرے حواس اور تیری خوشی وناخوشی ہوں۔

روکہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ توئی　　　سر توئی چہ جائے صاحب سرتوئی

﴿ترجمہ﴾ چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو سر تم ہی ہو چہ جائے کہ سر والے ہو

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ایں مرتبۂ قربِ نوافل ست و حق دریں مرتبہ باطنِ عبد مے گردد و عبد ظاہر و قوائے او کہ باطن اند در حق فانی مے شوند وباقی ببقاءِ حق میشوند پس شنیدن و دیدن وبطش ومشی ونطق کہ از قوی مے شود ہمہ از حق است۔

﴿ترجمہ﴾ یہ قربِ نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بن جاتا ہے اور بندہ ظاہر اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی ببقاءِ حق ہو جاتی ہیں، بس سننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے۔

پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرّب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

اولیاءِ کرام میں تکوین اور کُن فیکون کی طاقت جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تَکْوِیْن (پیدا کرنے کی قوت) اور کُنْ فَیَکُوْنَ (یعنی ہو جا، وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب مقالہ سادس/۶، میں اِرشاد فرماتے ہیں:

اَفْنِ عَنِ الْخَلْقِ بِحُکْمِ اللّٰہِ۔ [1]

﴿ترجمہ﴾ مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فَتَنْبُوْ عَنِ الْاَخْلَاقِ الْبَشَرِیَّۃِ فَلَنْ یَّقْبَلَ بَاطِنُکَ شَیْئًا غَیْرَ اِرَادَۃِ اللّٰہِ فَحِیْنَئِذٍ یُّضَافُ اِلَیْکَ التَّکْوِیْنُ وَخَرْقُ الْعَادَاتِ۔

﴿ترجمہ﴾ پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اور کوئی شے ہرگز قبول نہیں کرے گا، پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرقِ عادات منسوب ہوتا ہے۔

فَیُرٰی ذَالِکَ مِنْکَ فِیْ ظَاہِرِ الْعَقْلِ وَالْحُکْمِ۔

پھر وہ (فعل اور تصرّف) تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)۔

کیونکہ معجزہ اور کرامت فعلِ خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:

وَھُوَ فِعْلُ اللّٰہِ وَاِرَادَتُہٗ حَقًّا فِی الْعِلْمِ۔

---

[1] فتوح الغیب، نول کشور لکھنؤ، ص/۲۹، ۳۰، ۳۱۔

﴿ترجمہ﴾ حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین وخرقِ عادات اللہ تعالیٰ کا فعل وارادہ ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ يَاابْنَ آدَمَ! اَنَااللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّااَنَااَقُوْلُ لِشَيْئٍ كُنْ فَيَكُوْنَ وَاَطِعْنِيْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلَ لِشَيْئٍ كُنْ فَيَكُوْنُ .

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں شے سے کہتا ہوں "ہوجا" "وہ ہوجاتی ہے" اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کروں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہوجا تو ہوجائے گی۔

وَقَدْ فَعَلَ ذَالِكَ بِكَثِيْرٍ مِّنْ اَنْبِيَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِيْ آدَمَ. [1]

﴿ترجمہ﴾ اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔

دیکھئے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ کے لئے تصرفِ تکوین اور کُنْ فَیَکُوْن وغیرہ ثابت کرتے ہیں، کیا آپ بھی ترک کی تعلیم دیتے تھے، آپ ہی غنیۃ الطالبین کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت [2] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کی کتاب فتوح الغیب بھی ہے، اس کا بھی مطالعہ کر کے اپنے اعتقاد کو درست کیجئے۔

---

[1] نوٹ: فتوح الغیب میں یہ عبارت نہیں ملی مصنف کی کے طرف سے تبصرہ معلوم ہوتا ہے۔

[2] وہابیہ غنیۃ الطالبین کو محض اس لئے وقعت دیتے ہیں کہ اس میں ایک جگہ گمراہ فرقہ مرجیہ کا ذکر ہے، اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام سے مذکور ہے، جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ہیں جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ فقہ میں شامل ہوجاتے تھے اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے، جس طرح بعض وہابی مولوی شیخ الہند اور سید انور رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضلِ دیوبند کہلاتے ہیں حالاں کہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی بھی نسبت نہیں بلکہ حنفی درسگاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وہی وہابی کے وہابی ہی ہیں اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے شرذمہ قلیلہ کو بلحاظ عقائد حنفیہ کے سوادِ اعظم سے پوری مناسبت نہیں، جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اس گروہ حنفیہ مرجیہ کے مندرجہ عقائد سے ظاہر ہے، مگر چونکہ وہابیہ کو اس سند سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ اس میں صدہا مسائل ایسے بھی مندرج ہیں جن کے خود وہابیہ خلاف ہیں، مثلاً نیتِ نماز بالالفاظ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ہیں جس کی بنا پر انہیں حنفیہ کو مرجیہ کہہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ہے، سچ ہے ؎

هنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیبے ست　　　گل ست سعدی و درچشمِ دشمناں خارست

﴿ترجمہ﴾ دشمنی کی نظر میں ہنر بہت بڑا عیب ہوتا ہے، سعدی اگرچہ پھول ہے لیکن دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ہے۔

پھر اور بھی تماشے کی بات یہ ہے کہ وہابیہء پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ہے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب چڑھی ہے، مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نہیں آئے کہ بندہ بھی کُنْ فَیَکُوْن کا مظہر ہوسکتا ہے، حضرت! یہ بات تو وہابیہ کے خرمنِ عقائد کے لئے برقِ خاطف ہے: ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اولیاء اللہ کو تصرُّف کی طاقت عطاء ہونا:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں زیرِ آیت اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کے تحریر فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللّٰہ کہ آلۂ جارح تکمیل و ارشادِ بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرُّف دردنیا دادہ واستغراقِ آنہابجہتِ کمال وی ست تدارکِ آنہا مانع توجہ ایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیلِ کمالاتِ باطنی ازانہا مے نمایند و اربابِ حاجات و مطالب حل مشکلاتِ خود از انہا مے طلبند ومے یابند و زبانِ حالِ آنہا دراں وقت ہم مترنّم بایں مقالات ست۔ مصرع:

من آیم بجاں گر تُو آئی بہ تن

﴿ترجمہ﴾ بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کے لئے خاص مددگار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرُّف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے تدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا، اویسی انہی سے تحصیلِ کمالاتِ باطنی کرتے ہیں اور اہلِ حاجات ومطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں اور ان کی زبانِ حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنّم ہے:

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

(اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا)

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مُدَبِّرِ عالم ہیں:

اللہ تعالیٰ سُوْرَۃُ النّٰزِعَاتِ رکوع/اول میں اِرشاد فرماتا ہے:۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا. وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا. وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا. فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا. فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا.

﴿ترجمہ﴾ قسم ہے ان کی جو گُھس جان نکالنے والے ہیں، اور قسم ہے بند کھولنے والوں کی جو تیرتے پھرتے ہیں، پھر لپکتے ہیں، پھر جیسا حکم ہوتا ہے انتظام کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

اَوْصِفَاتُ النُّفُوْسِ الْفَاضِلَۃِ حَالَ الْمُفَارَقَۃِ فَاِنَّھَا تُنْزَعُ عَنِ الْاَبْدَانِ غَرْقًا اَیْ نَزْعًا شَدِیْدًا مِنْ اِغْرَاقِ النَّازِعِ فِیْ الْقَوْسِ فَتَنْشِطُ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ وَتَسْبِحُ فِیْہِ فَتَسْبِقُ اِلٰی خَطَائِرِ الْقُدْسِ فَتَصِیْرُ بَشَرَفِھَا وَقُوَّتِھَا مِنَ الْمُدَبِّرَاتِ۔ [1]

---

[1] بیضاوی، ص/۷۸۲۔ دار فراس للنشر۔

﴿ترجمہ﴾ یا ان کلمات (نَازِعَاتِ نَاشِطَاتِ) وغیرہ سے مراد ارواحِ فاضلہ کی صفات ہیں، جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں، چنانچہ وہ اجسام سے بطورِ عرق کشید کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں عالمِ ملکوت کی طرف، اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جب ارواحِ مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیرِ عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے توسّل کئے جانے میں کیا قباحت ہے؟

تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَاِنَّ لِاَرْوَاحِ اَفَاضِلِ الْاٰدَمِيِّيْنَ دَخُوْلًا فِيْهِمْ وَلُحُوْقًا بِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ مَّلَكًا يَّطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰئِكَةِ بِجَنَاحَيْنِ وَاَنَّ هُنَالِكَ يَنْزِلُ الْقَضَاءُ وَيَتَعَيَّنُ الْاَمْرُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ، وَاَنَّ هُنَالِكَ يَتَقَرَّرُ الشَّرَائِعُ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْدِ. (حجة الله البالغة جلد اول صفحه /۱۴)

﴿ترجمہ﴾ افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾

''اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ جا اپنے پروردگار کی طرف بحالیکہ تو اس سے خوش ہوا اور وہ تجھ سے خوش ہو، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اڑ رہا تھا'' اور یہاں قضائے الٰہی نازل ہوتی ہے، اور وہ امر متعین ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ ''اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے'' اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقرّر باقی ہیں۔ الخ

اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مُہتم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالحِ کائنات کا اِنصرام، معاملاتِ ارض وسما کا انتظام، قضائے الٰہی کا نزول اور شرائع کا تقرّر رہتا ہے۔

دیکھئے جب عدالت کے لئے ادنیٰ چپڑاسی متوسّلین کے بڑے بڑے کام بنا دیتے ہیں تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکانِ عظمٰی سے توسُّل کرنا کیوں لاحاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

درِ میر و وزیر و سلطان را   بے وسیلت مگرد پیرامن

﴿ترجمہ﴾ بادشاہ، وزیر اور امیر کے دروازے کے ارد گرد بغیر وسیلہ کے نہ پھر

سگ و درباں چویا فتند غریب　　　　ایں گریبانش گیرد آں دامن

﴿ترجمہ﴾ کتااور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھ لیتے ہیں تو یہ گریبان سے اسے پکڑ لیتا ہے اور وہ دامن سے۔

تائید دوم از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْاَرْوَاحُ الْبَشَرِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَةِ اِلَى الْاِتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعَلْوِيِّ بَعْدَ خُرُوْجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْاَجْسَادِ تَذْهَبُ اِلٰى عَالَمِ الْمَلٰئِكَةِ وَمَنَازِلِ الْقُدْسِ عَلٰى اَسْرَعِ الْوُجُوْهِ فِيْ رَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ فَعَبَّرَ عَنْ ذِهَابِهَا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ بِالسِّبَاحَةِ ثُمَّ لَاشَكَّ اَنَّ مَرَاتِبَ الْاَرْوَاحِ فِي النَّفْرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَمَحَبَّةِ الْاِتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعَلْوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا كَانَتْ اَتَمَّ فِيْ هٰذِهِ الْاَحْوَالِ كَانَ سَيْرُهَا اِلٰى هُنَاكَ اَسْبَقَ وَكُلَّمَا كَانَتْ اَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا اِلٰى هُنَاكَ اَثْقَلَ وَلَاشَكَّ اَنَّ الْاَرْوَاحَ السَّابِقَةَ اِلٰى هٰذِهِ الْاَحْوَالِ اَشْرَفُ فَلَاجَرَمَ وَقَعَ الْقَسَمُ بِهَا ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاَرْوَاحَ الشَّرِيْفَةَ الْعَالِيَةَ لَايَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْهَا لِقُوَّتِهَا وَشَرْفِهَا يَظْهَرُ مِنْهَا اٰثَارٌ فِيْ اَحْوَالِ هٰذَا الْعَالَمِ فَهِيَ الْمُدَبِّرَاتُ اَمْرًا، اَلَيْسَ اَنَّ الْاِنْسَانَ قَدْ يَرٰى اُسْتَاذَهٗ فِي الْمَنَامِ وَيَسْاَلُهٗ عَنْ مُشْكِلِهٖ فَيُرْشِدُهٗ اِلَيْهَا، اَلَيْسَ اَنَّ الْابْنَ قَدْ يَرٰى اَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيْهِ اِلٰى كَنْزٍ مَّدْفُوْنٍ، اَلَيْسَ اَنَّ جَالِيْنُوْسَ قَالَ كُنْتُ مَرِيْضًا فَعَجِزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِيْ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا اَرْشَدَنِيْ اِلٰى كَيْفِيَةِ الْعِلَاجِ، اَلَيْسَ اَنَّ الْغَزَالِيَّ قَالَ اِنَّ الْاَرْوَاحَ الشَّرِيْفَةَ اِذَافَارَقَتْ اَبْدَانَهَا ثُمَّ اتَّفَقَ اِنْسَانٌ مُّشَابِهٌ لِاِنْسَانِ الْاَوَّلِ فِي الرُّوْحِ وَالْبَدَنِ فَاِنَّهٗ لَايَبْعُدُ اَنْ يَّحْصُلَ لِلنَّفْسِ الْمُفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ بِهٰذَا الْبَدَنِ حَتّٰى تَصِيْرَ كَالْمُعَاوِنَةِ لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذَالِكَ الْبَدَنِ عَلٰى اَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمّٰى تِلْكَ الْمُعَاوَنَةُ اِلْهَامًا وَّ نَظِيْرُهٗ فِيْ جَانِبِ النُّفُوْسِ الشَّرِيْرَةِ وَسْوَسَةٌ وَّهٰذِهِ الْمَعَانِيْ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ مَنْقُوْلَةً عَنِ الْمُفَسِّرِيْنَ اِلَّا اَنَّ اللَّفْظَ مُحْتَمِلٌ لَّهَا جِدًّا۔ [1]

﴿ترجمہ﴾ آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیحدہ ہو جاتی ہیں اور عالمِ علوی کی طرف جا ملنے کی مشتاق ہوتی ہیں بعد اس کے کہ وہ اجسام کی اندھیر کوٹھڑی سے نکل جاتی ہیں عالمِ ملائکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازلِ قدس کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی وراحت کے ساتھ، اور ان کی اس حالت میں اس روانگی کو سیاحت کہتے ہیں، ان ارواح کے مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض ارواح کو ازبس دُنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالمِ علوی سے ملنے کا شوق انتہاء درجہ کا ہوتا ہے، بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں، بعض میں متوسط، الحاصل جس روح میں یہ دونوں حالتیں کمال درجہ کو پہنچی ہوتی ہیں ان کی سیر منازلِ قدس میں سب سے بڑھی ہوتی ہے، جن کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط ہوتی ہیں، جن کی سیر سب سے بڑھی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہیں، اس لئے ایسی ارواح کی قسم کھائی گئی، ان ارواحِ شریفہ کو بسبب اپنی قوت وشرافت کے عالمِ دنیا کے احوال میں ایک

---

[1] تفسیر کبیر، ج ۳۱/ص ۳۰/۳۱، مطبوعہ مصر۔

خاص قسم کا تعلّق ہے، اس وجہ سے وہ مُدبّرات سے سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے، بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور باپ اسے خزانہ بتا دیتا ہے، جالینوس نے کہا میں مریض تھا اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواحِ طیبہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی ایسی روح پاتی ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اسی بدن کے ہے جس کے ساتھ اس مبارک روح کو تعلّق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن سے خاص تعلّق پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمالِ خیر میں مدد دے۔ اسی معاونت کو الہام کہتے ہیں، اور اس کی نظیر شریر ارواح میں وسوسہ ہے اور یہ امور اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔

تائیدِ سوم از حضرت شیخ ابنِ عربی قدس سرہ

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ اِذَاقَبَضَ الْاَرْوَاحَ مِنْ ھٰذِہِ الْاَجْسَادِ الطَّبِیْعِیَّۃِ حَیْثُ کَانَتْ وَالْعُنْصُرِیَّۃِ اَوْدَعَھَا صُوَرًا جَسَدِیَّۃً فِیْ مَجْمُوْعِ ھٰذَا الْقَرْنِ النُّوْرِیِّ فَجَمِیْعُ مَایُدْرِکُہُ الْاِنْسَانُ بَعْدَ الْمَوْتِ فِی الْبَرْزَخِ مِنَ الْاُمُوْرِ اِنَّمَایُدْرِکُہٗ بِعَیْنِ الصُّوْرَۃِ الَّتِیْ ھُوَ فِیْھَا فِی الْقَرْنِ وَبِنُوْرِھَا وَھُوَ اِدْرَاکٌ حَقِیْقِیٌّ وَّمِنَ الصُّوَرِ ھُنَالِکَ مَاھِیَ مُقَیَّدَۃٌ عَنِ التَّصَرُّفِ وَمِنْھَامَاھِیَ مُطْلَقَۃٌ کَاَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ کُلِّھِمْ وَاَرْوَاحِ الشُّھَدَاءِ وَمِنْھَامَایَکُوْنُ لَھَانَظَرٌ اِلٰی عَالَمِ الدُّنْیَا فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ وَمِنْھَامَایَتَحَلّٰی لِلنَّائِمِ فِیْ حَضْرَۃِ الْخَیَالِ الَّتِیْ ھِیَ فِیْہِ وَھُوَالَّذِیْ تَصَدَّقَ رُؤْیَاہُ اَبَدًا وَّکُلُّ رُؤْیَا صَادِقَۃٌ لَّاتُخْطِئُ فَاِذَااَخْطَاَتِ الرُّؤْیَا فَالرُّؤْیَا مَااَخْطَاَتْ وَلٰکِنَّ الْعَابِرَ الَّذِیْ یُعَبِّرُھَا ھُوَالْمُخْطِئُ حَیْثُ لَمْ یَعْرِفْ مَاالْمُرَادُ بِتِلْکَ الصُّوْرَۃِ؟[1]

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسامِ طبعی سے جس حیثیت سے ہوں یا اجسامِ عنصری سے قبض کرتا ہے تو اس قرنِ نوری کے مجموعہ میں ان کو صُوَرِ جسدیہ عنایت فرماتا ہے، پس انسان موت کے بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس کے نور سے وہ ادراک حقیقی ہے، یہاں ان صورتوں میں سے بعض صُوَر مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی طرح تصرّف کا اختیار نہیں ہوتا، بعض آزاد ہوتی ہیں انہیں تصرّف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے تمامی انبیاء اللہ کی ارواحِ طیبہ اور شہداء کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں، بعض ارواح کو عالمِ دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں، اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، رویائے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی، البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا مُعبّر کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواحِ انبیاء علیہم السلام و شہداء عالم میں تصرّف کرتی ہیں اور ان کو عالمِ دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے

---

[1] فتوحاتِ مکیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

ارباب حاجات واصحابِ مشکلات کی فریاد رسی کے واسطے، تو جس طرح زندگی میں ان کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت ومشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہے گا، بلکہ اس وقت ان کا اِدْرَاک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے، قوتِ تصرُّف حالتِ حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجرُّد کے ہوتی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ﷺ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور ابنِ عساکر، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھ سے حسین بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا:

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہوکر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے تھے اور ان کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور ان سب کا قصد ''بِیْشَہ'' میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے۔''

''ابنِ عدی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے جعفر کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب کے سب ''بِیْشَہ'' کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔'' (حاکم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں، یہ سب چلے جا رہے تھے انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے، پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا، میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ ان سے میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اُڑتا ہوں اور جنت سے اُترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جعفر کو خوشی ہو کیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی، لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی، پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ چلے جا رہے تھے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دیئے ہیں، اُنہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث شریف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اِعانت اپنے متعلقین کو:

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری میں زیرِ آیت ''وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ'' تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْتَوَاتَرَعَنْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَکَابِرِ اِنَّھُمْ یَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَآئَھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَآئَھُمْ۔

﴿ترجمہ﴾ اور بڑے بڑے فضلاء سے متواتر منقول ہے کہ اولیاءاللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تذکرۃ الموتٰی والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللّٰہ دوستاں و مُعْتَقِدَاں رادر دنیا وآخرت مدد گاری مے فرمایند و دشمناں را هلاك مے نمایند۔

﴿ترجمہ﴾ اولیاءاللہ دنیاوآخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہداء کا شعور واِدْرَاک:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

مگوئید درحقِّ کسے که کشته شود درراه خدا در جهاد که ایشاں مرده اند، روح چنانچه حامِلِ قُوٰی بود حالاهم هست، وشعورے واِدْرَاکے که داشت حالاهم دارد بلکه صاف تر وروشن تر، زیراکه تدبیرِ بدن و توجه بامورِ سِفْلانیه اورا ازصفائیٔ اِدْرَاك مانع مے شد، چوں از بدن جدا شد آں مانع مُرْتَفِع گشت، پس درحقیقت حیاتِ ایشاں اَتَمّ حیاتِ دنیوی است وَلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ لیکن شما شعورندارید که ایشاں در ترقیٔ اَعْمَال ودرتَمَتُّعات و درتلذُّذَاتِ بدنی باشما شریک اند بلکه از شمازیاده تر و افزوں تر بایں جهت که آں ابدانِ ایشاں از نظرِ شماغائب اندو درعالمے دیگر ورائے عالَمِ شما رزق ایشاں را وسیر مقرراست مانند کسے که در ولایت میوه ها میخورد وسیرِ گلزار مے نماید واهلَ هندوستان چو او را نه بینند مرده انگارند۔

﴿ترجمہ﴾ اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہِ خدا میں کام آیا یہ نہ کہو کہ مارا گیا، روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے، اور شعور اور اِدْرَاک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہے، کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امورِ سفلیہ کی طرف توجہ اس کو صفائیٔ اِدْرَاک سے مانع ہوتی تھی جب اس بدن سے جدا ہوئی تو مانع مرتفع ہوگیا، پس درحقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے وَلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ (لیکن تم شعور نہیں رکھتے) کہ یہ ترقیٔ اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری نظر سے غائب ہیں اور ایک اور عالم میں جو

تمہارے اس عالم سے جداگانہ ہے ان کا رزق اور سیر وگردش مقرر ہے، اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سیر کرتا ہے اور اہلِ ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں ۔

مرد همت گرچه میرد زاں نکوتر مے شود ابر گر برداشت آب از بحر گوهر مے شود

﴿ترجمہ﴾ ہمت والا مرد اگرچہ مرجاتا ہے لیکن پہلے سے اس کی حالت بہتر ہوجاتی ہے بادل اگر سمندر سے پانی اٹھائے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔

اولیاءاللہ کے تصرّفات اَفعالِ اِلٰہیہ ہیں:

سید احمد حموی نفحات القرب والاتصال میں تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا بَعْدَ مَمَاتِهِمْ فَتَصَرُّفُهُمْ اِنَّمَاهُوَ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِرَادَتِهٖ لَاشَرِيْكَ لَهٗ خَلْقًا وَّاِيْجَادًا اَكْرَمَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَاَجْرَاهُ عَلٰی اَيْدِيْهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ خَرْقًا لِّلْعَادَةِ وَتَارَةً بِالْهَامٍ وَّتَارَةً بِدُعَائِهِمْ وَتَارَةً بِفِعْلِهِمْ وَاخْتِيَارِهِمْ وَتَارَةً بِغَيْرِاخْتِيَارِهِمْ وَتَارَةً بِالتَّوَسُّلِ بِهِمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ مِمَّايُمْكِنُ فِی الْقُدْرَةِ الْاِلٰهِيَةِ وَلَايَقْصِدُ النَّاسُ بِسُؤَالِهِمْ ذَالِكَ مِنْهُمْ قَبْلَ الْمَوْتِ وَبَعْدَهٗ نِسْبَتَهُمْ اِلَى الْخَلْقِ وَالْاِيْجَادِ وَالْاِسْتِقْلَالِ بِالْاَفْعَالِ فَاِنَّ هٰذَا لَايَقْصُدُهٗ مُسْلِمٌ وَّلَايَخْطُرُ بِبَالِ اَحَدٍ مِّنَ الْعَوَامِّ فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِمْ، فَصَرْفُ الْكَلَامِ اِلَيْهِ وَمَنْعُهٗ مِنْ بَابِ التَّلْبِيْسِ فِی الدِّيْنِ وَالتَّشْوِيْشِ عَلٰی عَوَامِّ مُوَحِّدِيْنَ، وَكَيْفَ يُحْكَمُ بِالْكُفْرِ عَلٰی مَنِ اعْتَقَدَ ثُبُوْتَ التَّصَرُّفِ بِهِمْ فِیْ حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ حَيْثُ كَانَ مَرْجِعُ ذَالِكَ اِلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی خَلْقًا وَّاِيْجَادًا كَيْفَ وَكُتُبُ جُمْهُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ طَافِحَةٌ بِهٖ وَاِنَّهٗ جَائِزٌ وَّوَاقِعٌ لَّامِرْيَةَ فِيْهِ اَلْبَتَّةَ حَتّٰی يَكَادَ اَنْ يُّلْحَقَ بِالضَّرُوْرِيَاتِ بَلْ بِالْبَدِيْهِيَّاتِ وَذَالِكَ لِاَنَّ جَمِيْعَ كَرَامَاتِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِیْ حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَمَمَاتِهِمْ تَصَرُّفًا اَوْغَيْرَهٗ مِنْ جُمْلَةِ مُعْجِزَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّالَّةِ عَلٰی نُبُوَّتِهٖ وَعُمُوْمِ رِسَالَتِهِ الْبَاقِيَةِ بَعْدَ مَوْتِهٖ لَايَنْقَطِعُ دَوَامُهَا بِتَعَدُّدِ الْكَرَامَاتِ فِیْ كُلِّ عَصْرٍ مِّنَ الْاَعْصَارِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرّفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم وارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرّف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے، ان کا تصرّف کبھی بطورِ خرقِ عادت ہوتا ہے، کبھی باِلہام، کبھی ان کی دعا سے، کبھی ان کے فعل واختیار سے، کبھی بغیر اختیار کے، کبھی ان سے اللہ کی طرف توسّل کرنے سے ان باتوں میں جو قدرتِ الٰہیہ میں ممکن ہیں عام ازیں کہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں، اور لوگ جو ان سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر نہیں سوال کرتے، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں، عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے، پھر خواہ مخواہ اس سے وہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا

ایک قسم کا فریب ہے دین میں، اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ان کے تصرفات بحالتِ زندگی یا بعد وفات کا مرجع خلقاً و ایجاداً اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں، اور وہ جائز اور واقع ہے جس میں ہرگز کسی قسم کا شک نہیں حتیٰ کہ وہ ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیہیات میں داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امّت کی تمام کرامات جو ان کی زندگی میں ہوں یا ان کی وفات کے بعد تصرّف ہو یا کچھ اور سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں جو آپ کی نبوت اور عمومِ رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے بعد باقی رہنے والی ہے کہ اس کا دوام منقطع نہ ہو گا اس لئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اولیاء اللہ کی کرامات نبی ﷺ کے معجزات ہیں

۹۔ برماوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ **الدلائل الواضحات فی اثبات الکرامات فی الحیات و بعد الممات** میں لکھتے ہیں:

"کہ جن لوگوں نے کرامتِ اولیاء کو ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے ان میں سے شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی ہیں اور شیخ عبدالباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوفِ مقال میں لکھا ہے، اور شیخ **احمد غنیمی** حنفی ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے:

"کہ ہرگاہ مرجع کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیاءِ کرام کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاء کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کراتا ہے تا کہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی ان کی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصدان کے، اور کبھی ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ٹھہرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی، اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے غیر منحصر ہیں، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاء کے ذریعے بطورِ کرامت جاری کرے گا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر نہیں ہے۔ پس کراماتِ اولیاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہے گا اور جو صحتِ نبوت پر قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بداعتقاد۔

ظاہر و مظہر:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ **الطاف القدس** میں تحریر فرماتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائقِ غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب ازسر گزشت چہ یک نیزہ چہ یک مشت کمالِ عارف از بحرِ بحت بالاتر مے رود ونفسِ کلیہ بجائے جسدِ عارف مے شود ذاتِ بحت بجائے روح او همه عالم راتبعًا بعلمِ حضوری درخود بیند۔

﴿ترجمہ﴾ جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے، جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ بھر اور کیا ایک مشت بھر برابر ہے، عارف بحرِ بحت سے بالاتر ہو جاتا ہے اور نفسِ کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذات اصل

الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو تبعاً علمِ حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے! یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھل کر بیان نہیں کرتے لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر نہ رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذاتِ بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نوجوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا:

عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ بِالشَّامِ وَمَعَہٗ زَوْجَتُہٗ وَقَدْکَانَ اسْتُشْهِدَ لَہٗ اِبْنٌ قَبْلَ ذَالِکَ بِمَاشَاءَ اللّٰہُ اِذْ رَاٰی فَارِسًا قَدْاَقْبَلَ فَقَالَ لِامْرَاَتِہٖ ابْنِیْ وَابْنُکِ یَافُلَانَۃُ! قَالَتْ لَہٗ اَخْدَعَکَ الشَّیْطَانُ اِبْنُکَ قَدِاسْتُشْهِدَ مُنْذُحِیْنٍ وَاَنْتَ مَفْتُوْنٌ فَاَقْبِلْ عَلٰی عَمَلِکَ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ، ثُمَّ نَظَرَ وَدَنَا الْفَارِسُ فَقَالَ ابْنُکِ وَاللّٰہِ یَافُلَانَۃُ! وَنَظَرَتْ فَقَالَتْ ھُوَ وَاللّٰہِ فَوَقَفَ عَلَیْهِمَا فَقَالَ لَہٗ اَبُوْہُ اَلَیْسَ قَدِاسْتُشْهِدْتَّ یَابُنَیَّ! قَالَ بَلٰی وَلٰکِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِیْزِ تُوُفِّیَ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَاسْتَاْذَنَ الشُّهَدَاءُ رَبَّهُمْ فِیْ شُهُوْدِہٖ فَکُنْتُ مِنْهُمْ وَاسْتَاْذَنْتُ فِیْ السَّلَامِ عَلَیْکُمَا ثُمَّ دَعَالَهُمَا وَانْصَرَفَ وَوُجِدَ عُمَرُ قَدْتُوُفِّیَ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ.[1] (رَوَاہُ الْحوامِلی فی امالی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا اے فلانی! یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے، بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکا دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور استغفار کر، اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آ گیا، تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلانی! یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے اسے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو بہو وہی ہے، وہ ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، تب باپ نے اس سے کہا کہ اے پیارے بیٹے! تو شہید نہیں ہوا تھا، اس نے کہا بے شک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں، پھر ماں باپ کو دعا دے کر رخصت ہوا، تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے:

ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عیون الحکایات میں بسندِ ابی علی الضریر کے لکھا ہے:

"کہ ملکِ شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے، ایک بار رُومیوں نے ان کو پکڑ لیا، شاہِ رُوم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے، انہوں نے انکار کیا اور کہا: یَامُحَمَّدَاہُ! بادشاہ کے حکم کے مطابق تین دیگیں لائی گئیں اور ان میں روغنِ زیتون ڈالا گیا، تین روز تک اس کے نیچے آگ سلگائی گئی تا کہ

---

[1] شرح الصدور، ص ۹۳، مطبوعہ کراچی۔

ان تینوں کو دیگوں میں ڈال کر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے، ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر منجھلے کو، پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لا کر دھمکایا اور اس کو دینِ اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے، بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ باشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملکِ رُوم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے، میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دوں گا، اور وہ اس کو دینِ اسلام سے پھیر دے گی، آپ اس کو مجھے دے دیں، بادشاہ نے اُن کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی، پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا، لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ، بس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح سے رہا کہ دن بھر روزہ ہوتا اور رات بھر نوافل پڑھتا، یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے، اُس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا، لڑکی نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں چونکہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا لہٰذا تم بادشاہ سے کچھ مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو، بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھادی اور ان کو دوسرے شہر میں بھیج دیا، وہ جوان وہاں بھی صَائِمُ الدَّھْر اور قَائِمُ اللَّیْل رہتا تھا حتیٰ کہ میعادِ مہینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے، ایک دن اس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص! تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے، بے شک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں، تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہئے، اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی، پھر وہ دونوں سوار ہو کر وہاں سے چلے رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے، ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سنی جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے جوان کے پاس بھیجے گئے تھے، انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تا کہ تمہارا نکاح اس نوجوان عورت کے ساتھ کر دیں، الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا اس کے بعد وہ چلے گئے"۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

﴿اول﴾ صحابہ کرام ﷺ اکثر مصائب کے وقت بلفظ یَامُحَمَّدَاہْ! پکارا کرتے تھے۔

﴿دُوُم﴾ بعض ان میں سے صَائِمُ الدَّھْر اور قَائِمُ اللَّیْل رہتے تھے۔

﴿سِوُم﴾ جو دو بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح ان کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقِ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحَبَابِ السلميّ قَالَ اُسِرْتُ اَنَا وَثَمَانِيَةٌ مَّعِیْ فِیْ زَمَانِ بَنِیْ اُمَيَّةَ فَاُدْخِلْنَا عَلٰى مَلِکِ الرُّوْمِ فَاَمَرَ بِاَصْحَابِیْ فَضُرِبَتْ رِقَابُهُمْ ثُمَّ اِنِّیْ قُدِّمْتُ لِتَضْرُبَ عُنُقِیْ فَقَامَ اِلَيْهِ بَعْضُ الْبَطَارِقَةِ فَلَمْ يَزَلْ يُقَبِّلُ رَاْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ وَيَطْلُبُ اِلَيْهِ حَتّٰى وَهَبَنِیْ لَهٗ .... ثُمَّ اِنَّهٗ جَعَلَ ابْنَةً لَّهٗ مِنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ تُغْوِيْهِ وَتُفْتِنُهٗ عَنْ دِيْنِهٖ فَلَمْ تَقْدِرْ عَلَيْهِ فَدَعَتْنِی ابْنَتُهٗ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى بُسْتَانٍ لَّهَا فَقَالَتْ مَا يَمْنَعُکَ مِمَّا عَرَضَ عَلَيْکَ اَبِیْ؟ فَقُلْتُ مَا اَتْرُکُ دِيْنِیْ لِامْرَاَةٍ وَّلَا لِشَيْءٍ، قَالَتْ فَتُحِبُّ الْمَکْثَ عِنْدَنَا اَوِ اللِّحَاقَ بِبِلَادِکَ؟ فَقُلْتُ الذَّهَابَ اِلٰى بِلَادِیْ، قَالَ فَاَرَتْنِیْ نَجْمًا فِی السَّمَاءِ وَقَالَتْ سِرْ عَلٰى هٰذَا النَّجْمِ بِاللَّيْلِ وَاکْمُنْ بِالنَّهَارِ فَاِنَّهٗ يُبَلِّغُکَ اِلٰى بِلَادِکَ زَوَّدَتْنِیْ وَانْطَلَقْتُ فَسِرْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ اَسِيْرُ بِاللَّيْلِ وَاَکْمُنُ بِالنَّهَارِ فَبَيْنَمَا اَنَا فِی الْيَوْمِ الرَّابِعِ مُکْمِنٌ فَاِذَا الْخَيْلُ فَقُلْتُ طُلِبْتُ فَاَشْرَفُوْا عَلَیَّ فَاِذَا اَنَا بِاَصْحَابِیَ الْمَقْتُوْلِيْنَ عَلٰى دَوَابٍّ وَّمَعَهُمْ اٰخَرُوْنَ عَلٰى دَوَابٍّ شُهْبٍ قَالُوْا عُمَيْرٌ؟ قُلْتُ عُمَيْرٌ، فَقُلْتُ اَوَلَيْسَ قَدْ قُتِلْتُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى وَلٰکِنَّ اللّٰهَ نَشَرَ الشُّهَدَاءَ وَاَذِنَ لَهُمْ اَنْ يَّشْهَدُوْا جَنَازَةَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ لِیْ بَعْضُ الَّذِيْنَ مَعَهُمْ نَاوِلْنِیْ يَدَکَ يَا عُمَيْرُ! فَنَاوَلْتُهٗ يَدَیَّ فَاَرْدَفَنِیْ ثُمَّ سِرْنَا يَسِيْرًا ثُمَّ قَذَفَ بِیْ قَذْفَةً وَّقَعْتُ قُرْبَ مَنْزِلِیْ۔ [1]

﴿ترجمہ﴾ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عمیر بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے، پھر ہم کو شاہِ روم کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا، اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اس کو بخش دیا، اور پھر اس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے بہکائے اور مجھے دینِ اسلام سے پھیرے، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی، ایک رات اُس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے؟ بس میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا؟ ـــــــ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا، ـــــــ کہتے ہیں پھر اس ـــــــ نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اُسی ستارے کے رُخ پر رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا، یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دے گا، پس میں تین رات تک چلتا رہا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا، پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے، دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخنک گھوڑوں پر تھے، عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ

---

[1] شرح الصدور، ص/۸۹، مطبوعہ کراچی۔

الرحمہ کے جنازہ پر حاضر ہوں، پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر! اپنا ہاتھ مجھے دو، میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھلایا، پھر ہم تھوڑا چلے، پھر انہوں نے مجھے یکبارگی اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اُترا۔ (ابن عساکر)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر کو چڑھا کر اُن کے گھر پہنچادیا۔

انبیاء علیہم السلام کی دعواتِ مستجابہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجة الله البالغه میں تحریر فرماتے ہیں:

لِلْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ دَعْوَاتٌ كَثِيْرَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَّكَذَا اسْتُجِيْبَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَوَاطِنٍ كَثِيْرَةٍ لٰكِنْ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَّاحِدَةٌ مُّنْبَجِسَةٌ مِّنَ الرَّحْمَةِ الَّتِيْ هِيَ مَبْدَءُ نُبُوَّةٍ فَاِنَّهَا اِنْ اٰمَنُوْ كَانَتْ بَرَكَاتٍ عَلَيْهِمْ وَانْبَجَسَ فِيْ قَلْبِ النَّبِيِّ اَنْ يَّدْعُوَا لَهُمْ وَاِنْ اَعْرَضُوْا صَارَتْ نَقِمَاتٌ عَلَيْهِمْ وَانْبَجَسَ فِيْ قَلْبِهٖ اَنْ يَّدْعُوْهُ عَلَيْهِمْ وَاسْتَشْعَرَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَعْظَمَ مَقَاصِدِ بِعْثَتِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ شَفِيْعًا لِّلنَّاسِ وَاسِطَةً لِّنُزُوْلِ رَحْمَةٍ خَاصَّةٍ يَّوْمَ الْحَشْرِ فاخْتَبَاَ دَعْوَتَهُ الْعُظْمَى الْمُنْبَجِسَةَ مِنْ اَصْلِ نُبُوَّتِهٖ لِذَالِكَ الْيَوْمِ.

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے، جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبدا ہے، کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہوگی، اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے، اور اگر رُوگردانی کریں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ غضب ہوگی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے خلاف بددعا کرے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں تا کہ نزولِ رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔

اس تقریر سے انبیاء علیہم السلام کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے توسّل کیوں ناجائز ہو؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيْبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ ہر نبی کے لئے دعاء ہے جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزماً مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے جو نبی کی مبدءِ نبوت سے جوش زن ہوتی ہے جس نبی کی اُمّت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی

دعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ان کے حق میں عذاب کی، دونوں حال میں یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے، ادھر زبانِ قلب سے نکلی اُدھر مقبول ہوئی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کے شفیع ہوں پھر اس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔

حضرت ﷺ کا فریادرس ہونا، جانوروں کا آپ ﷺ سے فریاد کرنا:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَحْرَاءٍ فَنَادَتْهُ ظَبْيَةٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ مَاحَاجَتُکِ؟ قَالَتْ صَادَنِیْ هٰذَا الْاَعْرَابِیُّ وَلِیْ خَشْفَانِ فِیْ ذَالِکَ الْجَبَلِ فَاَطْلِقْنِیْ حَتّٰی اَذْهَبَ فَاُرْضِعَهُمَا وَاَرْجِعَ قَالَ اَوَتَفْعَلِيْنَ؟ قَالَتْ نَعَمْ فَاَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ وَرَجَعَتْ فَاَوْثَقَهَا فَانْتَبَهَ الْاَعْرَابِیُّ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَکَ حَاجَةٌ؟ قَالَ اَطْلِقْ هٰذِهِ الظَّبْيَةَ فَاَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُوْ فِی الصَّحْرَاءِ وَتَقُوْلُ "اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (رَوَاهُ الشِّفَاء)

﴿ترجمہ﴾ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحرا میں تھے، ایک ہرنی نے نداء کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم! فرمایا کیا حاجت ہے؟ عرض کیا مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلالوں، پھر میں واپس آجاؤں گی، فرمایا: "تو ایسا کرے گی؟ عرض کیا ضرور، آپ نے اس کو کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آگئی پھر اس کو باندھ دیا، اب اعرابی بیدار ہوا، عرض کرنے لگا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم! کچھ حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرنی کو چھوڑ دے، اس نے ہرنی کو کھول دیا، وہ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد کو سنتے ہیں۔

چنانچہ روض النظیف میں ہے۔

فَاللّٰهِ اُقْسِمُ مَااَتَاکَ مُنْکَسِرٌ اِلَّا وَاَصْبَحَ مِنْهُ الْکَسْرُ يَنْجَبِرُ

﴿ترجمہ﴾ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔

وَلَااِحْتَمٰی بِحِمَاکَ الْمُحْتَمِیْ فَزِعًا اِلَّاوَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَهُ خَطَرُ

﴿ترجمہ﴾ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں پناہ لی مگر امن وامان کے ساتھ واپس ہوا کہ اب اس کو کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔

وَلَااَتَاکَ فَقِيْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ اِلَّاوَفَاضَ مِنَ الْاَثَرِ لَهُ نَهَرُ

﴿ترجمہ﴾ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشانِ قدم ہی سے اس کے لئے نہر

حوائج کی جاری ہوگئی۔

وَلَااَتَاکَ امْرَءٌ مِّنْ ذَنْبِہٖ وَجِلٌ　　اِلَّاوَعَادَ بِعَفْوٍ وَّهُوَ مُغْتَفَرُ

﴿ترجمہ﴾ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈوبا ہوا آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔

وَلَادَعَاکَ لَهِيْفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ　　اِلَّاوَلَبَّاهُ مِنْکَ الْعَوْنُ وَالْيُسُرُ

﴿ترجمہ﴾ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو لبیک کہا۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِيْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعَصَرُ

﴿ترجمہ﴾ اے پروردگار! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابدالآباد تک درود و رحمت بھیج۔

❖❖❖

طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِیْ تُرْزَقُوْا وَتُنْجَحُوْا بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ رَحْمَتِیْ فِیْ ذِی الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِیْ وَلَاتَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ فَلَاتُرْزَقُوْا وَلَاتُنْجَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ سَخَطِیْ فِيْهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مرادیں نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن پر میرا غضب ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام واولیاءِ عظام وصلحاءِ عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

﴿۱﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاانْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ. (رَوَاہُ الْبَزَّارُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہئے کہ یوں پکارے:

اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ: مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

﴿۲﴾ عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَااَضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا اَوْاَرَادَ اَحَدُکُمْ عَوْنًا وَّھُوَ بِاَرْضٍ لَّیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ! اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَاللّٰہِ! اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا وَّلَانَرَاھُمْ وَقَدْجُرِّبَ ذَالِکَ۔[۱] (رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔ (حصن حصین)

(نامی[۲] نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا)

﴿۳﴾ عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاانْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَاد، یَاعِبَادَ اللّٰہِ! اِحْبِسُوْا عَلَیَّ ،یَاعِبَادَ اللّٰہِ! اِحْبِسُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ حَاضِرًا سَیَحْبِسُہٗ عَلَیْکُمْ.[۳]

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو یوں ندا کرے کہ اللہ کے بندو! روک دو، اللہ تعالیٰ کے کچھ مخلوق زمین میں ہوتی ہے وہ اُسے تمہارے لئے روک دے گی۔ (ابن السنی)

---

۱ المعجم الکبیر، ج۱۷/ص۱۱۷، ۱۱۸۔

۲ اس سے مُراد مولانا غلام دستگیر نامی ہیں جو لاہور کے مشہور عالم دین، پیر طریقت اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔

۳ المعجم الکبیر، ج۱۰/ص۲۱۷۔ داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

﴿۴﴾ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِيْنُوْنِیْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، مدد کرواے اللہ کے بندو۔

(ابنِ شیبہ، بزار)

اگر انبیاء علیہم السلام واولیاء اللہ (رِجَالُ الْغَیْب) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ایسا نہ فرماتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے۔

دیکھئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی، کیا اب بھی کوئی ناسمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے، کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنا اوران کو غائب میں خطابِ حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے۔ غرض ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اوران کو غائب میں خطابِ حاضر کرنا شرک نہیں ہے بلکہ ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا:

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اَلْاَبْدَالُ يَكُوْنُ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَامَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُبِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ.

﴿ترجمہ﴾ ابدال ملکِ شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہیں کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں انہیں کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہیں کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مِرْقَاتُ الْمَفَاتِيْح میں ایک حدیث ابنِ عساکر سے بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

وَبِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ.

﴿ترجمہ﴾ ان کی برکت سے اس اُمّت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ اَطْيَبُ النَّغَمِ میں ارقام فرماتے ہیں:

وَاَنْتَ مُجِيْرٌ مِّنْ هُجُوْمِ مُلِمَّةٍ ۔۔۔ اِذَا اَنْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمُخَالِبِ

﴿ترجمہ﴾ یعنی آپ مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب وہ اپنے سخت پنجے قلب میں گاڑھ دے۔

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور اُن سے اِستمداد جائز ہے:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف ومصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا توسُّل پکڑو تو تمہاری تکالیف اور حاجات برآئیں گی، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَةٍ کُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادٰی بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَتِهٖ قُضِيَتْ لَهٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَيْنِ يَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ يُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَخْطُوْ اِلٰی جِهَةِ الْعَرَاقِ اِحْدٰی عَشْرَةَ خُطْوَةً يُذْکُرُ فِيْهَا اسْمِیْ وَيَذْکُرُ حَاجَتَهٗ فَاِنَّهَا تُقْضٰی.

﴿ترجمہ﴾ جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسُّل کرے وہ حاجت برآئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو۔

اس نماز کا نام صلوۃِ غوثیہ اور صلوۃِ اَسرار ہے، یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ:

﴿۱﴾ شیخ مجدالدین شیرازی فیروزآبادی رحمۃ اللہ علیہ مصنّفِ قاموس نے روض الناظرین میں۔

﴿۲﴾ شیخ محمد سعید زنجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نُزْهَةُ الْخَوَاطِر میں۔

﴿۳﴾ شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے رَوْضُ الزَّاهِر میں۔

﴿۴﴾ امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ المفاخر میں۔

﴿۵﴾ شیخ محمد یحیٰی التنانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلائد الجواھر میں۔

﴿۶﴾ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار زبدۃ الآثار (مختصر بھجۃ الاسرار) میں۔

﴿۷﴾ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ قادریہ میں۔

﴿۸﴾ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نزھۃ الخاطر الفاتر میں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْ جُرِّبَ ذَالِکَ مِرَارًا فَصَحَّ.

یعنی اور تحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　　آں سگے کیست کہ بگسلدایں سلسلہ را

﴿ترجمہ﴾ دنیا کے سارے شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں ایسا کتا کون ہوسکتا ہے کہ اس زنجیر کو توڑ سکے؟

شیخ شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ندائے غیبیہ کو خطابِ حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاویٰ شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے:　۹

سُئِلَ عَمَّا یَقَعُ مِنَ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ یَاشَیْخُ فُلَانُ! وَنَحْوُ ذَالِکَ مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ اِغَاثَةٌ بَعْدَمَوْتِهِمْ اَمْ لَا؟ فَاَجَابَ بِمَانَصَّهُ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ جَائِزَةٌ وَّلِلْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں، یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور اولیاء وصالحین سے مدد مانگنی جائز ہے، اور انبیاء ورسول اور اولیاء وصالحین موت کے بعد بھی اِمداد فرماتے ہیں۔

مردہ کی مدد زندہ کی اِمداد سے زیادہ قوی ہے:

شیخ احمد بن زرُّوق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ گفت کہ حضرت شیخ ابوالعباس حضرمی ازمن پرسید کہ امدادِ حیّ قوی ہست یا اِمدادِ میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ اِمدادِ حیّ قوی است ومن مے گویم اِمدادِ میت قوی است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق و در حضرتِ اوست۔(بھجۃ الاسرار)

﴿ترجمہ﴾ شیخ احمد بن زرُّوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا کہ بے شک کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے براہِ راست مدد مانگنا:

توسّل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاءعلیہم السلام سے براہِ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود اُن سے طلب کیا جائے مثلاً:

یَا رَحْمَةَ اللّٰهِ اِنِّیْ خَائِفٌ وَّجِلٌ   یَا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنِّیْ مُفْلِسٌ عَانٍ

﴿ترجمہ﴾ اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور تشویش ناک ہوں، اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں۔

فَکُنْ اَمَانِیْ مِنْ شَرِّ الْحَیٰوةِ وَمِنْ   شَرِّالْمَمَاتِ وَمِنْ اِحْرَاقِ جِسْمَانِیْ

﴿ترجمہ﴾ پس تم میری زندگی کے شر سے مجھے امن دلاؤ، اور موت کے شر سے اور میرے جسم کو عذابِ نار سے۔

یا محمد بمن بے سروساماں مددے   قبلۂ دین مددے کعبۂ ایماں مددے

﴿ترجمہ﴾ یارسول اللہ! مجھ بے سروسان سامان کی مدد فرمایئے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتیِ اُمّت بکفِ همتِ تست   اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

﴿ترجمہ﴾ یارسول اللہ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدۂ   شاہ شاهاں مددے شاہ گدایاں مددے

﴿ترجمہ﴾ ہم منگتے ہیں اور آپ دو جہاں کے باشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

عاصیم پُر گناهم سخت غریبے دارم   رحم فرما زغریبیٔ غریباں مددے

﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پُر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجئے۔

شیئاً لِلّٰہ چوں گدائے مستمند   المدد خواهم زشاه نقشبند

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ عطاء ہو کیوں کہ میں حاجت مند فقیر ہوں، میں شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مدد چاہتا ہوں۔

اِمداد کن اِمداد کن از بند و غم آزاد کن

دردین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

﴿ترجمہ﴾ اے غوثِ اعظم! ہاتھ کو تھامنے والے! مدد فرمایئے، مدد فرمایئے، غم اور قید سے رہائی دیجئے، دین و دُنیا میں مجھے شاد فرمایئے۔

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسّل انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے بلاخلاف جائز ہے، کیونکہ ارواحِ مقدسہ مُدبّرات سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ افعالِ اختیاریہ کو اچھی طرح کرسکتے ہیں، چنانچہ قاضی بیضاوی، امام رازی، حضرت مجدد الفِ ثانی، شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندائے غائبانہ کر کے مرضِ فالج سے شفا پائی:

منقول ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنّفِ قصیدہ بردہ راستے میں جاتے ہوئے یکا یک مرضِ فالج میں مبتلا ہو گئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا، پس اُنہوں نے اِسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں:

یَـا اَکْـرَمَ الْـخَـلْـقِ مَـالِـیُ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ   سِوَاکَ عِـنْـدَ حُـلُـوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

(آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگ ترینِ خلائق! میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔

وَلَـنْ یَّـضِـیْـقَ رَسُـوْلَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ   اِذَا الْـکَـرِیْـمُ تَـجَلّٰـی بِـاسْـمٍ مُّنْتَقِمٖ

اور اے رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہوگی، جس وقت اللہ تعالیٰ صفتِ اِنتقام سے ظہور فرمائے گا۔

الغرض جب اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِستغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آ گئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا، اور فالج کا نام ونشان تک نہ دیکھا۔

گم شدہ اونٹوں کی بازیافت یاغوثِ اعظم پکارنے سے:

علامہ شیخ نورالدین شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شہر نیشا پور میں ملاقی ہوا، اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا کر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھہر نہیں سکتا تھا، غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ کم نکلے، میں نے اِدھر اُدھر ان کی بڑی تلاش وتجسّس کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے، آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیئے، صرف ایک ساربان میری خاطر ٹھہر گیا، اس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے میں میری بڑی مدد کی، لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوث پاک کا ارشاد یاد آ گیا کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ:

"اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا فوراً رفع ہو جائے گی"

میں نے اسی وقت باآوازِ بلند پکارا:

"یا حضرت شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں اللہ کے لئے میری مدد کیجئے"

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے، جس کے کپڑے سفید بُراق ہیں، اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اُٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند، اور وہ شخص بھی غائب تھا اسی حیرانی میں، میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اپنے گم شدہ اونٹوں کو وہاں پایا..................میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جا کر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا، پھر ہم جلدی جلدی قدم اُٹھا کر قافلے کے ساتھ جا ملے، قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلے والے شخص غوث پاک تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے، یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ والے حضرت غوث پاک کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا:

شیخ نورالدین شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **بھجۃ الاسرار** میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳/ صفر/ ۵۹۹ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکا یک اُٹھ کر وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، پھر بڑے زور سے نعرہ مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اُٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی، پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس راز کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن تیئس (۲۳) روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو، انہوں نے ایک سیر ریشم چند ریشمی کپڑے، تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳/ صفر کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے بدو حملہ آور ہوئے اُنہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے، ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، یکا یک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور ان سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی، اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا، غرض ہم نے باآوازِ بلند پکارنا شروع کیا:

یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اَلْمدد!

تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے، ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ

آور ہو گئے ہیں، ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آ کر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال واسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، غرض انہوں نے ہمارا تمام مال واسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے، ہم نے اس راز کا انکشاف کیا، جب لٹیروں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کرامت دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوثِ پاک کی خدمت مبارک میں پہنچ کر بیعتِ مسنونہ سے شرف یاب ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے ۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست دستِ او جز قبضۃ اللّٰہ نیست

﴿ترجمہ﴾ شیخ کا ہاتھ اپنے غائب مریدوں کی مدد سے کوتاہ نہیں ہوتا کیوں کہ اُس کا ہاتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اِلتماس

لو خبر میری خدا را غوثِ اعظم دستگیر
پھر رہا ہوں بے سہارا غوثِ اعظم دستگیر

ہو رہے ہیں ہم غریقِ بحرِ عصیاں المدد
ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوثِ اعظم دستگیر

چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمایئے
ہے کہاں تم سا سہارا غوثِ اعظم دستگیر

کس کے در جاؤں پکاروں کس کو اے فریادرس!
کون ہے تم بن ہمارا غوثِ اعظم دستگیر

آتشِ دوزخ جلاوے گی مجھے کیا تاب ہے
نام لیوا ہوں تمہارا غوثِ اعظم دستگیر

کون ہے جز آپ کے دیگر مرا حاجت روا
دو مجھے اپنا سہارا غوثِ اعظم دستگیر

قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر
نام کہہ دوں گا تمہارا غوثِ اعظم دستگیر

پار اُس کا ہو گیا بیڑا بحکمِ ذوالجلال
آپ کو جس نے پکارا غوثِ اعظم دستگیر

ہوتی رہے ان کی تسلی دستگیرِ بیکساں
رات دن پڑھتے ہیں جو غوثِ اعظم دستگیر

حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ اِمداد دینا:

ایک روز حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسبِ معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکا یک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا، اس اثناء میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ:

"کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل کے خدا کو واحد مانتے ہیں"

کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے، اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

یہ کلمات سُن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا آج کیا بات تھی آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا، اور نیز آپ نے خلافِ معمول ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا؟ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزع کی حالت میں ہیں اور شیطان نے اُن کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا، حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی، قریب تھا کہ وہ لاجواب ہو کر کافر ہو جاتے، اُن کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف پھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں، چنانچہ اُسی وقت اُنہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا وہ یہ سُن کر بھاگ گیا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

﴿ترجمہ﴾　اولیائے کرام کے ساتھ کچھ وقت کی مجلس سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

چند قصائد و اشعار بمضمونِ ندائے غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد و اشعار اکابرِ امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائبانہ اِستغاثہ و اِستمداد کی گئی ہے، یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو نداءِ غائبانہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

﴿۱﴾ قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنام قصیدہ اَطْیَبُ النَّغَمِ فِیْ مَدْحِ سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ:

تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَّاصِرٍ اَوْ مُسَاعِدٍ　　اَلُوْذُ بِهٖ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے جس سے میں انجامِ امور کی خرابی سے پناہ لوں۔

فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اِلٰـهِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خدائے عالم کے رسول ہیں اور بڑی صفات والے ہیں۔

وَمُعْتَصَمَ الْمَکْرُوْبِ فِیْ کُلِّ غَمْرَةٍ وَمُنْتَجَعَ الْغُفْرَانِ مِنْ کُلِّ تَائِبِ

اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں، اور ہر تائب کیلئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

مَلَاذُ عِبَادِ اللّٰهِ مَلْجَأُ خَوْفِهِمْ اِذَاجَاءَ یَوْمٌ فِیْهِ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

آپ اللہ کے بندوں کیلئے جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع، جب وہ دن آئے گا جس میں سر کے بال سفید پڑ جائیں گے۔

وَاَحْسَنَ خَلْقِ اللّٰهِ خُلْقًا وَّخِلْقَةً وَاَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَالنَّوَائِبِ

اور اللہ کی ساری مخلوق سے خُلق اور پیدائش میں اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر لوگوں کیلئے مصائب میں نفع رساں ہیں۔

وَاَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَالنَّوَائِبِ وَیَاخَیْرَ مَامُوْلٍ وَّ یَاخَیْرَ وَاهِبِ

اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت ہو، اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے اُمید کی جاتی ہے اور اچھے عطاء کرنیوالے۔

وَیَاخَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّةٍ وَمَنْ جُوْدُهٗ قَدْفَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے مصیبت دفع کرنے کی اُمید کی جاتی ہے، اور وہ کہ جن کی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے۔

وَاَنَّکَ اَعْلَی الْمُرْسَلِیْنَ مَکَانَةً وَّاَنْتَ لَهُمْ شَمْسٌ وَّهُمْ کَالثَّوَاقِبِ

اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں، اور آپ ان کے لئے آفتاب ہیں اور وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں۔

وَاَنْتَ شَفِیْعٌ یَّوْمَ لَاذُوْشَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ کَمَااَثْنٰی سَوَادُ بْنُ قَارِبِ

اور آپ شفیع ہیں جس روز کوئی شفاعت والا کافی نہ ہوگا جیسے کہ سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ هَجُوْمِ مُلِمَّةٍ اِذَانَشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمُخَالِبِ

اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم سے جب اس نے دل میں سخت پنجے گڑھے ہوئے ہوں۔

فَمَا اَنَا اَخْشٰی اَزْمَةً مُدْلَهِمَّةً وَمَا اَنَا مِنْ رَّیْبِ الزَّمَانِ بِرَاهِبِ

بس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں، اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فَاِنِّیْ مِنْکُمْ فِیْ قِلَاعٍ حَصِیْنَةٍ وَحَدِّ حَدِیْدٍ مِّنْ سُیُوْفِ الْمَحَارِبِ

کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں اور جنگجو (محافظ) کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

﴿۲﴾ تخمیس بر قصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تَقَضّٰی شَبَابُ الْعُمْرِ فِیْ غَفْلَتِیْ سُدًی وَمَازِلْتُ فِیْ قَیْدِ الْمَعَاصِیْ مُقَیَّدًا

زندگی کا شباب میری غفلت میں رائیگاں تلف ہوگیا اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا۔

وَلَمْ اَذْخِرُ لِلذَّنْبِ عُذْرًا مُمَهَّدًا فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا

اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا پس میں (کسی کو مددگار) نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ جَمُّ الْمَنَاقِبِ

جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مَدَارُ وُجُوْدِ الْكَوْنِ فِیْ كُلِّ لَحْظَةٍ وَمِفْتَاحُ بَابِ الْجُوْدِ فِیْ كُلِّ عُسْرَةٍ

آپ ہر وقت وجودِ کائنات کے مدار ہیں ہر تنگی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں۔

وَمُتَمَسَّكُ الْمَلْهُوْفِ فِیْ كُلِّ شِدَّةٍ وَمُعْتَصَمُ الْمَكْرُوْبِ فِیْ كُلِّ غَمْرَةٍ

اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں۔

وَمُنْتَجَعَ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبِ

اور ہر توبہ کرنے والے کیلئے بخشش تلاش کرنیکی جگہ ہیں۔

وَمَقْصَدُ اَهْلِ اللّٰهِ كَعْبَةُ طَوْفِهِمْ وَمُشْبِعُهُمْ مِّنْ بِرِّهٖ مَلَاجُوْفِهِمْ

اور اہل اللہ کا مقصد ہیں، ان کے طواف کا کعبہ ہیں اور اپنے احسانات سے ان کو گرسنگیٔ شکم کے وقت پر کردینے والے ہیں۔

اِلَیْهِ اَشَارُوْا فِیْ عَسَاهُمْ وَسَوْفِهِمْ مَلَاذُ عِبَادِ اللّٰهِ مَلْجَأُ خَوْفِهِمْ

لوگ اپنی امید اور توقع میں اُنہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ بندگانِ خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع۔

اِذَاجَاءَ یَوْمٌ فِیْهِ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جائیں۔

اِلَیْكَ تَمُدُّ الْعَیْنُ حِیْنَ ضَرَاعَةٍ وَفِیْكَ یَفِرُّ الْخَلْقُ مِنْ هَوْلِ سَاعَةٍ

عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اُٹھتی ہے اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے۔

وَیَرْجُوْنَدَاكَ الْعَمَّ كُلُّ جَمَاعَةٍ وَاَنْتَ شَفِیْعٌ یَّوْمَ لَاذُوْ شَفَاعَةٍ

اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے اور آپ شفاعت کرنیوالے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنیوالا نہ ہوگا۔

بِـمُـغْـنٍ كَـمَـااَثْـنٰـى سَـوَادُ بْـنُ قَـارِبٖ

کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

بَـلِـيْــتُ بِــاَحْـزَانٍ تَـطُـوْلُ مُـعِـمَّـةٌ وَفَـتْــرَةِ عَــزْمٍ فِــىْ اُمُــوْرٍمُّـهِــمَّـةٍ

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں اور ضروری معاملات میں سختی میں مبتلا ہوں۔

فَـاَنْـتَ الَّـذِیْ اَرْجُـوْهُ فِیْ كَشْفِ غُمَّةٍ وَاَنْــتَ مُـجِـيْـرِیْ مِـنْ هُـجُـوْمِ مُـلِـمَّـةٍ

پس آپ ہی ہیں جن سے رفعِ غم کی اُمید رکھتا ہوں اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں۔

اِذَااَنْشَبَـتْ فِـى الْـقَـلْـبِ شَـرَّ الْمَخَالِبٖ

جب وہ قلب میں سخت پنجے گاڑ دے۔

وَاِنْ كُـنْــتُ لَااَرْعٰـى عُهُـوْدًا وَّذِمَّـةً وَلَااٰمِــنُ الشَّـيْــطٰـنَ شَــرًّا وَّ لُـمَّـةً

اور اگر چہ میں عہد و پیمان کو نباہ نہیں سکتا اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں۔

فَـمَــازِلْـتُ اَرْجُـوْ مِنْ جَنَـابِكَ هِمَّةً فَـمَــا اَنَــا اَخْـشٰــى اَزْمَّةً مُّـدْلَهِـمَّـةً

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (ودعا) کا امیدوار ہوں، پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں۔

وَمَــا اَنَــا مِـنْ رَّيْــبِ الـزَّمَـانِ بِـرَاهِـبٖ

اور نہ زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فَـلَـوْقَـطَّـعُـوْنِـىْ كُـلَّ عِـرْقٍ وَّلِيْـنَةٍ وَقَـارَبْـتُ وَسْطَ الْـبَـحْـرِ غَرْقَ سَفِيْنَةٍ

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور منجدھار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے۔

فَـمَــازِلْـتُ خَـوْفًـا عَـنْ مَّقَامِ سَكِيْنَةٍ فَــاِنِّــىْ مِــنْـكُـمْ فِىْ قِلَاعٍ حَـصِيْـنَةٍ

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں، کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں۔

وَحَـدِّ حَـدِيْـدٍ مِّـنْ سُيُـوْفِ الْـمُـحَـارِبٖ

اور اُس محافظ جنگجو کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

﴿۳﴾ قصیدہ ہمزیہ:

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاٰخِــرُمَــا لِـمَـادِحِـهٖ اِذَامَـا اَحَسَّ الْـعِـجْزَ عَنْ كُنْهِ الثَّنَاءِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدح سرا جب حقیقتِ مدح سے (اپنا) عجز محسوس کرے تو اس کا آخری حیلہ یہ ہے کہ:

لِيُنَادِيْ ضَارِعًا بِخُضُوْعِ قَلْبٍ وَذُلٍّ وَّابْتِهَالٍ وَّالْتِجَاءِ

نہایت مشتاق ہو کہ خضوع دل سے اور خاکساری وزاری اور التجاء کے ساتھ ندا کرے۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا نَوَالَکَ اَبْتَغِیْ یَوْمَ الْقَضَاءِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اے مخلوق سے افضل! میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔

اِذَا مَا حَلَّ خَطْبٌ مُّدْلَهِمٌّ فَاَنْتَ الْحِصْنُ مِنْ کُلِّ الْبَلَاءِ

جب کوئی تاریک حادثہ آپڑے تو ہر بلا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی (امن کا) قلعہ ہیں۔

اِلَیْکَ تَوَجُّهِیْ وَبِکَ اسْتِنَادِیْ وَفِیْکَ مَطَامِعِیْ وَبِکَ ارْتِجَائِیْ

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے توقع ہے۔

﴿۴﴾ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں ؎

فَاَغِثْنَا یَا مَنْ هُوَ الْغَوْثُ وَالْغَیْثُ اِذَا اَجْهَدَ الْوَرٰی اللَّاْوَاءُ

پس فریاد رسی کرو ہماری اے وہ! جو فریاد رس اور بارانِ رحمت ہیں، جب تنگ کر دیا خلق کو سختی نے۔

وَالْجَوَادُ الَّذِیْ بِهٖ تَفْرُجُ الْغُمَّةُ عَنَّا وَتَکْشِفُ الْحَوْبَاءُ

اور وہ جوانمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب۔

﴿۵﴾ از یحییٰ صرصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

جو اقرانِ مجد الدین جدِ تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابنِ تیمیہ نے کتاب اِنتصار میں لکھا ہے:

اَلْفَقِیْهُ الصَّالِحُ صَاحِبُ الشِّعْرِ الْمَشْهُوْرِ.

یعنی وہ ایک نیک فقیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔

اور حضرت ابنِ اخبب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے:

وَمَدَائِحُهٗ سَائِرَةٌ وَّکَانَ حَسَّانُ وَقْتِهٖ.

یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانے کے حسان ہیں۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْتَ وَسِیْلَتِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنْ ضَاقَتْ بِمَارُمْتُ حِیْلَتِیْ

ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ میرے وسیلہ ہیں اللہ کی طرف، اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے۔

وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ فِیْ خُطُوْبٍ تَتَابَعَتْ عَلَیَّ وَذُخْرِیْ عِنْدَ فَقْرِیْ وَعَیْلَتِیْ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مددگار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی و تنگدستی میں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں ۔

یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَاسَنَدِیْ　　فِیْ کُلِّ خَطْبٍ ثَقِیْلٍ مُوْجِعٍ اَلَمٖ

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول! اے میرے سہارا! ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں۔

فَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ لِیْ یَامَنْ اِذَانَزَلَتْ　　لِیْ شِدَّۃٌ اَنْجُوْفِیْہِ مِنَ النِّقَمٖ

بس میرے لئے اللہ سے بخشش مانگو جب مجھ پرسختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں۔

﴿۳﴾ وظیفہ یاشیخ عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰہ کے جواز کی تحقیق:

بعض لوگ وظیفہ یاشیخ سید عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰہ کا پڑھنا کفر وشرک کہتے ہیں، حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علماء وصلحاء اس وظیفہ کو مصائب وتکالیف اور قضائے حاجات کے واسطے پڑھنا اکسیر فرماتے ہیں، حقیقت میں اگر عقلِ سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

یَاشَیْخ عَبْدُالْقَادِر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ :

کے لغوی معنی یاشیخ! یعنی اے بزرگ! عبدالقادر، یعنی بندۂ قادر، جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شَیْئًا لِلّٰہ، یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی "فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ" اور "اِکْرَامًا لِلّٰہ" دیجئے۔ مطلب یہ ہوا کہ یاشیخ عبدالقادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمایئے۔

خود منکرین شیئًا کہنے کے مرتکب ہیں منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو للہ روٹی دو، کپڑا دو، کرایہ دو، فلاں مولوی صاحب کی اِمداد کرو، علیٰ ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ یتیموں کی لِلّٰہ اِمداد کرو، طالبِ علموں کی مدد کرو، غرضیکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شَیْئًا لِلّٰہ کہتا ہے، مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی، اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں، لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے، حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں اور نہ پنجابی وغیرہ میں۔

رفعِ اشتباہ غرض شَیْئًا لِلّٰہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوثِ پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا، نہ خدا کا شریک، نہ مختارِ ذاتی، نہ متصرّف کلی وجزئی، بلکہ ہر وقت عبدالقادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے، اور سوال بھی بلفظِ لِلّٰہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا دور سے سننا بھی باذن اللہ جانتا ہے، اگر آپ اِمداد فرمائیں تو اس اِمداد کی توفیق بھی اللہ کی طرف سے خیال کرتا ہے، پھر بھلا عقلِ سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۔

آب خواہ از جُو بجُو خواہ از سبُو　　کاں سبُو را ہم مدد باشد ز جُو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نُور خواہ از مہ طلب خواہی زخور　　نورِ مہ ہم آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ درباره جواز یا شیخ عبدالقادر الخ

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علامہ علاؤالدین خصفکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنفِ دُرِّ مختار کے استاد ہیں وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ کو جائز فرماتے ہیں، چنانچہ فتاویٰ خیریہ میں ہے:

سُئِلَ فِیْ دِمِشْقَ عَنِ الشَّیْخِ الصَّمَاوِیْ فِیْمَا اعْتَادَهُ السَّادَةُ الصُّوْفِیَةُ مِنْ حِلَقِ الذِّکْرِ الْجَهْرِیَّةِ فِی الْمَسَاجِدِ مِنَ الْجَمَاعَةِ وَرِثُوْا ذَالِکَ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَجْدَادِهِمْ وَالصَّادِرَةِ عَنْ ذَوِی الْمَعَارِفِ الْاِلٰهِیَةِ کَالْقَادِرِیَّةِ وَالسَّعْدِیَّةِ وَیَقُوْلُوْنَ "یَاشَیْخ عَبْدَالْقَادِرِ یَاشَیْخ اَحْمَدَالرَّفَاعِیّ شَیْئًا لِلّٰہ" وَنَحْوَ ذَالِکَ وَیَحْصُلُ لَهُمْ فِیْ اَثْنَاءِ الذِّکْرِ وَجْدٌ عَظِیْمٌ.

﴿ترجمہ﴾ دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صماوی کی طرف سے سوال کیا گیا درباره عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکرِ جہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آباواجداد سے ورثہ میں پایا ہے اور اشعارِ صوفیہ جو اہلِ معارفِ الٰہیہ مثلاً قادریہ وسعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ "یا شیخ عبدالقادر" "یا شیخ احمد رفاعی شیئاً للہ" وغیرہ کہتے ہیں اور اثنائے ذکر میں ان کو وجدِ عظیم ہوتا ہے۔

اَجَابَ بَعْدَ مَاذَکَرَ اَنَّ حَقِیْقَةَ مَاعَلَیْهِ الصُّوْفِیَّةُ لَایُنْکِرُهَا اِلَّا کُلُّ نَفْسٍ جَاهِلَةٍ غَبِیَّةٍ وَبَعْدَمَاذَکَرَ جَوَازَ حِلَقِ الذِّکْرِ وَالْجَهْرِیَّةِ وَاِنْشَادِ الْقَصَائِدِ وَالْاَشْعَارِ فِی الْمَسْجِدِ بِمَاصُوْرَتُهٗ وَاَمَّاقَوْلُهُمْ ﴿یَاشَیْخ عَبْدَالْقَادِرِ﴾ فَهُوَ نِدَاءٌ وَّاِذَا اُضِیْفَ اِلَیْهِ شَیْئًا لِلّٰهِ فَهُوَطَلَبُ شَیْئٌ اِکْرَامًا لِّلّٰهِ فَهُوَجَائِزٌ وَّلَایَجُوْزُ الْاِغْتِرَارُ بِقَوْلِ مَنْ اَنْکَرَهٗ اَوْ نَقَلَهٗ مِنَ الْوَهْبَانِیَّةِ نَظْرًا اِلٰی اَنَّ مَعْنَاهُ ﴿اِعْطِ اللّٰهَ شَیْئًا﴾ وَّهٰذَاالْمَعْنٰی لَایَجُوْزُ قَطْعًا وَّعَلٰی هٰذَا نَقَلَ صَاحِبُ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ غَیْرَ جَوَازِهٖ، وَالْحَالُ اَنَّهٗ لَایَخْتَلِجُ بِبَالِ اَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ اِعْطِهٖ شَیْئًا (نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ) بَلْ مَعْنَاهُ الصَّحِیْحُ لِتِلْکَ الْکَلِمَةِ ﴿اِعْطِنِیْ شَیْئًا لِوَجْهِ اللّٰهِ اَوْاِکْرَامًا لِلّٰهِ﴾ وَهٰذَا جَائِزٌ وَّصَحِیْحٌ وَّنَظِیْرُهٗ فِی الْقُرْاٰنِ مَعْمُوْلٌ وَّمَوْجُوْدٌ ﴿فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ وَقَدْرَدَّهٗ یَعْنِیْ صَاحِبَ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ فِیْ هٰذَاالْقَوْلِ جَمٌّ کَثِیْرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ خَیْرُ الدِّیْنِ الرَّمْلِیُّ اُسْتَاذُهٗ فِی الْفَتَاوٰی الْخَیْرِیَّةِ مِنْ هَامِشِ الْفَتَاوٰی الْحَامِدِیَّةِ فِی الْجُزْءِ الثَّانِیْ "مَطْبُوْعَةُ مِصْر صفحه/ ۲۸۲. وَفِیْ رَدِّالْمُخْتَارِ لِلْعَلَّامَةِ الشَّافِیْ فِی الْجُزْءِ الثَّالِثِ اَنْ یَّقُوْلَ اَرَدْتُ اَنْ اَطْلُبَ شَیْئًا اِکْرَامًا لِّلّٰهِ تَعَالٰی اِنْقَصَدَ الْمَعْنَی الصَّحِیْحَ فَاِنَّهٗ لَابَاْسَ بِهٖ، هٰکَذَا فِیْ طَوَالِعِ الْاَنْوَارِ شَرْحِ الدُّرِّالْمُخْتَارِ الشَّیْخ مُحَمَّد عَابِدِ السِّنْدِهِیّ ثُمَّ الْمَدَنِیّ وَفِی الطَّحْطَاوِیّ عَلَی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ.

﴿ترجمہ﴾ جواب (شیخ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) اس ذکر کے بعد کہ صوفیاء کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل وغبی ہے، اور اس ذکر کے بعد کہ ذکرِ جہریہ کے حلقے اور قصائد واشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے جواب

دیا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبدالقادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شَیْئًا لِلّٰہِ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا بوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے، یا اس کو وہابیہ سے نقل کرتا ہے اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو کچھ دو حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے اس کلمہ کا عدمِ جواز صاحب دُرِّ مختار نے نقل کیا، حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) بلکہ اس کلمہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا، یا با کرامِ خدا عطا کرو، اور یہ معنی حق ہیں اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآنِ مجید میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً:

﴿فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (سورۃ انفال رکوع /۵)

بے شک مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

اور صاحبِ دُرِّ مختار کی اکثر فقہاء مثلاً علامہ خیر الدین رملی، علامہ شامی، محمد عابد سندھی اور طحطاوی وغیرہ نے معنی اوّل کے سمجھنے میں تردید کی ہے، چنانچہ فتاوی حامدیہ (فہریہ) جلد دوم صفحہ/۲۸۲، اور ردُّ المحتار شرح در المختار جلد/سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اکراماً اللہ طلب کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اسی طرح طَوَالِعُ الْاَنْوَارِ شرح دُرِّمُخْتَار شیخ محمد عابد سندھی ثم المدنی اور طَحْطَاوِی شرح دُرِّمُخْتَار میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہء یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا جواز:

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:

هٰذَا مَاحَقَّقَهُ الشَّيْخُ عَبْدُالْحَقِّ الْمُحَدِّثُ الدِّهْلَوِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى بِتَوْصِيْلِ الْمُرِيْدِ الْمَشْهُوْرِ بِدَعْوَةِ الْحَقِّ فِي اخْتِتَامِ شَبْرِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰهِيَّةِ وَمِمَّا يَسْتَحْفِظُ وَيَسْتَعْصِمُ وَيَتَمَسَّكُ هٰذَا الْعَبْدُ فِيْ قِرَاءَةِ هٰذِهِ الْاَحْزَابِ اَنْ يَّقْرَاَ عِنْدَ اَوَّلِ كُلِّ شَبْرٍ هٰذِهِ الصِّيْغَةَ مِنَ الصَّلٰوةِ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ الخ" وَيَسْتَحْضِرُ جَمَالَ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَيَلْتَجِيُ اِلَيْهَا وَكَمَالَ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَيَسْتَعِيْنُ بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاٰفَاتِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ عَشَرَ مَرَّاتٍ فَصَاعِدًا ﴿يَاشَيخ عَبْدَالْقَادِرِ شَيْئًا لِّلّٰهِ﴾ ثُمَّ يَقُوْلُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ثُمَّ يَشْرَعُ وَيَقُوْلُ بَعْدَ تَمَامِ كُلِّ شَبْرٍ ﴿اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ ثَلٰثًا يَاشيخ عَبْدَالْقَادِرِ شَيْئًا لِّلّٰهِ ثَلٰثًا﴾ ثُمَّ يَقُوْلُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ثُمَّ يَشْرَعُ فِيْ شَبْرٍ اٰخَرَ وَهٰذَا اعْتِصَامُ هٰذَا الْحِزْبِ عِنْدِيْ بِاِلْهَامِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاللّٰهُ الْحَفِيْظُ.

﴿ترجمہ﴾ یہ وہ وظیفہ ہے جس کی تصدیق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تَوْصِيْلُ الْمُرِيْدِ اِلَى الْمُرَادِ مَشْهُوْرٌ بِهٖ دَعْوَةُ الْحَقِّ میں اسماءِ الٰہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ الخ﴾ اور اس وقت حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا جمال حاضر فی الذہن کرکے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الٰہی کا کمال متحضر کرے اور اُس کی پناہ لے تمام آفات سے، پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ: ﴿یَاشَیخ عَبْدَالْقَادِرِ شَیْئًا لِلّٰهِ﴾ پھر پڑھے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمہ پر ﴿آمین اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ﴾ تین مرتبہ کہے، یاشیخ عبدالقادر شیئا لله تین مرتبہ، پھر کہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر دوسرا شبر شروع کرے اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔ میرے نزدیک اللہ سبحانہ کا الہام ہے اور اللہ حافظ ہے۔

وظیفہ یا گیلانی شَیْئًا لِلّٰه:

قَالَ الشَّیْخُ الْمُحَقِّقُ عَبْدُالْحَقِ الْمُحَدِّثُ الدِّهْلَوِیُّ الْبُخَارِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِ دَعْوَةِ الْحَقِّ وَعِبَارَتُهٗ "اَقُوْلُ بَعْدَ اِتْمَامِ هٰذَا الدُّعَاءِ یَاشیخ عَبْدَالْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ الْحَسَنِیُّ الْحُسَیْنِیُّ شَیْئًا لِلّٰهِ ثَلٰثًا اَوْ فَصَاعِدًا.

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ المحقق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے "اس دعاء کے خاتمہ پر میں کہتا ہوں ﴿یاشیخ عَبْدَالْقَادِرِ الْجیلی الْحَسَنِی الْحُسَیْنِی شَیْئًا لِلّٰهِ﴾ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ۔

وحضرت شیخ عبدالحق دهلوی در رساله ضرب الاقدام می نویسند چوں فقیر در سفرِ حرمین الشریفین در کشتی بودم که اکثر اهلِ آں کشتی در برداشتنِ لنگرِ کشتی یاد نامِ حضرت غوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه میکردند فقیری را شنیدم که بایں کلمات مشغول بود ﴿یا گِیلانِی شَیْئًا لِلّٰه، یا جیلانی شَیْئًا لِلّٰه...... یا شیخ عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰه﴾

﴿ترجمہ﴾ اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اُٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا: ﴿یا گیلانی شَیْئًا لِلّٰه، یاجیلانی شَیْئًا لِلّٰه، یاشیخ عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰه﴾.

وحضرت شاه ابوالمعالی قادری لاهوری که عالم و فاضل صوفیٔ کامل عالمِ عاملِ در وقتِ خود بے نظیر بودند وداد محبت وعشقِ حضرت سید الاولیاء رضی الله عنه دادند مریداں وتلمیذانِ خودرا بخواندنِ ﴿یاشیخ عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰه﴾ هزار بار وصیت میفرمودند.

﴿ترجمہ﴾ اور حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لاثانی تھے اور حضرت سید الاولیاء رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے، اپنے مریدوں اور شاگردوں کو ﴿یاشیخ عبدالقادر شَیْئًا لِلّٰه﴾ ہزار بار پڑھنے کی وصیت کیا کرتے۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذِ بلاواسطه مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما که محدِّث وفقیه بود درطبقات درذکرِ سید احمد بدوی می آرد که عادتِ اهلِ مصر وغیره همیں بود که سید احمد شَیْئًا لِلّٰه۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے شاگرد بلاواسطہ ہیں جو محدث وفقیہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں کہ اہلِ مصر وغیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ﴿یَاسَیِّدَ اَحْمَدُ شَیْئًا لِلّٰہ﴾

ودر رساله حسامیه که تصنیف خلف الصدق خواجه باقی بالله قدس سره درمناقبِ حضرت غوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه می نویسند که زیاده ازیں چه منقبتِ ایشاں خواهد بود که عوام و خواصِ حرمین الشریفین یادِ آنحضرت رضی الله تعالیٰ عنه عقبِ یادِ حضرت رسالت مآب صلی الله علیه وآله وسلم میکنند ودرپیش آمدنِ مهمّ هر کار بعد از اِلْتِجا بدرگاه رسالت صلی الله علیه وآله وسلم ازو اِسْتِعَانت جویند و ساکنانِ حرمین بخواندنِ شَیْئًا لِلّٰه یاشیخ عبدالقادر مخصوص ومُلْتَزِم اند۔

﴿ترجمہ﴾ اور رسالہ حسامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب اُن کا ہوگا کہ حرمین شریفین کے عوام وخواص آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد کے بعد کرتے ہیں، اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درگاہ میں اِلتجاء کرنے کے بعد ان سے اِستعانت کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے باشندے ﴿شَیْئًا لِلّٰہ یا شیخ عبدالقادر﴾ کے پڑھنے میں مخصوص وملتزم ہیں۔

مُحِبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی زیارت کرسکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہوسکتا ہے:

حضرت مولانا علی القاری در شرحِ حدیث ﴿عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُهٗ﴾ نوشته ای بِالْمُکَاشَفَةِ اَوْبِوَاسِطَةِ الْمَلَائِکَة۔

﴿۱﴾ ونیز شیخ جلال الدین سیوطی علیه الرحمه در کتاب اِنْتِبَاهُ الْاَذْکِیَاء فی حیات الْاَنْبِیَاء بحدیثِ صحیح اِثْبات کرده که آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم را در عالمِ برزخ وجودِ سمع خارق عادت ست که از اطراف درودبعید الار جاء نداء وآوازِ صلوة وسلام ونیاز اهلِ راز میشنوند۔ چنانکه آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم در دارِ دنیا بسمعِ خارقِ عادت ممتاز

بودند۔

﴿۲﴾ وَهٰذَا عِبَارَتُهٗ قُدِّسَ سِرُّهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ سَلَامَ الْمُسْلِمِ وَاِنْ بَعُدَ نَظَرَهٗ وَقَدْكَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَّسْمَعُ فِيْهَا سَمْعًا خَارِقًا لِّلْعَادَةِ بِحَيْثُ كَانَ يَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَحَالُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَرْزَخِ كَحَالِهٖ فِي الدُّنْيَا سَوَاءٌ (اِنْتَهٰى)

﴿۳﴾ درمشکوة ازاَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مذکور قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ.

﴿۴﴾ دربعض احادیث وارد گشته که آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ درود وسلام بے واسطه از دور اِسْتِمَاع می نمایند چنانچه شیخ سید سلیمان جزولی کتاب "دلائل الخیرات"روایت کرده:

قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَئَيْتَ صَلَاةَ الْمُصَلِّيْ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَّاْتِيْ بَعْدَكَ مَاحَالُهُمَا عِنْدَكَ؟ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَاَعْرِفُهُمْ اَلْحَدِيْثُ درمطالع المُسِرَّات شرح دلائل الخيرات گفته ﴿وَظَاهِرُ الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِهٖ سَوَاءٌ صَلّٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحِبُّ لَهٗ عِنْدَ قَبْرِهٖ اَوْنَائِبًا عَنْهُ بَعِيْدٌ مِّنْهُ﴾

﴿۵﴾ درمشکوة شریف آورده که حضرت ابوهریره رضی اللّٰه عنه صَلَّى اللّٰهُ علیه وسلم گفت شنیدم که رسولِ خدا صلی الله علیه وسلم فرمود:﴿ صَلُّوْاعَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ﴾ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ قَالَ ابْنُ حَجر وَرَوَاهُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَصَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْاَذْكَارِ.

﴿۶﴾ دریں‌جا تسلیه وتبشراست مرمشتاقاں را اگر بسببِ دوری ضروری از سعادتِ قُربِ صوری محروم باشند باید که از توجّه وحضورِ قلبی غافل نباشند وخودرا ازساحتِ حضور دور خیال نکنند ۔

یکساں به پیشِ مہر بود قرب وبُعدِ خاك — کو ذره پرور است بہر شہر وهر دیار

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست — می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

مصرعہ:

قرب جانی چو بود بُعدِ مکانی سہل است

كذا فی اشِعَّةِ اللُّمْعَاتِ شرح المشکوة للشيخ عبدالحق محدِّثِ دهلوی صفحه ۴۲۸ جلد اول.

﴿ترجمہ﴾ حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہ عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ لکھا ہے یعنی مکاشفہ کے

ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔

﴿۱﴾ اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب انتباہ الاذکیا فی حیات الانبیاء میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عالمِ برزخ میں شنوائی کا وجود خارقِ عادت ہے کہ تمام دُور دراز کی طرفوں سے درود اور نداء، آوازِ صلوہ وسلام کا اور نیاز اہلِ راز کا سُن لیتے ہیں، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے اندر شنوائی کے خارقِ عادت سے ممتاز تھے۔

﴿۲﴾ اور یہ اُن کی عبارت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے "اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطورِ خرق عادات واپس دے دیتا ہے چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگر چہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ اس میں بطورِ خرقِ عادت سنتے تھے، یہاں تک کہ آسمان کی چرچر کی آواز سُن لیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حالِ برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا، اِنتھیٰ

﴿۳﴾ اور مشکوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

﴿۴﴾ اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود وسلام بلا واسطہ دور سے سُن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ان لوگوں کے درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائب ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہوں گے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا میں اپنے اہلِ محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں آخر حدیث تک، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہلِ محبت کا درود سُن لیتے ہیں خواہ آپ کا محبّ آپ کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور فاصلے پر رہ کر پڑھے۔

﴿۵﴾ مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھے پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

﴿۶﴾ یہاں تسلی وبشارت ہے خاص مشتاقوں کو، سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہئے کہ قلب کے حضور وتوجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدمِ حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود وسلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قریب ہیں۔

یکساں بہ پیشِ مہر بود قرب وبُعدِ خاک   کو ذرہ پرور است بہر شہر وہر دیار

﴿ترجمہ﴾ سورج کے آگے خاک کا قرب وبعد یکساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر شہر وملک میں ذرہ پرور ہے۔

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست   می بینمت عیاں و دعامی فرستمت

﴿ترجمہ﴾ عشق کی راہ میں قرب وبعد کا مرحلہ نہیں ہے میں آپ کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔

مصرعہ

قرب جانی چو بود بعد مکانی سهل است

جب روحانی قرب ہو تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔ (اَشِعَّةُ اللُّمْعَات)

﴿۱﴾ حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دهلوی در جلدِ ثانی اخیر مدارج النبوة می فرمایند:

وصل نوعِ ثانی که تعلقِ معنوی ست بجنابِ محمدی وآں نیز دو قسم ست: قسمِ اول دوامِ استحضارِ آں صورتِ بدیع المثال واگر هستی توکه بتحقیق دیدهٔ وقتی ازاوقات درخواب وتو مشرف شدهٔ بداں پس استحضار کن صورتے راکه دیده که دیدهٔ درمنام۔

﴿۲﴾ واگر ندیدهٔ هرگز ومشرف نشدهٔ بآں واستطاعت نداری که استحضار کنی آں صورتِ موصوفه ایں صفات را بعینها ذکر کن اُورا ودرود بفرست بروی صلی اللّٰه علیه وسلم وباش درحالِ ذکر گویا حاضراست پیش درحالتِ حیات می بینی تو اورا متادِّب باجلال وتعظیم وهیبت وحیا بدانکه وی صلی اللّٰه علیه وسلم می بیند ومے شنود کلامِ ترا زیرا که متصف است بصفات اللّٰه تعالیٰ ویکے از صفاتِ الٰهی آنست که اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ، مرپیغمبر را صلی اللّٰه علیه وسلم نصیب وافر است ازیں صفت زیراکه عارف وصفِ او وصفِ معروفِ اُواست سبحانه ووی صلی اللّٰه علیه وسلم اَعْرَفُ النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی است۔

﴿۳﴾ واگر نمی توانی بود نزدِ وی بایں صفت وهستی توکه زیارت کردهٔ روزے قبرِ شریفِ اورا دیدهٔ روضهٔ عالیهٔ وقبهٔ شریفه اُوراحضار کن در ذهنِ خود آں حضرت صلی الله علیه وسلم سنیه را وهرگاه ذکر کنی اُورا درود بفرست بروی وباش چنانکه ایستادهٔ نزدِ قبرِ شریفِ وے باجلال و تعظیم تاآنکه مشاهده کنی روحانیتِ او راظاهرًا وباطنًا۔

﴿۴﴾ واگرنیستی توکه زیارت کردهٔ قبر شریف اورا وندیدهٔ موطنِ حضرت و روضهٔ منوّرهٔ اوراپس دائم بفرست صلوة وسلام بروی وتصوُّر کن وی مے شنود سلامِ تُراء وباش درحالِ تادُّب جامع الله تابرسد صلوٰة تو بروی دریں حضورِ قلب نزدِ وی وجمعِ همت را اثرے عظیم ست وشرم دارازان که ذکر کنی اورا ونابفرستی بروی درود وتو مشغول بغیرِ وی باشید صلوة تو درحکمِ جسمِ بے روح ....

﴿۵﴾ وچوں دانستی انچہ ذکر کردیم مرترا کہ قسمِ اول از تعلقِ معنوی استحضارِ صورت شریفِ اوست بآنچہ متعلق است باملازمت ومداومت تعلق بداں بہ ہیبت واجلال وعزت کمال پس لازم گیرآں را کہ دروست سعادتِ کبرٰی ومکانتِ زلفٰی واللہ المُوَفِّق۔

﴿۶﴾ (قسم ثانی) از تعلقِ معنوی استحضارِ حقیقتِ کاملہ موصوفہ باوصافِ کمالِ وے کہ جامع است میانِ جمال و جلال و متجلی باوصافِ خدائے کبیر مُتعال مشرف بنورِ ذاتِ الٰہی در آباد وآزال محیط بکل کمالِ خفی خُلقی مُستَوجِب بہر فضیلتِ وجود صورۃ ومعنی حقیقتا وحکمًا عینًا وشہادۃً ظاھرًا وباطنًا۔

﴿۷﴾ ونمی توانی کہ استحضار کنی ایں ہمہ را تاآنکہ بدانی کر وی صلی اللہ علیہ وسلم برزخِ کُلی ست قائم درحقائقِ وجودِ قدیم وحدیث، پس اوست حقیقت ہر یک از جہتین ذاتا وصفاتا زیرا کہ وی مخلوق ست از نورِ ذات جامع اسماء وصفات وافعال وآثارِ آنرا حکمًا وعینًا.........

﴿۸﴾ وصیت میکنم ترا اے برادر بدوام ملاحظۂ صورت و معنیٔ او اگرچہ باشی تو متکلِّف ومستحضر پس نزدیک است کہ اُلفت گیرد رُوحِ تو بوی، پس حاضر آید تُرا وی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عیانا، ویابی اورا وحدیث کنی باوی وجواب دھد ترا وَی وچوں حدیث گوئید باو وخطاب کند ترا فائز شوی بدرجۂ صحابۂ عظام ولاحق شوی بایشاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ [1]

مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دھلوی قدس سرہ مدارج/۲۔

﴿ترجمہ﴾(۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ کی دوسری جلد کے آخر میں فرماتے ہیں: فصل، دوسری قسم جو تعلقِ معنوی ہے جناب محمدی کے ساتھ اور وہ بھی دو قسم پر ہے: قسمِ اوّل اس صورتِ بدیع المثال کا دوامِ استحضار، اور اگر تم کو یہ موقع میسر ہے کہ تم نے کسی نہ کسی وقت آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم اس پر مشرف ہوئے ہو، پس اس صورت کو جو تم نے خواب میں دیکھی ہے استحضار کرو۔

﴿۲﴾ اور اگر ہرگز خواب میں زیارت نہیں کی اور اس پر مشرف نہیں ہوئے اور طاقت نہیں رکھتے کہ اس صورتِ موصوفہ بایں صفات کا بعین ہا استحضار کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد ہی کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ذکر میں تم ایسی حالت میں رہو کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے آگے بحالتِ حیات تشریف فرما ہیں اور تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مؤدبانہ تعظیم وتکریم سے اور ہیبت وحیاء کے ساتھ دیکھ رہے ہیں اور واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو دیکھ رہے ہیں اور تمہارے کلام کو سُن رہے ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ:

﴿اَنَاجَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ﴾

---

[1] مدارج النبوۃ، ج/۲، ص/۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ۔

"میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے"

اس صفت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی حصہ ملا ہے، کیونکہ اُس کا وصف "عارف" ایک مشہور وصف ہے سبحانہ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہیں۔

﴿۳﴾ اور اگر تم اس صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے کہ کسی دن آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء عالیہ کا استحضار اپنے ذہن میں کرو اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور ایسا تصوّر کرو کہ گویا تم آپ کی قبر شریف پر کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو حتی کہ تم ظاہراً و باطناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت کو مشاہدہ کرو گے۔

﴿۴﴾ اگر تم نے آپ کی قبر شریف کی زیارت نہیں کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وطن اور آپ کے روضہ منورہ کو نہیں دیکھا، پس ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہو اور تصوّر کرو کہ آپ سُن رہے ہیں تمہارے سلام کو، اور ادب کے حال میں رہو اس بات سے شرم کرو کہ آپ کی یاد کے وقت یا آپ پر درود بھیجتے وقت غیر کے ساتھ مشغول رہو، اور تمہارا درود مثل جسم بے روح ہو۔

﴿۵﴾ اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ تعلقِ معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریف کا استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں، پس اس کو لازم پکڑو

﴿۶﴾ (قسمِ دوم از تعلقِ معنوی) اس حقیقتِ کاملہ کا استحضار ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ کمال کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و جلال کی جامع ہے اور خداوند کبیر متعال کے اوصاف سے آراستہ ہے ذاتِ الٰہی کے نور سے ازل و ابد میں مشرف ہے ہر کمال پر حاوی ہے وجوہِ صورت اور معنیءِ حقیقت کی ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے، حکماً و عیناً اور شہادۃً، ظاہراً اور باطناً۔

﴿۷﴾ اور ان تمام باتوں کا استحضار تم نہیں کر سکتے کہ جب تک یہ نہ سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخِ کلی ہیں جو وجودِ قدیم و حدیث کے حقائق میں قائم ہے، پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتاً و صفاتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو حکماً و عیناً اپنے اسماء و صفات و افعال و آثار کی جامع ہے۔

﴿۸﴾ اے بھائی! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت اور معنی کا ہمیشہ تصور رکھو، اگر تم متکلف اس کو متحضر رکھو گے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُلفت اختیار کرے گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیاناً تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرو گے آپ کے ساتھ بات کرو گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے، پس تم صحابہءِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجے پر فائز ہو گے اور ان کے ساتھ جا ملو گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

﴿۴﴾ خود بعض اکابرِ وہابیہ کا پاؤں اِستمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں غیر مُقلِّد کی غیر اللہ سے غائبانہ استمداد:

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں، جنہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، وہ اپنی دوسری کتاب تحفۃ النبلاء میں طبرانی کی مذکورہ سابق حدیث کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

''کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور مجرب پایا ہے، وہ اس طرح کہ میں ۱۲۷۵ھ میں مرزا پور سے جبل پور کے راستہ بھوپال کو آ رہا تھا موسم برسات کا تھا، راستہ میں ایک ندی کو عبور کرنا تھا، ندی بڑی طغیانی پر تھی، میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہوگا اس میں ڈال دیا، جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا، میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے، میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے اُس وقت میں نے تین بار باوازِ بلند کہا:

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ.

اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جا کر ٹھہر گئے، اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا''۔

واقعی یہ کلمہ بڑا پُر تاثیر ہے، اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر اِمداد فرما دیتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرُّف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، یہی لوگ اہلِ سنت والجماعت کہلانے کے حق دار ہیں یہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مُقلِّد کا قاضی شوکانی سے اِمداد مانگنا:

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نَفۡحُ الطِّیۡبِ میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب اِمداد ہوتے ہیں:۔

زمرۂ رائے در افتاد بہ اربابِ سنن ۔۔۔ شیخِ سنت مددے قاضیٔ شوکاں مددے

﴿ترجمہ﴾ اہل رائے کی جماعت اہلِ حدیث جماعت سے اُلجھ رہی ہے، اے شیخ سنت! کچھ مدد کیجئے اے شوکاں کے قاضی! کچھ مدد کیجئے۔

مولوی عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابراز الغی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا جو شخص رسول ربانی، غوثِ صمدانی سے اِستمداد و استعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے ایسا شخص کون ہوا؟

ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے بڑھ کر تھا؟ آیا قاضی صاحب (معاذاللہ) اوتاد تھے جن سے اِمداد کا طلب کرنا جائز ہوا؟ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ:

خودرا فضیحت دیگرے را نصیحت۔

﴿ترجمہ﴾ اپنے لئے رسوائی کا سامان اور دوسروں کو نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مُقلِّد بھوپالی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِمداد مانگنا:

نواب صدیق حسن خاں غیر مُقلِّد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بایں الفاظ اِستِغاثہ کرتے ہیں:

یَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ بُکَائِیْ　　　مَالِیْ وَرَاءَکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ

﴿ترجمہ﴾ یَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ! میرے لئے آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے رونے پر ضرور رحم فرمایئے۔

نواب صاحب اپنی اکثر تصانیف میں غیر اللہ سے اِمداد طلب کرنے کو کفروشرک تحریر کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کس طرح غیر اللہ سے اِمداد مانگتے ہیں، شاید بھول گئے یا واقعی ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہوگیا ہوگا، گویا یہ شعران کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مُقلِّد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنا:

مولوی محمد عثمان غیر مُقلِّد اپنی کتاب ''نظارۂ گلبنِ عثمان'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے: ؎

اے شافعِ محشر ہے یہی وقت مدد کا　　　جز آپ کے سب ہیبتِ حق کھائے ہوئے ہیں

سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں　　　شافعِ حشر ہو تم عیش کے ساماں تم ہو

غیر مُقلِّدین جو اِستِمداد و اِستِعانت کے دشمن ہیں ان کا خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور درحقیقت یہ اس مسئلہء استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی وغیبی تائید ہے سچ ہے:

ہر چند خصم ساعی انکار مے شود　　　چوں تیرے جہد ز کمان گفتگوئے حق

﴿ترجمہ﴾ حق تعالیٰ کا فرمان کمان سے تیر کی مانند ہدف تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ دشمن انکار کی کوشش کرتا ہے۔

❀❀❀

اِستمداد باولیاء اللہ واِستعانت بہ اہل القبور

انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالمِ برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے، اس طور پر کہ ان کو مظہرِ عونِ الٰہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے، بالذات وہی مدد کرتا ہے، وہی مستعانِ حقیقی ہے اور اولیاءِ کرام محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجازاً ہیں، اور ان سے اِستمداد کرنا اسبابِ ظاہریہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے، اس قسم کی اِستمداد شرعاً ثابت ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اس کی جہالت ہے، لہٰذا انصاف پسند اور عقلِ سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قولِ فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

اِستمداد باولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابنِ تیمیہ کو سمجھنا چاہئے وہ اپنے رسالہ زیارتِ قبور میں رقمطراز ہیں:

وَاِنْ قَالَ اَنَا اَسْاَلُهٗ لِكَوْنِهٖ اَقْرَبَ اِلَى اللّٰهِ مِنِّيْ لِيَشْفَعَ لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ لِاَنِّيْ اَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ بِهٖ كَمَا يُتَوَسَّلُ اِلَى السُّلْطَانِ بِخَوَاصِّهٖ وَاَعْوَانِهٖ فَهٰذَا مِنْ اَفْعَالِ الْمُشْرِكِيْنَ وَالنَّصَارٰى فَاِنَّهُمْ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ يَتَّخِذُوْنَ اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ شُفَعَاءَ يَسْتَشْفِعُوْنَ بِهِمْ فِيْ مَطَالِبِهِمْ وَكَذٰلِكَ اَخْبَرَ اللّٰهُ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

﴿ترجمہ﴾ اگر وہ (طالبِ اِمداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحبِ قبر قربِ الٰہی میں مجھ سے بڑا ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسُّل اس لئے پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں ان کے مقربین اور درباری لوگوں کے ساتھ توسُّل کیا جاتا ہے، تو یہ مشرکین ونصاریٰ کا سا قول وفعل ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اَحبار اور رُہبان بارگاہِ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

"کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہم کو اللہ کا مقرَّب بنا دیں۔

علامہ صاحب کا دعویٰ کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں:

كَلِمَةُ الْحَقِّ اُرِيْدَ بِهِ الْبَاطِلُ.

﴿ترجمہ﴾ حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعویٰ یہ ہے کہ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِستمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام میں ذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قربِ حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوگئے کہ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِستمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے اِستمداد کرنے کے برابر ہے، اور اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام کی مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین

انصاف فرمائیں کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار رہوئے یا ان اولیاءِ کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والا۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

افسوس کہ منکرینِ اِستمداد نے جوشِ استدلال میں انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دغل وخدع کا راز سنئے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَانَعْبُدُھُمْ اِلَّالِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی.﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہم کو نزدیک کردیں۔

اس آیت سے علامہ ابنِ تیمیہ نے دلیل کو دعویٰ پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد اَحْبَار و رُھْبَان لئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اَصْنام و اَوْثان ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اَوْلِیَاء یعنی اَلْاَصْنَامَ.

تفسیر مدارک میں ہے:

اَوْلِیَاءَ اَیْ آلِھَۃَ وَھُوَ مُبْتَدَاً مَّحْذُوْفُ الْخَبَرِ تَقْدِیْرُہٗ وَالَّذِیْنَ عَبَدُوالْاَصْنَامَ.

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جوازِ اِستمداد باولیاء

شاید شیخ ابنِ تیمیہ کے اسی دعویٰ و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا، سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ اوّل اِستمداد اور بت پرستی میں فرق:

﴿سوال﴾ (۱) بُت پرستے مدد از بُت میخواست عالِمے منع کرد کہ شرك مکن، بُت پرست گفت کہ گر شریکِ خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرك ست، وگر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرك باشد؟

﴿۲﴾ عالِم گفت کہ در کلامِ مجید متواتر آمدہ کہ از غیرِ خدا مدد مجوئید، بُت پرست گفت کہ بنی نوع انسان ازیک دگرچرا سوال مے نمایند؟

﴿۳﴾ عالِم گفت کہ بنی نوع زندہ اند ازیشاں سوال منع نیست وبُتاں تومثل کنہیا وکالِکا وغیرہ مُردہ اند قدرت بر ہیچ چیز ندارند۔

﴿۴﴾ بُت پرست گفت کہ شُما از اہلِ قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ برشما ہم شرك

عائد شود، القصه به چه مقصد و مرادِ شما از اهلِ قبورست هماں قسم مقصودِ من هم از کَنہیّا[1] و کالِکا[2] است۔ بحسب ظاهر نه قُوّت اهلِ قبور دارند نه بت۔

﴿۵﴾ واگر میگوئی که بقُوتِ باطن اهلِ قبور کشائش حالات بنمایند، بسا جا ازبُتاں هم روائیٔ حاجات میشود واگر میگوئید که بایشاں میگویم که از خدا برائے ماشفاعت بخواهیدمن هم از بُتاں همیں استدعا دارم پس هر گاه که جوازِ اِستِمدَاد از اهلِ قبور ثابت شد بعض ضعیف الاعتقاد از پرستشِ سِیُتَلا و مَسَانِیٔ وغیره چگونه باز خواهند آمد؟

﴿ترجمه﴾ (۱) سوال ایک بت پرست بت سے اِستِمدَاد کرتا تھا کسی عالم نے اُس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہوگا؟

﴿۲﴾ عالم نے کہا کہ کلامِ مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیرِ خدا سے مدد مت مانگو، بت پرست نے کہا کہ بنی نوعِ انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟

﴿۳﴾ عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی خیر پر قدرت نہیں رکھتے۔

﴿۴﴾ بُت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہلِ قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہیے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو، القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہلِ قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا [1] اور کالکا [2] سے ہے، بظاہر نہ اہلِ قبور قوت رکھتے ہیں نہ بت۔

﴿۵﴾ اور اگر کہو کہ اہلِ قبور قوّتِ باطن سے کشائشِ حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہلِ قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو میں بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں، بس جب استمداد اہل القبور ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا [3] اور مسانی [4] کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

﴿جواب﴾ (۱) دریں سوال چند جا اشتباه واقع شده آں چند جا را خبردار باید شد آنگاه بفضلِ الٰهی جوابِ سوال بخوبی واضح خواهد شد۔

﴿۲﴾ اوّل آنکه مدد خواستن چیزِ دیگرست و پرستش چیزِ دیگر است۔ عوام مسلمین برخلافِ حکمِ شرع از اهلِ قبور مدد مے خواهند وپرستش نمیکنند و بت پرستاں مدد هم میخواهند وپرستش هم میکنند پرستش آنست که سجده کنند وطواف کنند یانامِ اورا بطریقِ

---

[1] کَنہیّا: ہندوؤں کے اوتار سری کرشن کا نام ہے۔

[2] کالِکا: کالی دیوی۔

[3] سِیُتَلا: ایک دیوی کا نام جو سیتلا یعنی چیچک کی مالک خیال کی گئی ہے۔

[4] مَسَانِیٔ: ہندوؤں کی سیتلا دیوی کی سات بہنوں میں سے ایک بہن کا نام۔ فرہنگِ آصفیہ۔

تقرُّب وِرد سازد یا ذبحِ جانور بنامِ او کند یاخود رابندهٔ فلانی بگوید و هر که از مسلمانانِ جاهل باهلِ قبور این چیزهابعمل آردفی الفور کافر میگردد ازمسلمانی مے برآید۔

﴿۳﴾ دوم آنکه مدد خواستن دو طورمے باشد۔ اول مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے، مثل آنکه از امیر وبادشاه نوکرو گدا در مهماتے خود مدد مے جویند، و عوام الناس ازاولیاء دعاء میخواهند که از جنابِ الٰهی فلاں مطلبِ ما را درخواست نمائیدایں نوع مدد خواستن درشرع از زنده و مرده جائزست۔

﴿۴﴾ دوم آنکه بالاستقلال چیزے که خصوصیت بجنابِ الٰهی دارد مثل دادنِ فرزند یا بارش و باراں یا دفعِ امراض یا طولِ عمر، مانند ایں چیزهائے آنکه دعا و سوال از جنابِ الٰهی درنیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند ایں نوع حرامِ مطلق بلکه کفراست، واگر از مسلماناں کسے از اولیائے مذهبِ خود خواه ز زنده باشد یا مرده ایں نوع مدد خواهد از دائره مسلماناں خارج می شود بخلاف بت پرستاں که همیں نوع مدد از معبودانِ باطلِ خود مے خواهند وآں را جائز مے شمارند۔

﴿۵﴾ و آنچه بُت پرست گفت که من هم از بتانِ خود شفاعت میخواهم چنانچه شماهم از پیغمبران واولیاء شفاعت میخواهید پس دریں کلام هم دغل و تلبیس است زیرا که بُت پرستاں هر گز شفاعت نمی خواهند بلکه معنئ شفاعت رانمی دانند ونه در دلِ خود تصوُّرمی کنند، معنئ شفاعت سفارش است و سفارش آنست که کسے مطلبِ کسے را از غیرِ خود بعرض ومعروض ادا سازد وبُت پرستاں در وقتِ درخواست مطالبِ خود از بتاں نمیگویند که سفارش بالحضور پروردگار جل و علا نمایند ومطالبِ ما را از جنابِ او تعالیٰ برآرید بلکه از بتانِ خود درخواست مطلبِ خود میکنند۔

﴿۶﴾ وآنچه گفته است که هرچه مقصدِ شما از اهلِ قبور ست هماں قسم مقصودِ من هم از صورت کنهیّا وکالِکا است نیز خطا در خطاست زیرا که در ارواح را تعلق به بدنِ خود که در قبر مدفون ست البته مے باشد زیرا که مدتِ دراز دریں بدن بوده اند واینها قبورِ معبودانِ خود را تعظیم نمی کنند بلکه از طرفِ خود صورت هاوسنگها و درختاں ودریاها راقرار مے دهند که صورتِ فلان است بے آنکه آں چیز را تعلق بآں ارواح باشد یابدنِ آنها را در آنجا سوخته گردد

دریں قرارداد افترائی را هیچ اثر نیست، آرے حاجت روائیٔ بندگان خالقِ اکبر از راہ رحمانیتِ خود میفرماید آنهامے فهمند که از طرفِ بُتاں ایں فائده حاصل شد حق تعالٰی که عالم الغیب والخفیات ست حالاتِ بندگانِ خود رامے داند و در زندگانیٔ آنـها حاجت روائی منظورست از هر طرف که مطلبِ خود خواهند مطلبِ ایشاں را بایشاں مے دهد۔ چنانچه پدرِ مشفق حاجتِ پسرِ خود را که صغیر السن ست میداند و در وقتیکه از خدمت گار ودایهٔ خود چیزے می طلبد باو میدهد حالانکه خدمتگار و دایه مقدور نه دارند و همچنیں است حالِ بتاں بلکه حالِ اهلِ قبور نیز موافقِ قاعدهٔ اهلِ اسلام۔

﴿۷﴾ و آنچه مرقوم شده پس هر گاه که جوازِ اِستِمْدَاد از اهلِ قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سِیْتَلا و مَسَانِی وغیره چگونه باز خواهند؟ آمد پس فرق میانِ اِسْتِمْدَاد از اهلِ قبور وپرستش سِیْتَلا و مَسَانِی بچند وجه است۔

﴿۸﴾ اول آنکه اهلِ قبور معلوم اند که صلحاء و بزرگان بوده اند وسِیْتَلا و مَسَانِی مَوْهُوم محض از وجودِ آنها معلوم نیست بلکه بظاهر خیال بندیٔ ایں مردم ست۔

﴿۹﴾ دوم آنکه سِیْتَلا و مَسَانِی برتقدیرِ وجودِ آنها از قبیلِ ارواحِ خبیثه و شیاطین اند که کمر برایذائے خلق بسته اند اینهارا باروِاحِ طیبهٔ انبیاء و اولیاء چه مناسبت۔

﴿۱۰﴾ سوم آنکه اِسْتِمْدَاد از اهلِ قبور بطریقِ دعا است که از جنابِ الٰهی عرض کرده مطلبِ مابر آرند و پرستشِ ایں چیزها بنا بر اِعْتِقَادِ استقلال وقدرت ست که کفرِ محض ست

(فتاوٰی عزیزی)

﴿ترجمه﴾(۱) اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہئے پھر بفضلِ الٰہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

﴿۲﴾ اوّل یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے، عوام مسلمین شرع کے ظاہری احکام کے خلاف اہلِ قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے، اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقرّب ورد کرے یا جانور اس کے نام پر ذبح کرے یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جو جاہل مسلمان اہلِ قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

﴿۳﴾ دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے، اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے

ہیں اور عوام الناس اولیاءِ کرام سے دُعا کرتے ہیں کہ جنابِ الٰہی سے ہمارے فلاں مطلب کی استدعا کرو، اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔

﴿۴﴾ دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جنابِ الٰہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے کہ جنابِ الٰہی سے دعا و سوال کرنے کی نیت ہو، جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا، اور اس کے مانند، اس قسم کی اِستمداد حرامِ مطلق بلکہ کفر ہے، اور اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں اس قسم کی مدد مانگے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

﴿۵﴾ اور یہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام میں بھی فریب اور دھوکا ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتا بلکہ شفاعت کے معنی بھی نہیں جانتے اور نہ اپنے دل میں تصوّر کرتے ہیں، شفاعت کے معنی ہیں سفارش کے، اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض معروض کر دے، اور بت پرست اپنے مطالب کو بتوں سے طلب کرتے وقت یہ نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل علا کے حضور میں کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے برلاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ اور وہ جو کہا ہے کہ جو کچھ تمہارا مقصد اہلِ قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کہنیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کا تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان چیزوں کا ان ارواح کے ساتھ تعلق ہو، یا ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور اس بناوٹی قرارداد کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالقِ اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی اشیاء سے آگاہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے، جیسے مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دے دیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہلِ اسلام کے قاعدے کے موافق اہلِ قبور کا بھی۔

﴿۷﴾ اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہلِ قبور سے اِستمداد کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے؟ پس اہلِ قبور سے اِستمداد کرنے اور سیتلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔

﴿۸﴾ اول یہ کہ اہلِ قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہومِ محض ہیں ان کے وجود کا کچھ علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔

﴿۹﴾ دوسرے یہ کہ سیتلا اور مسانی کہ وجود کی تقدیر پر وہ ارواحِ خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟

﴿۱۰﴾ سوم یہ کہ اہلِ قبور سے اِستمداد بطریق دعا کے ہے کہ جنابِ الٰہی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کر دیں، اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے جو کفرِ محض ہے۔

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ بـرخـلافِ شـرع سرسری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے غالبًا اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے دراصل یہ لفظ برخلافِ ظاہرِ شرع ہوگا، یہ فقرہ یوں ہو جائے گا:

عوام مسلمین برخلافِ حکمِ ظاہرِ شرع از اھلِ قبور مدد میخواھند۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اِستمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحًا شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرونِ اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اصولِ شرع کے خلاف بھی نہیں، چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو اِستمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

فتویٰ دُوُم اِستمداد بدعتِ حسنہ ہے:

﴿سوال﴾ از انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام وشہدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موتِ شان اِستِمُداد بایں طور که یا فلان از حق تبارك و تعالیٰ حاجتِ مرا بخواه وشفیعِ من شود دعا برائے من بخواه درست است یا نه؟

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح اِستمداد کرنا کہ: اے فلاں! حق تبارک وتعالیٰ سے میری مراد کی اِستدعا کرو اور میری شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور یہ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ استمداد از اموات خواه نزدیک قبور باشد یا غائبانه بے شبه بدعت است در زمانِ صحابه و تابعین نبود لیکن اختلاف است دراں که ایں بدعت سیئه است یا حسنه؟ ونیز حکم مختلف مے شود باختلافِ طُرُقِ اِستِمداد اگر اِستِمُداد بایں طریق است که درسوال مذکور است پس ظاهرًا جوازست زیرا که دریں صورت شرك نمے آید مانند اِستِمُداد از صلحاء بدعا و التجا درحالِ حیات و اگر بنوعِ دیگر است پس حکمِ آں موافقِ آں خواهد بود ودرحدیث برائے رواں شدن حاجت ایں قدر آمده است:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصْرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَوَضَّاءَ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ

تَوَجَّهتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ لِیَقْضِیَ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ. (رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ) (فتاوٰی عزیزی جلد اول)

﴿ترجمہ﴾ جواب فوت شدہ بزرگوں سے اِستمداد خواہ قبروں کے نزدیک ہو یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ اور نیز اِستمداد کے طریقوں کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے، اگر اِستمداد اس طرح ہے جو سوال میں مذکور ہے تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں جیسے صالحین کی حیات میں دعاء والتجاء کے ساتھ اِستمداد کرنا، اور اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اس کے موافق ہوگا، اور حدیث شریف میں حاجت روائی کے لئے اس قدر آیا ہے ''حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے صحت بخشے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر کرو، بس یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اس نے عرض کیا دعاء کیجئے، راوی کہتا ہے کہ بس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کما حقہ کرے اور یہ دعا کرے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ تَوَجَّهتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ لِیَقْضِیَ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ.''

الٰہی! میں سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو نبی الرحمۃ ہیں، میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد برلائے الٰہی! بس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمایئے۔ (مشکوٰۃ)

فتویٰ سوّم جوازِ اِستمداد میں:

اِستِمداد باروِاحِ بزرگان دو قسم است، قسم آن ست که بابزرگانِ زنده هم مانند آں بعمل مے آید۔ یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابه فهمیده ایشاں را واسطه درخواستِ مطالبِ خود سازد وایشاں را مرتبه بجز تَوَسُّطِ اوّلیت درذهنِ خود نه نهد و مانندِ عینک پندارد وهذا جائز بلا اشتباه، وقسم آنست که توجۂ مقصود بر ایشاں باشد وچناں پندارد که ایشاں درد هانیدنِ مطلب یادادنِ آں مستقل اند۔ و مرتبه از قربِ حق دارند که تدبیرِ الٰهی را تابعِ مرضئ خود توانند ساخت وهمیں قسم ست که عوام باں اِستِمداد مے طلبند وایں قسم شرکِ محض ست مشرکانِ زمانِ جاهلیّت زیاده بریں درحقِ اَصْنامِ خود اِعْتِقاد داشتند فقط۔

﴿ترجمہ﴾ ارواحِ بزرگاں سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے، یعنی ان کی دعا کو اَقْرَب اِلَی الْاِجَابَة سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں، اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں، اور یہ بلاشبہ جائز ہے، اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ

حضرات مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں، اور قربِ حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس سے عوام اِسْتِمْدَاد کرتے ہیں اور یہ قسم شرکِ محض ہے، جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اِعْتِقاد رکھتے تھے۔

فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسُّل میں فرق:

شاہ صاحب ممدوح تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعالِ عادیٔ الٰہی مثل بخشیدنِ فرزند وتوسیع رزق و شفاءِ مریض وامثالِ ذالک را مشرکاں نسبت بارواحِ خبیثه واَصنَام مے نمایند وکافر مے شوند و مُوَحِّداں از تاثیرِ اسماءِ الٰہی یاخواص مخلوقاتِ او مے دانند از ادویه وعقاقیر یا دعاءِ صلحاءِ بندگانِ او که هم از جنابِ او درخواسته اِنْجَاحِ مطالب مے کنانند مے فهمند ودر ایمانِ ایشاں خلل نمے اُفتد۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ کے افعالِ عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواحِ خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہلِ توحید اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعاء کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعاء سے بیٹا ملنا، رزق وسیع ہونا، بیمار کا تندرست اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ مُوَحِّد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں، کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواحِ خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثرِ حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے اِمْداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے:

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر التفاتِ محض بجانبِ حق ست واو رایکے از مظاهرِ عوام دانسته و نظر بکارخانهٔ اسباب و حکمتِ او تعالیٰ درآں نموده بغیر اِسْتِعَانتِ ظاهری نماید دور از عرفان نخواهد بود و در شرع نیز جائز وروا ست وانبیاء اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کرده اند و درحقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکه استعانت بحضرتِ حق است نه از غیر۔

﴿ترجمہ﴾ اگر التفات خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندۂ مقرب کو مددِ الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ اسباب و

حکمت پر نظر کر کے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہوگا اور شرع میں بھی جائز وروا ہے، اور انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور در حقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۔

آب خواہ از جُو بجو خواہ ازسبُو کاں سبُورا ہم مدد باشد ز جُو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خُور نورِ مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنْ رُحَمَاءِ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوا فِیْ اَکْنَافِهِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ میرے نرم دل اُمتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظلِ عنایت میں آرام کرو گے۔

(مستدرک)

امامِ ربانی مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارۂ اِستمداد

شیخ ابنِ تیمیہ جیسے مانعینِ اِستمداد کے منع وانکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبدالعزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امامِ ربانی جیسے مجددِ اعظم اور عارفِ اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

هم چنیں اربابِ حاجات از اَعِزّه باحیاء و اموات در مخاوف و مهالک مددها طلب مے نمایند ومے بینند که صُوَرِ آں اَعِزّه حاضر شده و دفعِ بلیه ازیں‌ها نموده است گاه هست که آں اعزّه را از دفعِ آں بلیه اطلاع بود و گاه نبود ؎

ازما وشما بہانه برساخته اند

(مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفترِ دوم، مکتوب/۵۸ صفحہ/۲۵)

﴿ترجمہ﴾ اسی طرح اہلِ حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف وہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے ؎

ازما وشُما بہانه برساخته اند

ہم اور تم سے بہانہ بنالیا گیا۔

اس ارشاد سے جوازِ اِستمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

﴿۱﴾ اہلِ حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلبِ اِمداد ہے، کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر اِستمداد نہیں کرتے جو مؤہمِ شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

﴿۲﴾ ان کے اِعتِقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ اِمداد مل جاتی ہے، ورنہ اگر ان کا عقیدہ مؤہمِ شرک ہوتا تو اُلٹا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

﴿۳﴾ اس اِمداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبانِ خدا کو جن سے اِستمداد کی جاتی ہے اس اِمداد اور کار برآئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بامرِ حق دیگر ارواحِ طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبان کی صوَرِ مثالیہ حاضر ہو کر اِمداد کر دیتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق در بارۂ اِستمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہ جہان بادشاہ کے مفتیِ اعظم اور قاضی القضاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقِ زار شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ ودر اِستِعانت واِستِمداد از قبور فقہا راسخن ست ایشاں گویند کہ زیارتِ قبور درغیرِ انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت واعتبار و تذکرِ موت بود یا برائے ایصالِ نفع واستغفار برائے موتی باشد چنانچہ فعلِ آنحضرت درزیارتِ بقیع بصحت رسیدہ است۔

﴿۲﴾ ومشائخِ صوفیہ قدس اللّٰہ اسرارہُم گویند کہ تصرُّف بعضے اولیاء درعالمِ برزخ دائم و باقی ست و توسُّل واِستِمداد بارواحِ مُقَدّسۂ ایشاں ثابت و مؤثِر۔

﴿۳﴾ وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ مے گویند کہ ہر کہ در حیاتِ وے بوے توسُّل و تبرُّک جویند بعد از موتش نیز تواں جست۔

﴿۴﴾ و ایں سخن موافقِ دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالتِ احادیث واجماعِ علماء ثابت است و متصرِّف درحیات وبعد از ممات روح ست نہ بدنی و مُتَصَرِّفِ حقیقی حق تعالٰی ست، وولایت عبارت از فنافی اللّٰہ و بقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔

﴿۵﴾ ونزد اربابِ کشف و تحقیق مقابلۂ روحِ زائر بارواحِ مزور موجبِ انعکاس اَشِعَّۂ لُمعَات انوار واسرار شود درنگِ مقابلۂ مِرأت بامِرأت۔ و اولیاء را ابدانِ مُکتَسِبَہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند و اِمداد وارشادِ طالباں کنند۔

﴿۶﴾ و منکراں را دلیل و برہان بر انکارِ آں نیست۔

﴿۷﴾ یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ درقبرِ خود تصرُّف مے کنند مثل تصرُّفِ ایشاں درحالتِ حیات یا بیشتر:

(۱) ازاں جملہ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) وشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ودیگر را از اولیاء نیزشمردہ۔(رسالہ تکمیل الایمان)

﴿ترجمہ﴾ (۱) قبروں سے اعانت ومدد چاہنے کے بارہ میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء علیہم السلام کی

نہ ہوں عبرت و نصیحت اور یادِ موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے۔

﴿۲﴾ اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارَہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرُّف عالمِ برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے توسُّل و استمداد کرنا ثابت اور موثر ہے۔

﴿۳﴾ اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں توسُّل اور تبرُّک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔

﴿۴﴾ اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماعِ علماء سے ثابت ہے اور مُتصرِّف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور مُتصرِّف حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ولایت سے مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے۔

﴿۵﴾ اور اہلِ کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ مزور کی ارْواح سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ۔ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی اِمداد کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

﴿۷﴾ مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاءِ کرام کو دیکھا جو کہ اپنی قبر میں اسی طرح تصرُّف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرُّف کرتے تھے، یا زیادہ۔ منجملہ اُن کے:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارۂ جوازِ استمداد

﴿سوال﴾ طریقِ اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضیاء القلوب صفحہ/ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

اِسْتِعَانت واِسْتِمْدَاد از ارواحِ مشائخِ طریقت بواسطۂ مُرْشِدِ خود کردہ الخ

اِسْتِعانت واِسْتِمْدَاد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے اِسْتِعانت و اِسْتِمْداد بطریقِ جائز کس طرح کرتے ہیں، خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے؟

﴿جواب﴾ (۱) جو اِسْتِعانت و اِسْتِمْداد بالخلوق باِعْتِقادِ علم وقدرت مستقل مُسْتَمَدّ مِنْهُ ہو شرک ہے۔

(۲) اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳) اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔

(۴) اور جو استمداد بلا اِعْتِقادِ علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریقِ اِسْتِمْداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے:

اِسْتِمْداد بِالنَّار وَالْمَاءِ وَالْوَاقِعَاتِ التَّارِیْخِیَّۃِ.

(۵) ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس اِسْتِمْدَاد ارواحِ مشائخ سے صاحبِ کشف الارواح کے لئے قسمِ ثالث ہے اور غیر صاحبِ کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصوُّر وتذکُّر سے قسمِ رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اِتِّباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحبِ کشف کے لئے قسمِ خامس ہے۔ (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں:

﴿وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَایَضُرُّهُمْ وَلَایَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَاللّٰهِ.﴾

(سورۂ یونس رکوع/۲)

﴿ترجمہ﴾ اور جو اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں یعنی بتوں کو، وہ انہیں نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔

اس آیت سے انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحًا قرآنِ مجید کی تحریف کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع وضرر نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا اس کو انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام پر چسپاں کرنا کفر ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی شفاعت اور نفع وضرر احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہِ راست انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنا:

انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے براہِ راست مانگنا بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَۃِ مِنْ اُمَّتِیْ تُرْزَقُوْا وَتُنْجَحُوا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ رَحْمَتِیْ فِیْ ذَوِی الرَّحْمَۃِ مِنْ عِبَادِیْ وَلَاتَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَالْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ فَلَاتُرْزَقُوْا وَلَاتُنْجَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّ سُخْطِیْ فِیْھِمْ۔ (رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: اپنی حاجتوں کو میری امت کے مہربان لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) تو تم دیئے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے مہربان بندوں میں ہے، اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیئے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: بے شک میری ناخوشی ان میں ہے۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاءعلیہم السلام واولیاءِ کرام سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

﴿۲﴾ عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَاللّٰہِ! اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَاللّٰہِ! اَعِیْنُوْنِیْ، یَاعِبَادَ اللّٰہِ! اَعِیْنُوْنِیْ وَقَدْجُرِّبَ ذَالِکَ. (رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چاہے مدد تو چاہئے کہ کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاانْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَاللّٰہِ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ (رَوَاہُ الْبَزَّارُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہئے کہ پکارے اے خدا کے بندو! میری مدد کرو، اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

﴿۴﴾ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابوعمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابومحمد عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہوکر اپنی

کھڑاؤں میں وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اُٹھا کر اونچا پھینک دیا، وہ ہماری آنکھوں سے فوراً اوجھل ہوگئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہوگئی، پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے، کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے، ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک لے لو، چنانچہ اُنہوں نے ایک سیر ریشم، چند ریشمی کپڑے، کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لاکر دے دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں، اُنہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے، اُنہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف چل دیئے ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہوگئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، دور سے ہم بھی دیکھ رہے تھے، اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فریاد کریں اور ان سے اِمْدَاد طلب کریں ممکن ہے کہ آپ کی روحانی اِمْداد سے ہم کو فائدہ پہنچے، بنابریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کریں گے، چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنی شروع کی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی! المدد، جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوفزدہ ہوگئے اور جنگل بھی گونج اٹھا ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لٹیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آگئے ہیں جس سے یہ شور وغل پیدا ہوا ہے، ابھی ہم اپنی خیالوں میں تھے کہ چند آدمی ان کی طرف سے ہمارے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اُٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو، اور جو مصیبت اس وقت ہم پہ نازل ہوئی ہے اس کو دیکھو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں، کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاں پڑی ہوئی ہے، الغرض اُنہوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، کسی اللہ کے مقبول بندے نے تمہاری یہ اِمْداد کی ہے، ہم نے کنایۃً اس راز کا انکشاف کیا، جب اُن لٹیروں نے حضرت غوثِ اعظم کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہوگئے، خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہوگئے۔

بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیخ ابوالعباس احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ دو شعر تحریر کیے ہیں:

اَنَا لِمُرِیْدِیْ جَامِعٌ لِشَتَاتِہٖ　　اِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَکْبَتِہٖ

میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جورِ زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

وَاِنْ کُنْتَ فِیْ ضَیْقٍ وَّکَرْبٍ وَّوَحْشَۃٍ　　فَنَادِ بِیَا زَرُوْقُ اٰتِیْ بِسُرْعَتِہٖ

اور اگر تنگی و سختی وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

اولیاء اللہ کا فیض جس طرح ان کی دینوی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے، لہٰذا ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور ان سے اِمْداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے، سینکڑوں حاجت مند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اَشِعَّۃُ اللُّمُعَات میں تحریر فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ گفتہ ھر کہ اِسْتِمْدَاد کردہ شود بوے درحیات اِسْتِمْداد کردہ مے شود بوے بعدِ وفات۔

﴿ترجمہ﴾ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کے ساتھ اِسْتِمْداد کی جاتی ہے زندگی میں اس سے اِسْتِمْداد کی جاسکتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء مشائخ دیارِ مغرب است گفت کہ از روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ اِمْدَادِ حیّ اقویٰ است یا امدادِ میّت من گفتم کہ قومے میگویند کہ اِمْدادِ حی قوی ترست ومن میگویم کہ اِمْدادِ میّت قوی تر است پس شیخ گفتہ نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق است و در حضرتِ اوست۔

﴿ترجمہ﴾ سیدی احمد زروق جو بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخ دیارِ مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مردہ کا، میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ اِمْدَاد زندہ کی زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اِمْداد میت کی زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے کیونکہ وہ بساطِ حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہوجاتی ہے حالتِ زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہوجاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوجاتا ہے، پس اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت وبزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پوری کردیں۔ (مشارق الانوار صفحہ/ ۸۸)

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ:

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اُن کے طفیل مُرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، چنانچہ مشارق الانوار میں ہے۔

شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کردیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کردیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کردیتے ہیں، کیونکہ عالمِ برزخ میں ان کے اختیارات وسیع ہوجاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہوجاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں ان کو اس کا

اس قدر ثواب ملتا ہے جس قدر ان کو عالمِ برزخ میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارتِ قبرِ ایشاں رود وزیارت از ان جا انجذابِ دریوزہ کند۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصولِ جذب کی بھیک مانگے۔

اہلِ روم کا حضرت ابوایوب انصاری اصحابی ﷺ کی قبر سے مدد مانگنا:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں (حاکم واُسدُ الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلبِ باراں کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اَشِعَّۃُ اللُّمْعَات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح تصرُّف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے:

﴿۱﴾ شیخ طفیل منجبی علیہ الرحمہ۔

﴿۲﴾ شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمہ۔

﴿۳﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ۔

﴿۴﴾ شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ۔

یہ روایت راقم نے کتاب "شَذْرَاتُ الذَّھَبِ فِیْ اَحْوَالِ مَنْ ذَھَبَ" میں بھی دیکھی ہے، مولانا شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی در قبرِ خود مثلِ اَحیاء تصرُّف میکند۔

﴿ترجمہ﴾ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرُّف فرماتے ہیں۔

علامہ ابنِ جوزی محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب صفۃ الصفوہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عَنْ اَحْمَدَ بْنِ الْفَتْحِ قَالَ سَاَلْتُ بِشْرًا عَنْ مَعْرُوْفِ الْکَرْخِیِّ قَالَ فَمَنْ کَانَتْ لَہٗ حَاجَۃٌ فَلْیَاْتِ قَبْرَہٗ وَیَدْعُ فَاِنَّہٗ یُسْتَجَابُ لَہٗ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی.

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بشر حافی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے معروف کرخی علیہ الرحمہ کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ: .... اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس

کی دعا قبول ہوگی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحق معروف کرخی میری حاجت کو پورا، کر قبول ہوگی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرُّفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:

﴿۵﴾ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

﴿۶﴾ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء حاجت مند امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیلِ مرام واپس جاتے۔ ان میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْئُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَسَاَلْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا (ردُّالمحتار[1])

﴿ترجمہ﴾ میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحبِ قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔ (خیرات الحسان)

﴿۷﴾ ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیتِ دعاء کے واسطے تریاقِ اکبر ہے، جس نے آپ کے طفیل سے بدرگاہِ رب العلمین دعا مانگی، اس کی مراد برآئی۔

﴿۸﴾ شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

﴿۹﴾ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا، چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے کہ ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضہءِ مبارک کے پاس لا کر رکھتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء)

---

[1] رد المحتار، ج ۱/ص ۱۳۹، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں جن سے لوگ فیض و برکت حاصل کر رہے ہیں، مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری، بمقام میترانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد حضرت مولانا مست علی نقشبندی قادری، اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی، سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی، دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت نظام الدین، کلیر شریف میں حضرت علاؤ الدین صابر، چورہ شریف میں حضرت نور محمد و فقیر محمد وغیرہ۔

اِستِفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارتِ قبورِ اولیاء کا طریقہ:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارتِ قبرے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو سینہ میت نماید وسورۂ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار ودروقتِ آمدن بمقبرہ ایں الفاظ بگوید اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَاِنَّااِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمُ اللَّاحِقُوْنَ. واگر قبرے بزرگے از اولیاء وصلحاء باشد روے سوئے سینہ آں بزرگ کردہ بنشیند وبست ویکبار بچہار ضرب سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ گوید و سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنَا سہ بار بخواند ودل را از خطرات خلاص کردہ مقابلِ سینہ آں بزرگ آرد وبرکات در دل ایں زیارت کنندہ خواھد رسید (فتاوٰی عزیزی)

﴿ترجمہ﴾ جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورہ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَاِنَّااِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمُ اللَّاحِقُوْنَ

''سلام ہو تم پر اے اس مقام والو! مومنوں اور مسلمانوں سے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں''

اور اگر اولیاء و صلحاء میں سے کسی بزرگ کی قبر ہو تو اپنا منہ اس کے سینے کی طرف کر کے بیٹھ جائے اور اکیس بار چار ضربوں کے ساتھ کہے:

(سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ)

تین بار پڑھے اور دل کو خطرات سے پاک کر کے اس بزرگ کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی۔

طریقِ اِستِمداد

حضرت شاہ صاحب موصوف فتاوی عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

بعضے از اھلِ قبور مشھور بکمال اند وکمالِ ایشاں بتواتر شدہ، طریقِ اِستِمْداد از ایشاں آں ست کہ جانبِ سرِ قبرِ او سورۂ بقر انگشت بقبر نہادہ تا مُفْلِحُوْن بخواند،

باز بطرفِ پائینِ قبر بیاید و اٰمَنَ الرَّسُوْل تا آخرِ سوره بخواند و بزبان گوید اے حضرت! من برائے فلاں کار درجنابِ الٰہی التجائے کنم و دعائے شما نیز بدعا وشفاعت اِمْدَادِ من نماید، باز رو بقبله آرد ومطلوبِ خود را از جنابِ باری خواهد و کسانیکه کمالِ ایناں معلوم نیست ومشهور ومتواتر نشده دریافتِ کمالِ آنها بهماں طریق ست که بعد از فاتحه ودرود و ذکرِ سُبُّوْحٌ دلِ خود را مقابلهٔ سینهٔ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بداند که ایں قبر از اهلِ صلاح وکمال ست لاکن اِسْتِمْدَاد از مشهورین باید کرد۔ (رساله فیضِ عام)

﴿ترجمہ﴾ بعض اہلِ قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اوران کا کمال متواتر ہو چکا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان کی قبر کے سرہانے قبر پر انگلی رکھ کر سورۂ بقر مُفْلِحُوْن تک پڑھے پھر پائنتی کی طرف آئے اور آمَنَ الرَّسُوْل آخر سورہ تک پڑھے اورزبان سے کہے: اے حضرت! میں فلاں کام کے لئے جنابِ الٰہی میں التجاء کرتا ہوں اور دعا۔ آپ بھی دعا اور شفاعت سے میری اِمْدَاد کرو، پھر رو بقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جنابِ باری تعالیٰ سے چاہے، اور جن کا کمال معلوم نہیں اور شہرت وتواتر کو نہیں پہنچا ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ ودرود اور ذکرِ سُبُّوْحٌ کے بعد اپنے دل کو صاحبِ قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہلِ صلاح وکمال کی قبر ہے، لیکن اِسْتِمْدَاد مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہئے۔

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضمیمہءِ مقاماتِ مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

یک باریک پہلو شل شد اِسْتِمْدَاد از روحِ حضرت مجدد رحمة الله تعالیٰ علیه نمودم هموں وقت صورتِ شریفِ ایشاں را مُعَلَّق درهوا دیدم کل آں بیماری سلب نمودند۔

﴿ترجمہ﴾ ایک بار میرا پہلو شل ہو گیا میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی میری تمام بیماری سلب کرلی۔

انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض

حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسُّل:

حافظ ابن القیم اپنی کتاب اِغَاثَۃُ اللَّھْفَان میں نقل فرماتے ہیں کہ ابنِ اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''جب ہم لوگوں نے شہرِ تُستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مُردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے، اُنہوں نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھ کر ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اُس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں جدا جدا کھودیں، جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا، اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس مردے کو کس اُمید پر رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اُس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ اُنہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے، پھر پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ اُنہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر پوچھا کہ ان کے جسم میں کچھ تغیّر تو نہیں ہوا تھا؟ اُنہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی درندہ کھاتا ہے۔''

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کو دنیا میں اور بعد وصال کے حصولِ مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے تھے، اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صاف فرما دیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی برکت:

تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر چل دیئے، جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے، بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا، آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آ کر بتلائے، ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو اُنہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو تو میرا تابوت

جس میں میری لاش ہوگی اپنے ہمراہ لے جانا ورنہ راستہ نہیں ملے گا، آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاتی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے، آپ نے پوچھا، وہ کیا ہے، کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں، آپ نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کرلو ہم اس کی آرزو پوری کریں گے، چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کرلیا، اُس نے اُسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے، اُنہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں:

﴿۱﴾ تابوتِ یوسف نبی علیہ السلام سے اِستمداد کرنے کی مشروعیت۔

﴿۲﴾ خود حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے تابوت سے اِستمداد کرنے کی وصیت کرنا۔

﴿۳﴾ بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبیٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبر سے نکل کر سائل کیلئے دعا کرنا:

علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نَقَلَ الْیَافِعِیُّ وَغَیْرُهٗ عَنِ الشَّیْخِ الْکَبِیْرِ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرَشِیِّ اَنَّهٗ وَقَعَ بِمِصْرَ غَلَاءٌ کَبِیْرٌ فَتَوَجَّهَ لِلدُّعَاءِ بِرَفْعِهٖ فَقِیْلَ لَاتَدْعُ فَلَایُسْمَعُ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ فِیْ هٰذَاالْاَمْرِ دُعَاءٌ فَسَافَرْتُ اِلَی الشَّامِ فَلَمَّا وَصَلْتُ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ ضَرِیْحِ الْخَلِیْلِ عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا اَفْضَلَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ تَلَقَّانِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ ضِیَافَتِیْ عِنْدَکَ الدُّعَاءَ لِاَهْلِ مِصْرَ فَدَعَالَهُمْ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

﴿ترجمہ﴾ امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعاء کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو، اس باب میں تم میں سے کسی کی سنی نہ جائے گی، شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا، جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ میری میزبانی وضیافت میں اہلِ مصر کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کردی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائشِ رزق ہوتا ہے۔

روضہء رسول سے اِمداد مانگنا:

﴿۱﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا ۔

اَتَیْنَاکَ وَالْعَذْرَاءُ یُدْمِیْ لَبَانُھَا　　　وَقَدْ شَغَلَتْ اُمَّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

﴿ترجمہ﴾ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہہ رہا ہے اور بچے والیاں بچوں سے غافل ہوگئی ہیں۔

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْکَ فِرَارُنَا　　　وَاَیْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

﴿ترجمہ﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے اور مخلوق بھاگے تو بجز رسولوں کے پاس کہاں بھاگے۔

اور آپ نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی التجاء کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اُٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ مینہ برسنا شروع ہوگیا۔(بیہقی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعاء کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ:

''اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو بے شک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون اُن کا شعر ہمیں سناتا ہے؟''

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ　　　ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

ترجمہ: یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے، جو یتیموں کا ماوی اور بیواؤں کا ملجا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی وشادمانی سے دمکنے لگا۔(بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کبھی خوش نہ ہوتے، اور ابو طالب کے قصیدہ گوئی کا منشاء جس میں کا وہ شعر ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھوا کر سنا یہ تھا کہ قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسُّل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا، حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا، اس پر ابو طالب نے یہ قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

﴿۲﴾ صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم روضہ ءرسول کے توسُّل سے بارش طلب کیا کرتے تھے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قُحِطَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَائِشَۃَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کُوًّا اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَایَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا۔(رَوَاہُ الدَّارمی)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو الجوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا صحابہ ءکرام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا، فرمایا کہ روضہ ءمقدسہ پر جاؤ اور چھت میں سوراخ

کر دو تا کہ رحمۃ للعالمین کے روضہءِ مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہوگئی۔

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآنِ مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو "پیر پرست" کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ، اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں، غرض اس روایت سے توسُّل بالفعل ثابت ہوا، اس کے معنی بھی بزبانِ حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبُّسِ جسدِ نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز موجب رحمت ہے اس لئے ہم پر رحم فرمایئے۔

﴿۳﴾ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص نے روضہءِ رسول پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی: "یا رسول اللہ! اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے"، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا ہوشیار رہو، وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، آپ زار زار رونے لگ گئے، پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ! میں قصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں۔ (بیھقی، ابنِ ابی شیبہ، جذب القلوب)

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلبِ بارش کے لئے روضہءِ مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کی اِستِدعا کو قبول کر کے خواب میں یہ دکھلانا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، اور پھر اس اَعرابی کا پیغام حضرت عمر کو پہنچانا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ محمد بن حرب ہلالی (بروایتِ عتبی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جا کر روضہءِ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اَعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

(سورۃ النساء ع/۷)

﴿ترجمہ﴾ اور اگر وہ لوگ جبکہ ظلم کر چکے تھے اپنی جانوں پر (اے میرے حبیب!) تمہارے پاس آتے پھر اللہ تعالیٰ سے اِستِغفار کرتے اور رسول یعنی آپ بھی ان کے لئے اِستِغفار کرتے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔

لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، یہ کہہ کر وہ زار و قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا ۔

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی الْقَاعِ   اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ الْاَکَمُ

﴿ترجمہ﴾ اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس

میدان کا منظر ہے۔

رُوْحِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ   فِيْهِ الْعِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُوَالْكَرَمُ [1]

﴿ترجمہ﴾ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ اَعْرَابی چلا گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ نے مجھے فرمایا کہ اس اَعْرَابی کو جا کر بشارت دو، کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔(ابنِ عساکر' ابنِ جوزی' ابنِ کثیر' مواهب اللدنیه اور خلاصة الوفاء)

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ روضۂ مقدسہ پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امورِ دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

﴿۵﴾ احمد بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں جنگل میں تین ماہ تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا، جس سے میں بے حد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہو گیا، لاچار مدینہ منورہ میں آ کر روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کیا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا، خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے احمد! کیا حال ہے؟ عرض کیا یا حضرت میں بھوک سے بے تاب ہو کر آپ کا مہماں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہٖ موجود ہیں، میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔(جذب القلوب)

﴿۶﴾ ایک شخص مدینہ منورہ میں آ کر پانچ روز تک ٹھہرا لیکن کھانے کے لئے کہیں سے کچھ نہ ملا، آخر روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر سلام کر کے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کا مہمان ہوں، یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا، وہ کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، مَیں نے اُٹھ کر اُسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عطاء فرمائی، جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔(جذب القلوب، صفة الصفوه)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مہمان آ کر کھانا کھاتے تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

﴿۷﴾ امام ابوبکر بن مقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے، خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا، ایک دن عشاء کے وقت میں نے روضۂ مقدسہ پر جا کر یوں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم

---

[1] الانوار المحمدیه للنبهانی من المواهب اللدنیة، ص ۷۰۰، ۷۰۱۔ بیروت۔

ہم بھوک سے بے تاب ہوگئے ہیں، اب آپ کے مہمان ہیں، یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا، میں اور ابوالشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا، ایک مرد علوی نے آ کر دستک دی، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ شخص ہاتھوں میں دو تشتریاں کھانے اور چھواروں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں، اُنہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شکایت کی تھی، کیونکہ مجھے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جا کر ان کے ساتھ کھاؤ۔ **(دارمی، کتاب الوفاء، جذب القلوب)**

﴿۸﴾ حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنة والبدعة میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ:

''ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے، ایک روز رُباعی (سکہ) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے، شیعہ دکاندار نے ہمیں سنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابوبکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کہوں گا، غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کو جواب دیتا رہا آخر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے جوش میں آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتا ہے، اس دکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سُنے اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا، میں روتا ہوا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جا کر یوں فریادی ہوا، ''یا رسول اللہ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں، خدارا میری مدد کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آ گئی خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں، گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی، میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس دکاندار نے پہچان کر آواز دی، میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا بے شک میں وہی ہوں جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں یہ تو ناممکن کام ہے میں نے اپنے بینا ہونے کا تمام قصہ بتلایا، وہ یہ سُن کر مع اہل وعیال کے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہوا۔

یا محمد من بے سرو ساماں مدد ے قبلۂ دیں مدد ے کعبۂ ایماں مدد ے

﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! مجھ بے سروسان سامان کی مدد فرمایئے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتیٔ امت بکفِ ہمّتِ تست اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مدد ے

﴿ترجمہ﴾ یا رسول اللہ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدہ شاہ شاہاں مدد ے شاہ گدایاں مدد ے

﴿ترجمہ﴾ ہم منگتے ہیں اور آپ دوجہاں کے باشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

لَیْسَ لِیْ غَیْرُکَ یَاسَیِّدْ مَکّی مَدَنِی سوئیم افگن نظرے برمنِ حیراں مددے

﴿ترجمہ﴾ اے میرے مکی مدنی آقا! میرے لئے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے میری طرف نظرِ رحمت فرمایئے اور مجھ حیران کی مدد فرمایئے۔

عاصیم پُرز گناهیم وغریبی داریم رحم فرما به غریبئ غریباں مددے

﴿ترجمہ﴾ ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پُر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجئے۔

﴿۹﴾ علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق [۱] میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرفِ حاضری پایا تو روضہءِ مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ فَهِیَ نَائِبَتِیْ

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فَمَدَّیَدَهُ الشَّرِیْفَةَ مِنَ الشُّبَّاکِ فَقَبَّلَهَا۔ [۲]

یعنی جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا تو اُس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرّک حاصل کرے، لیکن اب تو میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکالئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنا دستِ مبارک روضہءِ مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اُس کو بوسہ دیا۔

دیکھئے روضہءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ اب تک ویسے ہی فیض پا رہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا: ۔

اگر خیریتِ دنیا و عقبی آرزو داری بدر گاهش بیاؤ هرچه میخواهی تمنّا کن

﴿ترجمہ﴾ اگر دنیا اور آخرت کی خیریت کی تجھے آرزو ہے اُن کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ اور آرزو کر تجھے سب کچھ ملے گا۔

---

[۱] شواہد الحق صفحہ ۱۷۸، مطبوعہ مصر۔

[۲] امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کے متعلق ایک رسالہ بنام "مـد الیـد" لکھا ہے۔ اور باسناد ثابت کیا ہے (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی مطبوعہ بمبئی جلد سوم) عبدالعزیز عفی عنہ۔

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفیٰ — کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفیٰ
کچھ نہیں ہے پاس اور راہِ عدم درپیش ہے — آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفیٰ
نقدِ توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن — نفس نے مجھ کو تو لُوٹا یا محمد مصطفیٰ
کونسا وہ کارِ بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا — میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفیٰ
سر پہ گٹھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو — تم سے آ کر کیا کہوں گا یا محمد مصطفیٰ
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی — میں رہا پابندِ دنیا یا محمد مصطفیٰ
جز خطا مجھ سے نہ کوئی بھی ہوا کارِ ثواب — کون ہے بدکار مجھ سا یا محمد مصطفیٰ
میں غریقِ بحرِ عصیاں ہوں کرم کی ہو نظر — پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفیٰ
آپ ہی اپنے درِ اقدس پہ جب رہنے نہ دیں — پھر کہاں میرا ٹھکانا یا محمد مصطفیٰ
اُمّتِ عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں — ناخدا کا کیا بھروسہ یا محمد مصطفیٰ
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا — ہو میرے سر پر بھی سایہ یا محمد مصطفیٰ
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشیدِ محشر تیز جب — چہرۂ انور دکھانا یا محمد مصطفیٰ

عام موتی کے لئے انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کے مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت:

انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرّک ہوتی ہے، اس لئے عوام وخواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اُن کے مزار کے قریب دفن ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے ہم گناہ گاروں کو بخش دے، یہ بھی ایک طرح سے اِستمدَاد باولیاء اللہ ہے، بہرکیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالمِ برزخ میں بھی۔

دیکھئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں بھلا جو شخص آپ کے قریب دفن ہوگا وہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے، یہی برکت اولیائے کرام کے مزارات کی ہے، بنابریں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضۂ مقدسہ کے پاس دفن ہونا:

جمال موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سارو پیہ خرچ کیا، جب جگہ مل گئی تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پر یہ لکھنا کہ ایک کتا دہلیز پر پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظرِ عنایت سے جوان پر ڈال رہا ہے مجھے محروم نہ کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

مُنکرینِ اِستِمدَاد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اُس کا جواب

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

هین از و خواهید نے از غیرِ اُو　　آب دریم جو مجو از خشک جو

﴿ترجمہ﴾ ارے اُس سے مانگو اُس کے غیر سے مت مانگو، پانی سمندر سے ڈھونڈو خشک نہر سے مت ڈھونڈو۔

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں، ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم سے اُن کے اپنے غیر مقلدانہ عقائد کی تائید ہوتی ہو اگرچہ وہ ظاہری مفہوم صاحبِ کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو، اس بنا پر وہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا شعر کو اِستِمدَاد باولیاء اللہ کی تردید میں پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی، ولی، غوث، قطب، اَبدال سے اِستِمدَاد و استعانت نہ کرو، اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک فریب ہے جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں اِستِمدَاد کا زیرِ بحث مسئلہ ہی مراد نہیں، بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرو نہ کسی صنم و متموّل اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عار اختیار کرو، بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو کہ متوکّلین کی شان یہی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا يَسْئَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ.

یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگار مانگ رہا ہے خواہ تھوڑے مانگے یا زیادہ۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

مَايَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَاتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُضْغَةُ لَحْمٍ۔

یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَةً كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ.

یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے۔ (مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اسی قسم کی طلب اور سوال سے منع فرمار ہے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں نہی وارد ہوئی ہے، کہ وہ دوں ہمتی اور عدمِ توکّل پر مبنی ہے، اور اولیاء اللہ سے فی الحیات اور بعد الممات اِستمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے جس کو اس طلب وسوال سے کوئی نسبت نہیں، مولانا کے اس مدعا کی تعیین یہ دوسرا شعر کر رہا ہے جو اس کے آگے فرمایا ہے: ؎

ور بخواھی از دگرھم او دھد   بر کفِ میلش سخاھم او نھد

یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکّلین کو توکّل کی تعلیم دینا مقصود ہے نہ کہ اولیاء اللہ سے اِستمداد و اِستعانت کرنے کو غیر شرع ٹھہرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سرتاج ہیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ اِستمداد باہل القبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اَسلاف اہلِ باطن کی قبور سے بطریقِ مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اَشغال سے ہے، چنانچہ شاہ اسحاق محدث دہلوی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہما الرحمہ کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَاَمَّاالاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِیْ غَیْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوِالْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْاَنْكَرَهٗ كَثِیْرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ وَاَثْبَتَهُ الْمَشَائِخُ الصُّوْفِیَّةُ قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ وَبَعْضُ الْفُقَهَاءِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ الخ.

یعنی اِستمداد باہل القبور سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیہ کرام اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ (مائة المسائل)

پس مولانا کے کلام سے اِستمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلافِ مسلک ہو ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتکب نہیں ہوسکتا۔

مشو بمرگ زامدادِ اھلِ دل نومید
کہ خوابِ مردم آگاہ عین بیداری است

﴿ترجمہ﴾ موت کی وجہ سے اہلِ دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عینِ بیداری ہے۔

فوت شدہ بزرگانِ دین کی قبور سے اِستمداد اور اس کی اِجابت کے واقعات

ان واقعات ونظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چند اکابرِ ملت کے بیانات اِستمداد واِعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جواہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابوطاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی، یہ جواہرِ خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے، یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے، اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہرگز اجازت حاصل نہ کرتے، دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِمداد طلب کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

نادِعلی سات بار، یا تین بار، یا ایک بار پڑھے، اور وہ نادِعلی یہ ہے:

نَادِ عَلِيًّا مُّظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّکَ فِي النَّوَائِبِ، کُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِوَلَايَتِکَ يَاعَلِيُّ يَاعَلِيُّ يَاعَلِيُّ!

جس کا ترجمہ یہ ہے: ''پکار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں، تم ان کو مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤ گے، ہر ایک فکر اور غم اے علی! اے علی! اے علی! آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا''۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا روضہء رسول ﷺ پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ لَمَّامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَخَذَتْ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلٰى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَاَنْشَاَتْ:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدِ ... عَنْ لَّايَشُمُّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا ... صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

(رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيُّ فِي الْوَفَا)

﴿ترجمہ﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا اور وہ دفن کئے گئے تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے روضہء مقدسہ پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے۔

مَــاذَا عَــلٰـی مَـنْ شَــمَّ تُـرْبَةَ اَحْـمَـدٍ　　　عَـنْ لَایَشُـمُّ مَـدَی الــزَّمَـانِ غَوَالِیَا

صُبَّــتْ عَـلَـیَّ مَـصَـائِبٌ لَّـوْاَنَّهَا　　　صُبَّــتْ عَـلَــی الْاَیَّـامِ عُدْنَ لَیَـا لِیَا

﴿ترجمہ﴾ اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبرِ احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے، مجھ پر وہ مصیبتیں گریں کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں تو رات بن جاتے۔ (وفا ابنِ جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام کی قبروں پر جا کر اظہارِ مصائب کرنا جائز ہے، بلکہ مسنون ہے۔

قبورِ اکابر سے اِستِفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے:

حضرت ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری مالکی المشہو ربابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں لکھتے ہیں:

فَمَنْ اَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ اِلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلْ بِهِمْ فَاِنَّهُمْ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَخَلْقِهٖ وَقَدْتَقَرَّرَ فِى الشَّرْعِ وَعُلِمَ مَالِلّٰهِ تَعَالٰى بِهِمْ مِنَ الْاِعْتِنَاءِ وَذَالِكَ كَثِيْرٌ مَّشْهُوْرٌ وَّمَازَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْاَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَّمَغْرِبًا يَتَبَرَّكُوْنَ بِزِيَارَةِ قُبُوْرِهِمْ وَيَجِدُوْنَ بَرَكَةَ ذَالِكَ حِسًّا وَّمَعْنًى.[1]

﴿ترجمہ﴾ جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ بزرگانِ دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسُّل کرے اس لئے کہ بزرگانِ دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں، اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے، یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے، ہر زمانے کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازیں کہ علماءِ مشرق ہوں یا مغرب بزرگانِ دین کی قبروں کی زیارت سے فیض و برکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہراً و باطناً محسوس کرتے رہے ہیں۔

تشفُّع و توسُّل ائمہ ءدین کا معمول ہے:

امام ابوعبداللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ سَفِيْنَةُ النَّجَاءِ لِاَهْلِ الْاِلْتِجَاءِ فِىْ كَرَامَاتِ الشيخ ابى النجاء میں تحریر فرماتے ہیں:

تَحَقَّقَ لِذَوِى الْبَصَائِرِ وَالْاِعْتِبَارِ اَنَّ زِيَارَةَ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مَحْبُوْبَةٌ لِّاَجْلِ التَّبَرُّكِ مَعَ الْاِعْتِبَارِ فَاِنَّ بَرَكَةَ الصَّالِحِيْنَ جَارِيَةٌ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فِىْ حَيَاتِهِمْ وَالدُّعَاءُ عِنْدَ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ وَالتَّشَفُّعُ بِهِمْ مَعْمُوْلٌ بِهٖ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ اَئِمَّةِ الدِّيْنِ.

﴿ترجمہ﴾ اربابِ بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگانِ دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالمِ حیات میں تھی، صالحین کی قبور کے پاس جا کر دعا کرنا اور اُن کی شفاعت چاہنا، علمائے محققین اور ائمہ ءدین کا معمول ہے۔ (رواہ فی مدخل)

---

[1] المدخل لابنِ حاج، ج/ ۱، ص/ ۲۵۵)

حضرت ابوایوب انصاری ﷜ کی قبر پر اہلِ روم اِستمداد و اِستسقاء کرتے ہیں:

اَبُوْاَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ غَزٰی قُسْطَنْطِیْنِیَّةَ فِیْ خِلَافَةِ مُعَاوِیَةَ مَعَ وَلَدِہٖ یَزِیْدَ فَقُتِلَ هُنَالِکَ وَدَفَنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ اَصْلِ سُوْرِ الْبَلَدِ قَالَ الرَّاوِیُّ فَالرُّوْمُ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَهٗ وَیَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ اِذَاقُحِطُوْا. (رَوَاهُ الْحَاکِمُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے اور وہیں شہید ہوئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑھ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔ (اُسْدُ الْغَابَة)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے توسُّل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر مُنہ رکھنے کا ثبوت:

رُوِیَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَّاضِعًا وَّجْهَهٗ عَلَی الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَاتَصْنَعُ؟ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَا اَبُوْاَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اٰتِ الْحَجْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَاوَلَّاهُ اَهْلُهٗ وَلٰکِنْ اَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَاوَلَّاهُ غَیْرُ اَهْلِهٖ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاکِمُ)

﴿ترجمہ﴾ مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہ ءرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا مُنہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دین پر نہ روؤ جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو جو اس کے قابل ہو، لیکن تم دین پر اس وقت روؤ جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو اس کے قابل نہیں ہے۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

﴿اوّل﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر بزرگانِ دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ ءمبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

﴿دوم﴾ اہل اللہ کی مزاروں پر بوسہ دینا یا مُنہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ ءمبارک پر اپنا مُنہ رکھا تھا، لہٰذا صحابہ کا فعل حجت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ.

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

﴿۳﴾ اگر کوئی انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کے مزاروں پر مُنہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق رونا چاہئے جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے اِستِعانت عام شائع ہے:

ابنِ حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

وَاَمَّاعَظِیْمُ جَنَابِ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ فَیَاْتِیْ اِلَیْہِمُ الزَّائِرُ . . . . ثُمَّ یَتَوَسَّلُ اِلَی اللّٰہِ بِہِمْ فِیْ قَضَاءِ مَاٰرِبِہٖ وَمَغْفِرَۃِ ذُنُوْبِہٖ وَیَسْتَغِیْثُ بِہِمْ وَیَطْلُبُ حَوَائِجَہٗ مِنْہُمْ وَیَجْزِمُ بَالْاِجَابَۃِ بِبَرَکَتِہِمْ وَیُقَوِّیْ حُسْنَ ظَنِّہٖ فِیْ ذَالِکَ فَاِنَّہُمْ بَابُ اللّٰہِ الْمَفْتُوْحِ وَجَرَتْ سُنَّتُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فِیْ قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلٰی اَیْدِیْہِمْ وَبِسَبَبِہِمْ وَمَنْ عَجَزَ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلَیْہِمْ فَلْیُرْسِلْ بِالسَّلَامِ عَلَیْہِمْ وَیَذْکُرْ مَایَحْتَاجُ قَصْدُہُمْ اِلَیْہِ مِنْ حَوَائِجِہٖ وَمَغْفِرَۃِ ذُنُوْبِہٖ وَسَتْرِعُیُوْبِہٖ اِلٰی غَیْرِذَالِکَ فَاِنَّہُمُ السَّادَۃُ الْکِرَامُ وَالْکِرَامُ لَایَرُدُّوْنَ مَنْ سَاَلَہُمْ وَلَامَنْ تَوَسَّلَ بِہِمْ وَلَامَنْ قَصَدَہُمْ وَلَامَنْ لَجَاَ اِلَیْہِمْ۔[1]

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں اپنی قضائے حاجات میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، ان سے اِستِغاثہ کرتے ہیں، اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں، اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پوری کرتا ہے، اور جو ان کے مزار مبارک پر حاضر نہیں ہوسکتا وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے، مغفرت کی دعا کرتا ہے، سترِ عیوب کا آرزومند ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں، بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے، جو ان سے توسُّل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا، جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا۔

اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل کرنا:

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارتِ قبرِ ایشاں رود واز انجا انجذبِ فیض ودریوزہ کند۔

﴿ترجمہ﴾ اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اس جگہ سے حصولِ فیض کی بھیک مانگے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ قَالَ لِاَبِیْ جَعْفَرَ الْمَنْصُوْرِ لَمَّاسَاَلَہٗ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقَبْرِحِیْنَ الدُّعَاءِ فَقَالَ الْاِمَامُ مَالِکٌ لَہٗ وَلِمَ تَصرِفُ

[1] المدخل، ج۱،ص۲۵۷،۲۵۸۔

وَجَهکَ عَنۡہُ وَهُوَ وَسِیۡلَتُکَ وَوَسِیۡلَۃُ اَبِیۡکَ آدَمَ قَبۡلَکَ بَلِ اسۡتَقۡبَلۡہُ وَتَشَفَّعۡ بِہٖ فَیُشَفِّعُکَ اللّٰہُ.

﴿ترجمہ﴾ ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو، وہ تمہارے وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا۔

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے۔ (عبدالعزیز مُصَحِّح)

اِستمدادِ قبور پر ایک جامع تقریر:

شیخ الاسلام کَشۡفُ الغِطَا میں تحریر فرماتے ہیں:

وایں امریست ثابت و مقرر نزد مشائخِ صوفیه از اهلِ کشف و کمال تاآنکه گویند اکثرے را فیوض و فتوح ازارواح رسیده، امام شافعی گفته که قبرِ موسی کاظم تِرۡیَاق مجرب است مر اِجَابتِ دعا راحجة الاسلام گفته هر که اِستِمۡداد کرده شود بوے درحیات اِستِمۡداد کرده شود بوے بعد از ممات، وامام رازی گفته چوں مے آید زائر نزدِ قبر حاصل مے شود نفسِ اورا تعلُّقِ خاص بقبر چناں که نفسِ صاحبِ قبررا وبسببِ ایں دو تعلق حاصل مے شود میانِ هردو ونفس ملاقاتِ معنوی و علاقۂ مخصوص پس اگرنفسِ صاحبِ مزار قوی ترباشد نفسِ زائر مستفیض مے شود واگر بعکس بود برعکس شود، و در شرح مقاصد ذکر کرده نفع یافته مے شود بزیارتِ قبور و اِستِعانت بنفوسِ احیا را از اموات بدرستی که نفسِ مفارقه راتعلقے است به بدن وبه تربتے که دفن کرده شده است دراں۔ پس چوں زیارت مے کند زنده آں تربت را ومتوجه مے شود بسوئے نفسِ میت حاصل مے شود میان هر دو نفس ملاقات واضافات، و اختلاف کردند دریں که اِمۡدادِ حی قوی تر است از اِمۡدادِ میت یا بالعکس؟ مختارِ بعض محققان ثانی ست و دریں باب بعضے روایت مے کنند که فرمود آنحضرت صلی الله علیه وسلم چوں مُتَحَیِّر شوید شمادر امور یعنے برآمدِ کار پس وجوئید از اصحابِ قبور۔

﴿ترجمہ﴾ اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت مسلم ہے اہلِ کشف وکمال سے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ اکثر کو فیوض وفتوح ارواح سے پہنچا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر اِجابتِ دعا کے لئے تریاقِ مجرب ہے، اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں اِستمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کر سکتے ہیں، اور امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ تعلقِ خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحبِ قبر کے نفس کو ہوتا ہے، اور ان دو تعلقوں کے

سبب سے دونوں نفسوں کے مابین ملاقاتِ معنوی اور خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، پس اگر صاحب قبر کا نفس قوی ہے تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس ہو تو برعکس ہوتا ہے، اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارتِ قبور سے اور زندوں کے متوفیوں سے اِستمداد کرنے سے نفع ملتا ہے، بلاشبہ جدا ہونے والے نفس کو بدن کے ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہے تعلق ہے، پس جب کوئی زندہ آ کر قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی اِمداد مردہ کی اِمداد سے قوی تر ہے یا بالعکس، بعض محققوں کا مختار یہ ہے کہ متوفی کی اِمداد قوی تر ہے، اور اس بارہ میں بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو یعنی کاربرآری میں مشکل پیش آئے، تو اہلِ قبور سے مدد مانگو۔

اِستمداد و توسّل کے متعلق قولِ فیصل:

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اَشِعَّۃُ اللُّمْعَاتِ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ اَمَّا اِسْتِمْداد باهلِ قبور در غیر نبی صلی الله علیه وسلم یا غیر انبیاء علیهم السلام مُنْکَر شده اند، زیر آنکه بسیاری از فقها مے گویند نیست زیارتِ قبور مگراز برائے دعائے موتی واسْتِغْفَار برائے ایشاں ورسانیدنِ نفع بایشاں به دعا و استغفار و تلاوتِ قرآن، و اِثْبات کروه اندآنرا مشائخِ صوفیه قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ و بعضے فقهاء رحمة الله علیهم۔ وایں امر محقق ومقررست نزد اهلِ کشف و کمال از ایشاں تاآنکه بسیاری رافیوض وفتوح از ارواح رسیده وایں طائفه رادر اصطلاحِ ایشاں اویسی خوانند۔

﴿۲﴾ امام شافعی رحمة الله علیه گفته است قبرِموسی کاظم تریاقِ مُجرَّب ست مراجابتِ دعارا۔

﴿۳﴾ وحجة الاسلام امام غزالی رحمة الله علیه گفته هر که اِسْتِمْداد کرده مے شود بوے ------ در حیات اِسْتِمداد کرده مے شود بوے بعد از وفات۔

﴿۴﴾ ویکے از مشائخِ عظام گفته است دیدم چهار کس را مشائخ تصرُّف مے کنند در قبورِ خود مانند تصرُّف هائے ایشاں درحیاتِ خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبدالقادر جیلانی رحمة الله علیهما و دو کس دیگر را از اولیاء شمرده اند و مقصود حصر نیست آنچه خود دیده و یافته است گفته۔

﴿۵﴾ سیدی احمد بن رزوق که از اعاظم فقها وعلماء ومشائخِ دیارِ مغرب ست گفت که روزے

شیخ ابو العباس حضرمے از من پرسید اِمدادِ حیّ قوی است یااِمدادِ میت؟ من گفتم قومے میگویند که اِمدادِحیّ قوی ترست ومن میگویم که اِمدادِ میت قوی تر است پس شیخ گفت نَعَم زیرا که وے دربساطِ حق ست و در حضرتِ اُوست

﴿۶﴾ و نقل دریں معنی ازیں طائفه بیشتر ازاں است که حصر واِحْصار کرده شود ویافته نمی شود در کتاب و سنت و اقوالِ سلفِ صالح چیزے که منافی ومخالفِ ایں باشد ایں رد مے کند

﴿۷﴾ وتحقیق ثابت شد ه است بآیات واحادیث که روح باقی است واوراعِلْم و شعور بر زائراں وو احوالِ ایشاں ثابت وارواحِ کامله را قُربے ومکانے در جنابِ حق ثابت است چنانچه در حیات بود یابیشتر ازاں واولیاء را کرامت وتصرُّف در عوام حاصل است وآں نیست مگر ارواحِ ایشاں را دراں باقی است و مُتصرِّفِ حقیقی نیست مگر خدا عَزَّ شانه وهمه بقدرتِ اوست وایشاں فانی اند در جلالِ حق در حیات وبعد از ممات، پس اگر داده شود مَرَاحدے را چیزے بواساطتِ یکے از دوستانِ حق بمکانتے که نزدِ خدا دارد دور نباشد چنانچه در حالتِ حیات بود ونیست فعل و تصرُّف در هر دو حالت مگر حق را جل جلاله و عم نواله و نیست چیزے که فرق کند میانِ هر دو حالت .

﴿۸﴾ ویافته شده است دلیل براں در شرح بخاری شیخ ابنِ حجردر شرح حدیث: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَىٰ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا گفته است ایں بر تقدیریست که نماز گزارد بجانبِ قبر از جهتِ تعظیمِ وے که حرام است باتفاق، واما اتخاذِ مسجد در جوارِ پیغمبر یا صالح و نماز گزاردن نزدِ قبرِ وے نه بقصدِ تعظیمِ قبر وتوجه بجانبِ قبر بلکه به نیتِ حصولِ مدد از وے تا کامل شود ثوابِ عبادت به برکتِ قرب و مجاورت مرآں روحِ پاك را حرجے نیست درآں۔

﴿۹﴾ ودر آخر باب چیزے بیاید متعلق بایں سخن و تمام گردد ایں بحث انشاالله تعالیٰ در کتابِ جهاد و درقصۂ مقتولانِ بدر۔ واما اِسْتِمْداد باهلِ قُبور مُنْکِر شدندآں را بعض فقهاء اگر انکار از جهتِ آں است که سماع وعِلم نیست ایشاں را بزائراں واحوالِ ایشاں پس بطلانِ او ثابت شده۔

﴿۱۰﴾ واگر سبب آں ست که قدرت و تصرُّف نیست مر ایشاں رادراں مَوْطَن تامدد کنند بلکه محبوس و ممنوع اند ومشغول بآنچه عارض شده است مرایشاں را از محنت و شدت آنچه باز

داشته است از دیگراں، ممنوع که ایں کلیه باشد خصوصًا درشانِ مُتّقِین که دوستانِ خدا اند شاید که حاصل شود ارواحِ ایشاں از قُرب دربرزخ و منزلت و قوت وقدرت برشفاعت و دعا و طلبِ حاجات مر زائراں را که مُتَوَسِّل اند بایشاں چنانچه روزِ قیامت خواهد بود وچیست دلیل برنفيِ آں۔

﴿۱۱﴾ وتفسیر کرده است بیضاوی آیت کریمه وَالنّٰازِعَاتِ غَرْقًا الایه را بصفات نفوسِ فاضله درحالِ مفارقت از بدن که کشیده مے شوند از اَبْدان ونشاط مے کنند بسوئے عالم الملکوت وسیاحت مے کنند دراں پس سبقت مے کنند وحَظَائرِ قدس پس مے گردند بشرف و قوت از مُدَبِّرَات۔

﴿۱۲﴾ وَلَیْتَ شِعْرِیْ چه مے خواهند ایشاں استمداد و امداد که ایں فرقه مُنْکِراند آں را از آنچه ما مے فهمیم ازاں ایں است که داعی محتاج فقیر الی اللّٰه دعا مے کنند خدارا و طلب مے کند حاجاتِ خود را از قُربِ جنابِ عزت وغناءِ وے وتوسُّل مے کندبروحانیتِ ایں بندهٔ مُقَرَّب مُکَرَّم دردرگاه عزت وے ومے گوید خداوندا به برکتِ ایں بندهٔ توکه رحمت کردهٔ بروے واکرام کرده اورا بلطف وکرمے که بوے داری برآورده گرداں حاجتِ مرا که تو مُعْطِی کریمی، یا ندا مے کندایں بندهٔ مقرب را که اے بندهٔ خدا و ولیِ وے شفاعت کن مرا و برخواه از خدا که بدهد مسول و مطلوبِ مرا وقضا کند حاجتِ مرا۔ پس مُعْطِی و مَسْئُوْل و مامول پروردگار ست تعالیٰ وتَقَدَّس و نیست ایں بنده درمیاں مگر وسیله، نیست قادر وفاعل و مُتَصرِّف در وجود مگر حق سبحانه و اولیاء اللّٰه فانی وهالک اند، درفعلِ الٰهی و قدرت سطوتِ وے نیست ایشاں را فعل وقدرت و تصرُّف نه اکنوں که در قبور اند و نه دراں هنگام که زنده بودند در دنیا،

﴿۱۳﴾ واگر ایں معنی که در اِمْداد واِسْتِمْداد ذکر کردیم موجبِ شرك و توجه بماسوٰی حق باشد چنانکه مُنْکِر زعم مے کند پس باید که منع کرده شود توسُّل و طلبِ دعا ازصالحاں و دوستانِ خدا درحالتِ حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکه مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع ست دردین۔ واگر میگویند که ایشاں بعد از موت معزول شد وبروں آورده شدند ازاں حالت و کرامت که بود ایشاں را در حالتِ حیات چیست دلیل برآں؟

﴿۱۴﴾ یاگویند که مشغول وممنوع شدند بآنچه عارض شدند از آفات بعد از ممات، پس ایں

کلیه نیست بردوام و استمرار آں تاروزِ قیامت نہایت ایں که ایں کلیه نباشد و قاعدهٔ اِسْتِمْدَاد عام نباشد بلکه ممکن است که بعضے مُنْجَذِب باشند بعالم قدس ومستهلک باشند در لاهوتِ حق چنانچه ایشاں را شعوری وتوجهی بعالمِ دنیا نمانده باشد و تصرُّفی وتدبیری در وے نه چنانکه دریں عالم نیز از تفاوتِ حالِ مجذوباں ومُتَمَکِّنَاں ظاهر مے گردد نعم اگر زائراں اعتقاد کنند که اهلِ قبور متصرِّف و مستبدّ وقادراند بے توجه بحضرتِ حق والتجاء بجانبِ وے تعالیٰ ست چنانکه عوام وجاهلاں وغافلاں اعتقاد دارند و چنانکه مے کنند آنچه حرام و منهی عنه است دردین از تقبیلِ قبر و سجده مرآں را ونماز بسوئے وے وجزآں که ازاں نهی و تحذیر واقع شده است، ایں اعتقاد وایں افعال ممنوع و حرام خواهد بود، وفعلِ عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است، وحاشا از عالمِ شریعت و عارف باحکامِ دین که اعتقاد بکند ایں اعتقاد را وایں فعل رابکند۔

﴿۱۵﴾ وآنچه مروی و محکی است از مشائخِ اهلِ کشف دراِسْتِمْدَاد از ارواحِ اکمل واستفاده ازاں خارج از حصرست و مذکورست در کتب ورسائلِ ایشاں ومشهور است میانِ ایشاں حاجت نیست که آں را ذکر کنم و شاید که مُنْکِر مُتَعَصِّب سود نکند او را کلماتِ ایشاں عَافَانَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِکَ.

﴿۱۶﴾ سخن دریں جا ازوجهِ علم و شریعت است آری مروی و مسنون درزیارت، سلام بر موتی و استغفار مر ایشاں را وقراتِ قرآن است ولیکن درایںجا نهی از استمداد نیست۔ پس زیارت برائے امدادِ موتی واِسْتِمدادِ ایشاں هر دو باشد برتفاوتِ حالِ زائر و مزور۔

﴿۱۷﴾ باید دانست که خلاف درغیرِ انبیاء است صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ که ایشاں احیااند بحیاتِ حقیقی دنیاوی باتفاق و اولیاء بحیاتِ اخروی معنوی، وکلام دریں مقام بحداطناب وتطویل کشید بررغمِ مُنْکِراں که درقُربِ ایں زماں ایں فرقه پیدا شده مُنْکِرِ اِسْتِمْدَاد واِسْتِعَانت را ازاولیائے خدا که نقل کرده شده اند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا و زنده اند نزد پروردگارِ خود و مرزوق اند وخوشحال اند وهر مردم را ازاں شعور نیست ومتوجهان بجنابِ ایشاں را مشرك بخدا وعَبَدَه اصنام مے دانند و مے گویند آنچه میگویند۔ [1]

﴿ترجمہ﴾(۱) لیکن اِسْتِمْداد اہلِ قبور سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ

---

[1] پہلی طباعت میں یہ عبارت مسلسل تھی اس کو پیرگراف میں تبدیل کر کے نمبر لگائے گئے ہیں اور اسی کے مطابق ترجمہ میں بھی نمبر لگائے گئے ہیں۔

اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے اِستمداد کو صحیح تسلیم کیا ہے اور بعض فقہا رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو مانا ہے، اور یہ امر ثابت و مسلم ہے اہلِ کشف و کمال کے نزدیک حتیٰ کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

﴿۲﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اجابتِ دعا کے لئے تریاقِ مجرب ہے۔

﴿۳﴾ اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں اِستمداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی اِستمداد کی جاسکتی ہے۔

﴿۴﴾ اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرُّف کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرُّف کرتے تھے، یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دو بزرگ اور شمار کئے اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ جو دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔

﴿۵﴾ سیدی احمد بن زرُّوق رحمۃ اللہ علیہ جو دیارِ مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا متوفی کی؟ میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے مگر میں کہتا ہوں متوفی کی امداد زیادہ قوی ہے، پس شیخ نے کہا! ہاں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اور ان کے حضور میں ہے۔

﴿۶﴾ اور اس بارے میں ان حضرات صوفیاء و فقہا عظام کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر و شمار ناممکن ہے، اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے۔

﴿۷﴾ اور بتحقیق ثابت ہوا ہے آیات و احادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواحِ کاملہ کو جنابِ حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا، یا اس سے زیادہ، اور اولیاء کو لوگوں میں تصرُّف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح ہی کو حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرفِ حقیقی محض خداوند عز شانہ ہی ہے اور سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلالِ حق میں فانی ہیں، پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسُّل سے دی جائے اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ حالتِ حیات میں تھا اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرُّف خاص خداوند تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں

﴿۸﴾ شیخ ابنِ حجر کی بخاری شریف کی شرح میں اس پر دلیل موجود ہے آپ نے درج ذیل حدیث کی شرح میں :

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدًا.

''لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا''

فرمایا ہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق، لیکن کسی پیغمبر علیہ السلام یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کر کے بلکہ اس سے مدد لینے کی نیت سے تا کہ اس روحِ پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

﴿۹﴾ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب جہاد میں اور مقتولانِ بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی لیکن اِستمداد باہلِ قبور سے جو بعض فقہا منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار اس لحاظ سے ہے کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال وسماع کا علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا۔

﴿۱۰﴾ اور اگر اس سبب سے ہے کہ قدرت وتصرُّف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تا کہ مدد کر سکیں بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو مانع ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے، پس اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے خصوصاً متقیوں کے حق میں جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح کو برزخ میں قرب ومنزلت کے باعث زائر جو ان سے توسُّل کرتے ہیں ان کی شفاعت، ان کے لئے دعاء اور طلبِ حاجت پر قدرت ہو، جیسے کہ روزِ قیامت میں ہوگی، اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے۔

﴿۱۱﴾ اور بیضاوی علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا الاٰیۃ کی تفسیر یوں کی ہے کہ ان سے وہ نفوسِ فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوے ہیں کہ وہ بدنوں سے کھینچے جاتے ہیں اور عالمِ ملکوت کی طرف نشاط کرتے اور اس میں چلے جاتے ہیں پھر حظائرِ قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کی بدولت مُدَبِّرات بن جاتی ہیں۔

﴿۱۲﴾ معلوم نہیں یہ لوگ اِستمداد وامداد سے مراد کیا سمجھتے ہیں جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں، ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی (دعا گو) جو محتاج ہے، اور اللہ کا فقیر ہے وہ خدا سے دعاء کرتا ہے اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے جنابِ عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور توسُّل کرتا ہے اس بندۂ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت یافتہ ہے اور کہتا ہے کہ خداوندا اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے، اپنی اس مہربانی اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت برلا، کیونکہ تو عطاء فرمانے والا کریم ہے، یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے ولی! میری شفاعت کر اور خدا سے دعا کر کہ میرا مقصود ومراد وہ مجھے دے، اور میری حاجت پوری کرے، پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے اسی سے امید ہے، تعالیٰ وتقدس بندہ محض درمیان میں وسیلہ ہے، اور کوئی قادر وفاعل ومتصرف موجود نہیں مگر حق سبحانہ اور اولیاء اللہ خدا کے فعل وقدرت وسطوت میں فانی وہالک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی فعل وقدرت وتصرُّف نہیں، نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ وہ زندہ تھے دنیا میں۔

﴿۱۳﴾ اور اگر یہ معنی جو امداد واِستمداد میں ہم نے ذکر کئے ہیں موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق ہوں، جیسے کہ منکر کا زعم ہے پس چاہئے کہ صالحان اور دوستانِ خدا سے ان کی زندگی میں بھی توسُّل کرنا ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ باتفاق مستحب ومستحسن ہے اور دین میں شائع ہے، اور اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول ہو گئے اور اس حالت وکرامت سے جو ان کو زندگی میں حاصل تھی خارج کر دیئے گئے

ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

﴿۱۴﴾ یا کہتے ہیں کہ وہ حضرات ان آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہیں مشغول و ممنوع ہو جاتے ہیں، پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں ہوگا، اور اِستمداد کا قاعدہ عام نہ ہوگا، بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالمِ قدس کی طرف منجذب اور لاہوتِ حق میں مستہلک ہوں، چنانچہ ان کو عالمِ دنیا کی طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو، اور اس میں تصرُّف اور تدبُّر نہ ہو، جیسے کہ اس عالم میں بھی مجذوبوں اور متمکّنوں کے تفاوتِ احوال سے ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر زائر لوگ یہ اعتقاد کریں کہ اہلِ قبور حضرتِ حق کی طرف توجہ کرنے اور حق تعالیٰ سے التجاء کرنے کے بغیر خود متصرِّف مستقل اور قادر ہیں جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد رکھتے ہیں، اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے جو اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً بوسہء قبر، سجدہء قبر، نماز بجانبِ قبر و غیرہ جس سے نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے، یہ اعتقاد اور افعال ممنوع اور حرام ہیں، عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے، ایک عالمِ شریعت اور واقفِ احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے۔

﴿۱۵﴾ اور وہ جو مروی و مذکور ہے مشائخِ اہلِ کشف سے کاملین کی ارواح سے اِستمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ بے شمار ہے، اور ان حضرات کی کُتب و رسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں کہ شاید منکر متعصِب کو کلمات ان حضرات کے مفید نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔

﴿۱۶﴾ یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے خواہ مروی و مسنون زیارت ہو، مردوں کو سلام کرنا ان کے لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا، لیکن یہاں اِستمداد سے نہی وارد نہیں، پس موتیٰ کی زیارت سے ان کی امداد اور ان سے اِستمداد زائر و مزور کے تفاوتِ حال پر دونوں ہو سکتی ہیں، واضح رہے کہ اختلاف غیرِ انبیاء علیہم السلام میں ہے کیونکہ یہ زندہ بحیاتِ حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق، اور اولیاءِ کرام بحیاتِ اخروی معنوی،

﴿۱۷﴾ اور کلام یہاں طوالت و درازی کو پہنچ گیا منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے یہ لوگ اولیاء اللہ سے جو اس دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں، اِستمداد و اِستعانت کرنے کے منکر ہیں اور ان کی جناب میں متوجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت:

رَوَى ابْنُ عَسَاكِرَ فِيْ تَارِيْخِهٖ وَابْنُ الْجَوْزِيّ فِيْ مُثِيْرِ الْعَزَمِ السَّاكِنِ اِلٰى اَشْرَفِ الْاَمَاكِنِ، وَالْاِمَامُ هِبَةُ اللّٰهِ فِيْ تَوْثِيْقِ عُرَى الْاِيْمَانِ مِنَ الْعُتْبِيّ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰى قَبْرِالنَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ اللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وَقَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذَنْبِیْ مُشْفِعًا بِکَ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ اَنْشَأَ يَقُوْلُ ۔

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی الْقَاعِ اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

رُوْحِی الْفِدَاءَ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ فِیْهِ الْعِفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

قَالَ الْعُتْبِیُّ فَغَلَبَتْنِیْ عَیْنَایَ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ فَقَالَ یَاعُتْبِیُّ اِلْحَقِ الْاَعْرَابِیَّ وَبَشِّرْهُ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَهٗ. (جذب القلوب)

﴿ترجمہ﴾ ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابنِ جوزی نے مُثِیْرُ الْعَزْمِ السَّاکِنِ اِلٰی اَشْرَفِ الْاَمَاکِنِ میں اور امام هبتہ اللہ نے تَوْثِیْقُ عُرَی الْاِیْمَانِ میں عُتْبِی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰه: ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾

اگر لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور آپ کے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور رسول ان کے واسطے معافی چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا ۔

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی الْقَاعِ اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

''اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں، جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب وفراز اس میدان کا معطر ہے''۔

رُوْحِی الْفِدَاءَ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ فِیْهِ الْعِفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

''میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے ہیں، اس میں پرہیزگاری ہے اور جود وکرم ہے''۔

عتبی نے کہا کہ مجھ کو نیند آ گئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عُتْبِی اتم اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں برآتی ہیں۔

روضہ مبارک سے بشارتِ مغفرت کی دوسری نظیر:

رَوٰی اَبُوْسَعِیْدِ السَّحَانِیِّ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَدِمَ عَلَیْنَا بَعْدَ مَادَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَرَمٰی بِنَفْسِہٖ عَلٰی قَبْرِہٖ وَحَثٰی عَلٰی رَاْسِہٖ مِنْ تُرَابِہٖ وَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قُلْتَ فَسَمِعْنَا قَوْلَکَ وَوَعَیْتَ عَنِ اللّٰہِ فَوَعَیْنَا عَنْکَ وَکَانَ فِیْمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ﴿وَلَوْاَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ وَقَدْظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَجِئْتُکَ تَسْتَغْفِرُ لِیْ فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اِنَّہٗ قَدْغُفِرَلَکَ، (مَوَاھِبُ اللَّدُنِّیَۃ،خلاصۃ الوفا) [1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوسعید سحانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا ہم نے اسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے:

﴿وَلَوْاَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾

جو لوگ اپنے اوپر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور ان کے واسطے رسول معافی چاہے تو البتہ پائیں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی کرنے والا۔

تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیے اور بخشش مانگئے، اسی وقت اسے روضہء مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تو بخش دیا گیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں برآتی ہیں، نیز اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روضہء مبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزولِ باراں کی بشارت:

عَنْ مَّالِکِ الدَّارِ وَکَانَ خَازِنُ عُمَرَ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِیْ زَمَانِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی قَبْرِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَکٰی لَہٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْھَلَکُوْا فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ ائْتِ عُمَرَ وَاَقْرِاْہُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْہُ اَنَّھُمْ مُّسْقَوْنَ وَقُلْ لَّہٗ عَلَیْکَ الْکَیْسَ الْکَیْسَ فَاَتَی الرَّجُلُ عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ فَبَکٰی عُمَرُ ثُمَّ قَالَ رَبِّ مَاَالُوْ اِلَّامَاعَجَزْتُ.(خلاصۃ الوفا' جذب القلوب' البیھقی)

---

[1] شواھد الحق، ص/۸۶،۸۷۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی تھے سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم اپنی امت کے واسطے پانی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب خواب میں اس شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر ان کو میرا اسلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر سے کہو کہ ہوشیار رہیں، اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حال بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔

اس روایت سے ایک اَعرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بارش وباراں مانگنے کے لئے جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کی اِستِدعاء کو قبول کر کے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، پھر اس اَعرابی کا یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے، پس اگر طلبِ حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اَعرابی کی عرض کو کیونکر قبول کرتے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پہ جانے اور عرض کرنے سے قحط جیسی بلا دفع ہوئی اور بزرگوں کی قبروں پر جا کر مراد مانگنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے، غرض انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی قبروں پر جانا کفر وشرک نہیں ہے اور ان کا توسّل پکڑنا جائز ہے، بتوں سے مانگنے یا توسّل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا توسّل پکڑنے میں زمین و آسماں کا فرق ہے، بُت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں جو مظہرِ انوارِ الٰہی ہیں۔

روضہ مبارک کے توسّل سے بارش برس گئی:

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اُنْظُرُوْا اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی روضہ مقدسہ پر جاؤ"

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو، یا قرآنِ مجید پڑھو، بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں:

فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کَوًّا اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَایَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ.

اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تا کہ رحمۃ للعلمین کے روضہ اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے۔

فَفَعَلُوْا...... چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

فَمُطِرُوْا...... پس موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:

عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ اَوْسِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قُحِطَ اَہْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَائِشَۃَ فَقَالَتْ: اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کَوًّا اِلَی السَّمَاءِ لَایَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ. (رواہ ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ)[1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنادو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پانی خوب زور سے برساحتی کہ گھاس بکثرت پیدا ہوگئی اور اونٹ فربہ ہوگئے حتی کہ چربی سے پھٹ گئے۔

دیکھئے اگر توسُّل بالقبر شرک ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں، چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا اس لئے انہیں اجازت دی، لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب پر کامیاب ہوگئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اَشِعَّۃُ اللُّمْعَات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وسبب در رفعِ حجاب میانِ قبر شریف و آسمان آں باشد کہ ایں طلبِ شفاعت است از قبر شریف زیرا کہ درحیاتِ آنحضرت استسقاء مے کردند بذات شریف وچوں ذات شریفِ وے درپردہ شد امر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تاباراں ببارد ' گویا اِسْتِسْقاء کردند بقبر درحقیقت اِسْتِسْقاء و اِسْتِشْفَاع است بذات شریفِ وے وکشفِ قبر مبالغہ است دراں۔

﴿ترجمہ﴾ چھت میں اس سوراخ کرنے کا یہ سبب تھا کہ طلبِ شفاعت کرنے ہے قبر شریف سے، اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلبِ باراں کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہوگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم فرمایا چھت میں سوراخ کرنے کا تا کہ پانی برسے، گویا طلبِ باراں کی بذریعہ قبر شریف کے مگر یہ حقیقت میں طلبِ باراں ہے آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذاتِ بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نمازِ اِسْتِسْقاء پڑھی گئی اور نہ دعا مانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضۂ مبارک کا حجاب جو درمیان قبر اور آسمان کے تھا اٹھا دیا گیا، یعنی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور قبر شریف

---

[1] الوفا ابن جوزی، ج ۲/ص ۸۰۱۔

واسطہ کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز اور شاداب ہو گیا۔

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کر کے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعے سے طلبِ بارش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید کامل ہے کہ مدعا برآئے اور یہ کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوبرُو کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا، اب کس مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعلِ مسنون کا نام (جو بحکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رُوبرُو کیا گیا ہو، اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو) شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے، اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول وفعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک، بس جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول وفعل شرک ٹھہرا تو پھر اسلام کا خدا حافظ۔

چو کفر از کعبه برخیزد کجا ماند مسلمانی

﴿ترجمہ﴾ جب کفر کعبہ سے ہی اُٹھ کھڑا ہو تو اسلام کہاں رہے گا۔

ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت پائی:

عَنْ اَبِی الْخَیْرِ الشَّیْبَانِی دَخَلْتُ مَدِیْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِفَاقَةٍ فَاَقَمْتُ خَمْسَةَ اَیَّامٍ مَّا ذُقْتُ ذَوَاقًا فَتَقَدَّمْتُ اِلَی الْقَبْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَقُلْتُ اَنَا ضَیْفُکَ اللَّیْلَةَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَنَحَّیْتُ فَنِمْتُ خَلْفَ الْمِنْبَرِ فَرَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعُمَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ بَیْنَ یَدَیْهِ فَحَرَّکَنِیْ عَلِیٌّ وَّقَالَ قُمْ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقُمْتُ فَقَبَّلْتُ بَیْنَ عَیْنَیْهِ فَدَفَعَ اِلَیَّ رَغِیْفًا فَاَکَلْتُ بَعْضَهٗ وَانْتَبَهْتُ فَاِذَا النِّصْفُ الْاٰخَرُ بِیَدِیْ. (صفة الصفوة)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور مَیں فاقے سے تھا، وہاں میں پانچ دن ٹھہرا اور میں نے کچھ نہ کھایا، پھر میں روضہءِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا: اَنَا ضَیْفُکَ اللَّیْلَةَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ : یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آگے دیکھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اُٹھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں، میں اُٹھا اور مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس میں سے کچھ کھایا، پھر میں جاگ پڑا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہءِ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور

ان کو آپ کھانا کھلاتے تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضہء مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا، مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں۔

دوسری نظیر: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن الجلامے گوید که بمدینهِ رسول الله صلی الله علیه وسلم درآمدم ویک دو فاقه برمن گزشته بود، وبقر شریف ایستادم گفتم: اَنَاضَیْفُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! وبخواب رفتم پیغمبرِ خدارا دیدم صلی اللّٰہ علیه وسلم رغیفے بدستِ من داد نصفے راهم در خواب خوردم چوں بیدار شدم نصفِ دیگر در دستِ من باقی بود۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن الجلا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا، لاچار میں نے روضہء مبارک پر جا کر عرض کیا: اَنَاضَیْفُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا، خواب میں مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میں بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

تیسری نظیر: جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

ابوبکر اقطع گوید بمدینه در آمدم و پنج روزبرمن گذشت که طعام نچشیدم روز ششم برقبر شریف رفتم و گفتم:اَنَاضَیْفُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! بعد ازاں درخواب مے بینم که سرورِ انبیاء علیهم السلام مے آید و ابوبکر به یمین وعمر به شمال و علے بن ابی طالب درپس، علی رضی اللہ تعالیٰ عنه مرامے گوید: برخیز که پیغمبر آمد، رفتم وبوسه درمیانِ دو چشمِ اودادم رغیفے بمن داد او را خوردم چوں بیدار شدم هنوز پارئه از وے در دستِ من بود۔

(صفة الصفوة مصنفه ابن جوزی' متوفی ۵۹۷ھ۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوبکر اقطع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا، چھٹے روز روضہء مبارک پر پہنچا اور کہا: اَنَاضَیْفُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم میں آپ کا مہمان ہوں، اس کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے کی طرف، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ اٹھو حضور علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں، میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَالِحٍ قَالَ اَبُوْبَكْرِ الْمِنْقَرِيّ يَقُوْلُ كُنْتُ اَنَا وَاَبُوالشَّيْخِ وَطَبَرَانِيُّ فِيْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا عَلٰى حَالَةٍ وَّاَثَّرَ فِيْنَا الْجُوْعُ فَوَاصَلْنَا ذَالِكَ الْيَوْمَ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ الْعِشَاءِ حَضَرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْجُوْعَ! اَلْجُوْعَ! وَانْصَرَفْتُ فَقَالَ لِيْ اَبُوالشَّيْخِ: اِجْلِسْ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ الرِّزْقُ اَوِالْمَوْتُ، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَنِمْتُ اَنَا وَاَبُوالشَّيْخِ وَالطَّبَرَانِيُّ جَالِسٌ يَّنْظُرُ فِيْ شَيْئٍ فَحَضَرَ فِي الْبَابِ عَلَوِيٌّ فَدَقَّ الْبَابَ فَفَتَحْنَا فَاِذَا مَعَهُ غُلَامَانِ مَعَ كُلِّ غُلَامٍ زَنْبِيْلٌ فِيْهِ شَيْئٌ كَثِيْرٌ فَجَلَسْنَا فَاَكَلْنَا فَوَلّٰى وَتَرَكَ الْبَاقِيَ عِنْدَنَا فَلَمَّافَرَغْنَا مِنَ الطَّعَامِ قَالَ الْعَلَوِيُّ يَاقَوْمُ! اَشَكَوْتُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُهٗ فِي الْمَنَامِ فَاَمَرَنِيْ بِحَمْلِ شَيْئٍ اِلَيْكُمْ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابوبکر المنقری کہتے تھے کہ میں اور ابوالشیخ اور طبرانی حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فاقہ کی حالت میں تھے، ہمیں بھوک معلوم ہوئی، ہم نے وہ دن تمام کیا، پھر میں رات کے وقت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوا اور میں نے کہا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْجُوْعَ الْجُوْعَ، یارسول اللہ ہم بھوکے ہیں، پھر میں چلا آیا، اس کے بعد ابوالشیخ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانے کی کوئی چیز آجائے گی یا موت آجائے گی، حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ کو ہلایا، میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا، پھر وہ شخص چلا گیا اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا، پس جس وقت میں نے کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تھی، کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔

(رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پر جا کر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

احمد بن صوفی گوید که سه ماه درباد یه گشته بودم و پوستِ بدنِ من همه طرقیده که بمدینه آمدم وبراں سرور صلی الله علیه وسلم وصاحبیه رضی الله عنهما سلام کردم وبجواب رفتم آنحضرت صلی الله علیه وسلم را درخ[illegible] دیدم که مے فرمید احمد آمدی، چه

حال داری؟ گفتم: اَنَا جَائِعٌ وَّاَنَا فِیْ ضِیَافَتِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! فرمود دست بکُشا، کشادم دراھمے چند دردستِ من نہاد، بیدار شدم دراھم در دستِ من بود، بباز ار رفتم وفطیر وفالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ درشدم۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہو گیا، مَیں مدینہ منورہ میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہءمبارک پر حاضر ہوا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام عرض کیا اور سو گیا، خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے احمد! آئے ہو کیسا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم بھوک سے بے تاب ہو رہا ہوں، آپ کا مہمان ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہٖ موجود ہیں، میں اُسی وقت اُٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کر کے کھایا اور جنگل کی طرف چلا آیا۔

آنحضرت ﷺ نے روضہءمقدسہ سے اپنا ہاتھ نکال کر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا:

بہجۃ الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہءمقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو روضہءمقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی:

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ کُنْتُ رُوْحِیْ اُرْسِلُهَا   تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبِیْ

میں دوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا، وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وَهٰذِهٖ نَوْبَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ   فَامْدُدْ یَدَیْکَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے، پس اپنا دستِ مبارک نکالئے کے میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اپنا دستِ مبارک نکالا، اور حضرت غوث الاعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت غوثِ اعظم سے مصافحہ کیا:

شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ بوالحسن علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی، پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کو خلعت پہنا کر فرمایا: ”اے شیخ عبدالقادر! میں علمِ شریعت، علمِ حال اور فعلِ حال میں تمہارا محتاج ہوں“۔

غالبًا یہی وجہ تھی کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا، کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے، آپ کی شمولیت سے اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہء پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی:

عَنْ اَبِی مُحَمَّدِ الْاَشْبِیْلِیِّ نَزَلَتْ بِرَجُلٍ مِنْ اَهْلِ غَرْنَاطَةَ عِلَّةٌ عَجَزَ عَنْهَا الْاَطِبَّاءُ وَاَیِسُوْا مِنْ بُرْئِهَا فَكَتَبَ عَنْهُ الْوَزِیْرُ بْنُ اَبِی الْخِصَالِ كِتَابًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْئَالُهُ فِیْهِ الشِّفَاءَ لِدَائِهٖ فَمَاهُوَ اِلَّا اَنْ وَصَلَ الرَّاكِبُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ الشَّرِیْفَةِ وَقَرَءَ عَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَاالشِّعْرَوَبَرَءَ الرَّجُلُ مَكَانَهٗ۔

كِتَابُ وَقِیْدِ مِّنْ زَمَانَةِ مُّشْفِیْ   بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَحْمَدَ یَسْتَشْفِیْ

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو محمد اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطباء نے جواب دیا، وزیر بن ابی الخصال نے اس کی طرف سے ایک معروضہ آپ کی خدمت میں بھیجا، اس میں شفاء کی درخواست تھی، جب قاصد نے آ کر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہء مبارک کے سامنے کھڑے ہو کے یہ شعر پڑھا اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔

كِتَابُ وَقِیْدِ مِّنْ زَمَانَةِ مُّشْفِیْ   بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَحْمَدَ یَسْتَشْفِیْ

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہ ہلاکت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر طالبِ شفاء ہے۔

(خلاصۃ الوفا)

روضہء پاک پر دو مظلوموں کی فریاد رسی:

حافظ ابنِ قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھا ہے جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے روضہء مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے وہ یہ ہے کہ:

كَانَ بَعْضُ الْعَدُوِّ قَطَعَ لِسَانَ اَحَدِهِمَا وَبَعْضُهُمْ فَقَاعَیْنَ الْاٰخَرِ فَلَمَّااَتَیَا قَبْرَهُ الشَّرِیْفَ وَاسْتَغَاثَابِهٖ رَدَّاللّٰهُ عَلَیْهِمَامَافَقَدَ مِنَ اللِّسَانِ وَالْعَیْنِ. (رَوَاهُ ابْنُ قَیِّمٍ فِیْ كِتَابِهِ الْكَبَائِرِ فِی السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ)

﴿ترجمہ﴾ بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی، اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی، وہ دونوں شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء مبارک پر گئے اور فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہء مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کٹے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہٰذا قبروں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں:

شیخ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

"کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے، ایک روز رُباعی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے ایک شیعی بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا کبھی نہیں کہوں گا، آخر کار

وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا، میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا آخر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے طیش میں آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اُس شیعہ نے جوں ہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونوں آنکھیں بہہ کر رخسارے پر آ گئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ و بکا کرتا ہوا روضہء مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یا رسول اللہ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں، لِلّٰہ میری دستگیری کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آ گئی ﴿خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں صحیح وسلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی﴾ میں نے حضور کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اُس رافضی نے پہچان کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا میں نے کہا بے شک میں وہی آدمی ہوں، جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، رافضی کہنے لگا، پھر آنکھیں درست کس طرح ہو گئیں، یہ تو محال اور ناممکن بات ہے، میں نے اپنا تمام ماجرا بتلایا کہ یہ محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہو گیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا، وہ یہ سن کر مع عیال و اطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہو گیا۔"

خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ظالم کو دفع فرمایا:

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ حصن حصین کے دیباچہ میں اِرقام فرماتے ہیں:

"کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنجے میں پھنس گیا، میں نے کتاب حصن حصین سے جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توسُّل پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مؤدب کھڑا ہو گیا، آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا:

مَاتُرِیْدُ؟ یعنی تو کیا چاہتا ہے؟

فَقُلْتُ لَهٗ ادْعُ اللّٰهَ لِیْ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ:

یعنی میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم بدرگاہِ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مع حاضرین مقربین کے دعا مانگی، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش وخرم نظر آ رہی ہے اور میں بھی آزاد ہو گیا ہوں، گویا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنجے سے رہا ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ:

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں:

''کہ میرے ایک نہایت معتبر وثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، منشی، فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۴ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ (مرشد امیر حبیب اللہ خاں کابلی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حرمِ روضہ میں مصروفِ ذکر ودعاء تھے تو رات کو ۱۰/ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو ﴿اُخْـرُجْ، اُخْـرُجْ﴾ (نکل جاؤ، نکل جاؤ) کہہ کہہ کر نکالنے لگا، اس حکم کی تعمیل ضروری تھی کیونکہ یہ دائمی انتظام تھا، خواجہ صاحب بھی تعمیلِ قاعدہ لازم سمجھ کر باہر چلے آئے، اگلے روز پھر ہم کو حرمِ روضہ میں رات آ گئی اور عین اسی وقت پھر ﴿اُخْـرُجْ اُخْـرُجْ﴾ کا حکم تعمیل پانے لگا، مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اُس کو پکارا کہ ﴿دَعْ هٰذَا الشَّيْخَ فَاِنَّهٗ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ بِاَنَّهٗ لَايُخْرَجُ﴾ (یعنی ان بزرگ کو رہنے دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرمِ روضہ سے نہ نکالا جائے)''

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقانِ باصفا کا کس قدر خیال ہے، پھر اگر محبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محلِ تعجب ہے؟ حاشا وکلا۔

روضہء پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی:

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

محمد بن المنکدر گوید مردے پیشِ پدرِ من هشتاد دینار ودیعت نهاد وبجهاد رفت واذن داد که اگر ترا حاجت افتد ازیں ها خرچ کن. پدرم نزدِ احتیاج آں را خرچ کرد چوں آں مرد باز آمد مبلغ که نهاده بود طلب کرد، پدر در ادائے آں درماند وباوے گفت که فردا بیاتا جوابِ تو گویم، ایں بگفت و شب در مسجد شریف نبوی صلی الله علیه وسلم بتوجه کرد وزمانے در حضور شریف و گاهے پیشِ منبر استغاثه نمود و فریاد کرد ناگاه در تاریکئ شب مردے پیدا شد و صرۂ هشتاددینار بدستِ وے داد بامداد مبلغ راباں مرد بداد واز زحمتِ مطالبه خلاص یافت.

﴿ترجمہ﴾ محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے، اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان سے خرچ کر لینا، میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی واپس مانگی، والد اس کی ادائیگی سے عاجز آ گئے اور اس سے کہا کل آنا تو میں جواب دوں گا، یہ کہا اور رات کو مسجدِ نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے، اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی، صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ کی زحمت سے نجات پائی۔

ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی:

قَالَ اَبُو الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُقرِی الضَّرِیْرُ جُعْتُ بِالْمَدِیْنَةِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَجِئْتُ اِلَی الْقَبْرِ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! جُعْتُ ثُمَّ بِتُّ ضَعِیْفًا فَرَکَضَتْنِیْ جَارِیَةٌ بِرِجْلِھَا فَقُمْتُ مَعَھَا اِلٰی دَارِھَا فَقَدَّمَتْ اِلَیَّ خُبْزَ بُرٍّ وَّتَمْرًا وَّسَمْنًا وَّقَالَتْ کُلْ یَااَبَاالْعَبَّاسِ! فَقَدْاَمَرَنِیْ بِھٰذَا جَدِّیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَتٰی جُعْتَ فَأْتِ اِلَیْنَا. (خلاصة الوفا)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالعباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا، پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم میں بھوکا ہوں، پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ ایک عورت نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے جگایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا، وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابوالعباس! مجھے میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے، جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو۔

روضہء پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَھْلِہٖ کَانَتْ تَجْتَھِدُ فِی الْعِبَادَةِ وَتَدِیْمُ الصِّیَامِ وَتَطِیْلُ الْقِیَامِ فَاَتَاھَاالْمَلْعُوْنِ وَقَالَ اِلٰی کَمْ تُعَذِّبِیْنَ ھٰذَا الْجَسَدِ وَھٰذَا الرُّوْحِ لَوْاَفْطَرْتِ وَقَصَّرْتِ مِنَ الْقِیَامِ وَکَانَ اَدْوَمَ لَکِ وَاَقْوٰی قَالَتْ فَلَمْ یَزَلْ یُوَسْوِسُ لِیْ حَتّٰی ھَمَمْتُ بِالتَّقْصِیْرِ قَالَتْ ثُمَّ دَخَلْتُ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعْتَصِمَةً بِقَبْرِہٖ وَذَالِکَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَذَکَرْتُ اللّٰہَ وَصَلَّیْتُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَذَکَرْتُ مَانَزَلَ بِیْ مِنْ وَسْوَسَةِ الشَّیْطَانِ وَاسْتَغْفَرْتُ وَجَعَلْتُ اَدْعُو اللّٰہَ اَنْ یُّصْرِفَ عَنِّیْ کَیْدَہٗ وَوَسَاوِسَہٗ قَالَ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ نَّاحِیَةِ الْقَبْرِ یَقُوْلُ: ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّااِنَّمَایَدْعُوْاحِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ قَالَتْ فَرَجَعْتُ مَذْعُوْرَةً وَّجِلَةَ الْقَلْبِ فَوَاللّٰہِ مَاعَاوَدَتْنِیْ تِلْکَ الْوَسْوَسَةُ بَعْدَ تِلْکَ اللَّیْلَةِ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوایوب قریشی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی، جو عبادتِ شاقہ کیا کرتی تھی اور صائم الدہر رہتی اور طول قیام کیا کرتی تھی، ایک روز اس کے پاس شیطان مردود نے آ کر کہا کہ تم اپنے جسم اور جان کو کہاں تک تکلیف دوگی، اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہوگا، وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کرلیا، پھر ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان روضہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور اس وسوسے کو جو شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا، اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کردے، پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی:

﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اِنَّمَایَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾

(کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں)

وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہوکر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا، اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہ آیا۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہئے کہ روضہء نبوی یا دیگر اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر امداد طلب کرے جس سے امید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔

ندائے یا محمد سے بکریاں موٹی ہوگئیں:

ابن ایثر رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''الکامل'' میں رقم کرتے ہیں کہ ۱۸ھ ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجئے تا کہ اس سے اپنا پیٹ بھریں، انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام ونشان ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں، لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی، جب اس کی کھال اتاری گئی تو واقعی اس میں گوشت نہ تھا، بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں، یہ حالت دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باآواز بلند کہا: یَامُحَمَّدَاہُ! اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازہ ہوجائیں گی اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا، چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فربہ دیکھا اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادرسی:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''المستقصی فی فضائل المسجد الاقصی'' میں لکھا ہے:

وَيَقُوْلُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ! اِنِّيْ مُتَوَجِّهٌ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَوَائِجِيْ لِتَقْضِيَ لِيْ اِلٰى اِنْ قَالَ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى اللّٰهِ بِجَمِيْعِ اَنْبِيَائِهٖ خَصُوْصًا بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَنْ كَعْبٍ وَّلَايَتَوَسَّلُ اَحَدٌ بِاِبْرَاهِيْمَ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَاسَاَلَ وَاَضْعَفَ لَهٗ ذَالِكَ زِيَادَةً لِكَرَامَةِ اِبْرَاهِيْمَ. وَحَدَّثَ الْحَسَنُ بْنُ مَوْلٰى بْنِ الْحَسَنِ التَّاجِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَعْلَبَكَّ قَالَ زُرْنَا اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ وَكَانَ مَعَنَا رَجُلٌ مُّفَضَّلٌ مِّنْ اَهْلِ بَعْلَبَكَّ فَسَمِعْنَاهُ وَقَدْ زَارَ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَيَبْكِيْ وَيَقُوْلُ حَبِيْبِيْ اِبْرَاهِيْمَ! سَلْ رَبَّكَ يَكْفِيْنِيْ ثَلَاثًا ثَلَاثًا فَاِنَّهُمْ يُؤْذُوْنِيْ ثُمَّ رَجَعْنَااِلٰى ''يَافَا'' فَوَصَلَ قَارِبٌ مِّنْ بَيْرُوْتَ فَحَدَّثَنَااَنَّ الثَّلَاثَةَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمْ مَاتُوْا.

﴿ترجمہ﴾ اور کہے کہ یا نبی اللہ ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تا کہ تو میری حاجت پوری کردے، پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء کے خصوصا سردار اولین وآخرین سردار ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اور کعب نے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دو چند اس سے بہ سبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم علیہ السلام کے، اور حسن بن مولی بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک اور معزز شخص بعلبک کا تھا، میں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار

مبارک کی زیارت کرتے وقت رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ "اے میرے پیارے ابراہیم! اپنے رب سے سوال کیجئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ ان سے بدلہ لے" وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے توسل:

عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ فِی الْمَغَازِیْ عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ قَالَ لَمَّافَتَحْنَا تُسْتَرَ وَجَدْنَا فِیْ بَیْتِ الْھُرْمُزَ اَنَّ سَرِیْرًا عَلَیْهِ رَجُلٌ مَّیِّتٌ عِنْدَ رَاْسِهٖ مُصْحَفٌ فَاَخَذْنَاالْمُصْحَفَ فَحَمَلْتُهٗ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَدَعَاکَعْبًا فَنَسَخَهٗ بِالْعَرَبِیَّةِ فَاَنَااَوَّلُ رَجُلٍ قَرَاَتُهٗ مِنَ الْعَرَبِ فَقُلْتُ لِاَبِی الْعَالِیَةِ مَاکَانَ فِیْهِ؟ قَالَ سِیْرَتُکُمْ وَاُمُوْرُکُمْ وَلُحُوْنُ کَلَامِکُمْ وَمَاھُوَکَائِنٌ بَعْدُ. قُلْتُ فَمَاصَنَعْتُمْ بِالرَّجُلِ قَالَ حَفَرْنَالَهٗ بِالنَّھَارِثَلَاثَةَ عَشَرَقَبْرًا مُتَفَرِّقَةً فَلَمَّاکَانَ الَّیْلُ دَفَنَّاهُ وَسَوَّیْنَاالْقُبُوْرَ کُلَّھَا لِتَعْمِیَةٍ عَلَی النَّاسِ لَایَنْبَشُوْنَهٗ فَقُلْتُ وَمَایَرْجُوْنَ مِنْهُ قَالَ کَانَتِ السَّمَاءُ اِذَاحُبِسَتْ عَنْھُمْ اَبْرَزُوالسَّرِیْرَ فَیُمْطَرُوْنَ فَقُلْتُ مَنْ کُنْتُمْ تَظُنُّوْنَ الرَّجُلَ قَالَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ دَانِیَالُ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَقُلْتُ مُنْذُ کَمْ وَجَدْتُمُوْهُ قَالَ مُنْذُ ثَلٰثِ مِائَةِسَنَةٍ قُلْتُ مَاکَانَ تَغَیَّرَ مِنْهُ شَیْءٌ قَالَ لَااِلَّاشَعَرَاتٌ مِنْ قَفَاهُ اِنَّ لُحُوْمَ الْاَنْبِیَاءِ لَا تُبْلِیْھَا الْاَرْضُ وَلَاتَاکُلُھَا السِّبَاعُ. (رَوَاهُ ابْنُ قَیِّمٍ فِیْ کِتَابِ اِغَاثَةِ اللَّھْفَانِ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، انہوں نے حضرت کعب کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا، پھر میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں، رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا، یہ اس واسطے کیا تا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ کھودیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برسنا شروع ہو جاتا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام تھے، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے صراحۃً ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام کو حینِ حیات میں اور بعد ممات کے حصولِ مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا اور لوگ ہمیشہ سے اس کو کیا کرتے تھے تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب

پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے، اسی وقت بارش ہوجاتی تھی اور صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قصے کو ذکر کرکے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

قبولیتِ دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں:

شیخ عبدالحق محدِّثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اَشِعَّۃُ اللُّمعَات شرح مشکوٰۃ میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرُّف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے، چنانچہ اُن کے اسماء یہ ہیں:

﴿۱﴾ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔ ﴿۲﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۳﴾ شیخ طفیل نجبی رحمۃ اللہ علیہ ﴿۴﴾ شیخ حیات بن قیس رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بشر بن حارث تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اجابتِ دعاء کے لئے اکسیر ہے۔

قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ الْفَتْحِ سَاَلْتُ بِشْرًا عَنْ مَّعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ فَقَالَ هَيْهَاتَ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ الْحُجُبُ اَنَّ مَعْرُوْفًا لَّمْ يَعْبُدِاللّٰهَ شَوْقًا اِلٰى جَنَّةٍ وَّلَاخَوْفًا مِّنْ نَّارِهٖ وَاِنَّمَاعَبَدَهٗ شَوْقًااِلَيْهِ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَمَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَلْيَاْتِ قَبْرَهٗ وَلْيَدْعُ فَاِنَّهٗ يُسْتَجَابُ لَهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (صفة الصفوة)

﴿ترجمہ﴾ حضرت احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حال بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا؟ انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور ان کے درمیان میں پردہ حائل ہوگیا، معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقامِ اعلیٰ میں اٹھالیا، پس جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کے مزار مبارک پر جاکر دعا کرے، انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہوجائے گی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدِّث رحمۃ اللہ علیہ پکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے، اس کا کام ہوجائے گا، تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہوسکتا ہے اور کون بدبخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے۔

﴿۲﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمة الله علیه در قبرِ خود مثلِ احیاء تصرُّف مے کند۔

﴿ترجمہ﴾ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرُّف کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا قبول ہونے کے لئے مثل تریاق ہے۔

﴿۴﴾ علامہ ابنِ حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَمْ یَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَذَوُو الْحَاجَاتِ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ یَتَوَسَّلُوْنَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِھِمْ وَیَرَوْنَ نُجْحَ ذَالِکَ. مِنْھُمُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ یَقُوْلُ لَاَنِّیْ اَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ زَائِرًا فَاِذَا عُرِضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَجِئْتُ اِلٰی قَبْرِہٖ.

﴿ترجمہ﴾ بڑے بڑے علماء و فضلا اور حاجت مند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیلِ مرام واپس جاتے، چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں اللہ تعالیٰ صاحبِ قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

کَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَلَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ.
یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

منکرینِ اِستمداد کے بعض مشہور اعتراض اور ان کے جواب

﴿۱﴾ اعتراض...... اِستمداد و اِستعانت کی جو صورتیں آج کل صوفیہ میں مروج ہیں ان کی نظیر قرونِ ثلثہ مَشْهُوْدٌلَّهَا بِالْخَيْرِ میں نہیں ملتی، لہٰذا یہ بدعت ہے، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

﴿جواب﴾ بدعت کا لفظ ذرا توضیح طلب ہے، اور اعتراض سے پہلے بدعتِ حسنہ کی شقوں پر نظر کرنا لازم تھا، اگر بدعت کو مطلقاً مذموم وضلالت ٹھہرایا گیا تو پھر منارہ دار مساجد میں نماز پڑھنا اور مجلد و مطلا قرآنِ مجید پر تلاوت کرنا معترض کے لئے دشوار ہو جائے گا، ان مباحث کی یہاں گنجائش نہیں، بحث مَانَحْنُ فِيْهِ یہ ہے کہ اِستعانتِ متعارفہ بقول معترض بدعت سہی مگر بدعتِ حسنہ ہے جس کی برکات و فیوض بے پایاں ہیں۔

مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ ہمارے قول کی تائید کر رہا ہے وہ یہ ہے:

سوال...... از انبیاء علیهم السلام واولیاءِ کرام و شهدائے عظام و صلحاءِ عالی مقام بعد موتِ مثالی اِستِمداد بایں طور که یا فلاں از حق تبارك وتعالیٰ حاجتِ مرابخواه وشفیعِ من شو ودعا برائے من بخواه دُرست است یانے ؟

﴿ترجمہ﴾ انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی موت کے بعد اِستمداد کرنا اس طرح کہ اے فلاں! حق تبارک وتعالیٰ سے میری حاجت روائی چاہو اور میرے شفیع بنو اور میرے لئے دعا کرو، درست ہے کہ نہیں؟

جواب...... اِستِمداد از اموات خواه نزدیکِ قبور باشد یاغائبانه بے شبه بدعت است درزمانِ صحابه و تابعین نه بود، لیکن اختلاف است دراں که ایں بدعتِ سیئه است یا حسنه، ونیز حکم مختلف مے شود باختلافِ طرقِ اِستِمداد، اگر اِستِمداد بایں طریق است که در سوال مذکور است بس ظاهرًا جواز ست زیرا که دریں صورت شرك نمے آید مانند اِستِمداد ازصلحاء دعا والتجا درحالتِ حیات۔ (فتاویٰ عزیزی جلد/۳ صفحه/۱۸)

﴿ترجمہ﴾ اِستمداد اموات سے خواہ وہ اِستمداد کرنے والا قبور کے نزدیک ہو، یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے صحابہ کرام وتابعین کے زمانے میں نہ تھی، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ اور نیز طُرقِ اِستمداد کے اختلاف سے حکم بھی مختلف ہو جاتا ہے، اگر اِستمداد اس طریقہ سے ہے جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا، جیسے صلحاء سے ان کی زندگی میں دعاء والتجاء سے اِستمداد کی جاتی ہے۔

﴿۲﴾ اعتراض......توسّل میں عموماً بحقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا پڑتا ہے اور اس طرح جائز نہیں کیونکہ حق کے معنی واجب کے ہیں اور اللہ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

الجواب......معترض صاحب اگر علمِ حدیث میں دخل رکھتے ہیں تو احادیث کے ان کلماتِ دعائیہ پر غور فرمائیں جو ابنِ ماجہ اور بیہقی وغیرہ کی کتابوں میں مروی ہیں کہ :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ الخ

الٰہی میں سوال کرتا ہوں اس حق کے ساتھ جو سائلین کے لئے تیرے ذمہ ہے اور اس حق کے ساتھ جو تیری طرف میرے چلنے کا ہے۔

(یہ پوری حدیث شریف ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ اس طرح دعا کیا کرو، پس آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟۔

فَمَا کَانَ جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا. ﴿ترجمہ﴾ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

یہ تو ہوا الزامی جواب، تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہاں حق کے معنی واجب کے نہیں بلکہ مرتبت و منزلت کے ہیں، یا حق سے وہ حق مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق خلق پر ثابت کیا، یا وہ حق جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ عمیم سے اپنے ذمہ لیا۔

﴿۱﴾ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں جا باید دانست کہ در کُتُبِ فقہ مذکور است کہ دعا کردن بحقِّ کسے مکروہ است زیرا کہ کسے را برخدا حقے نمے باشد و تفصیلِ مقام آنست کہ نزدِ معتزلہ افعالِ عباد را مخلوقِ عباد مے دانند جزائے آں اَفعالِ حقِ حقیقی بندگان است و برمذہبِ اہل سنت والجماعت افعالِ عباد مخلوقِ خدا اند پس عباد را بسببِ آں اَفعال حقے ثابت نیست حقیقتًا بلکہ وَعْدًا وَّجَعْلًا چنانچہ در حدیث آمدہ است کہ:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ ھَاجَرَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْجَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا .

ونیز در حدیثِ صحیح از مُعاذ بن جبل آمدہ ھَلْ تَدْرِیْ مَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ؟ الخ پس آنچہ در روایتِ توبۂ آدم علیہ السلام آمدہ است محمول برہماں حق جعلے و تفصیلے است وآنچہ در کُتُبِ فقہ ممنوع است حقِ حقیقی است ازبس کہ درزمانِ سابق مذہبِ متعزلہ رواج بسیار داشت واستعمالِ ایں لفظ کہ مُوہِمِ مذہبِ ایشاں است مے شد، فقہاء مطلقا ازاستعمالِ ایں لفظ منع نمودہ اند تاخیالِ کسے بآں مذہب نرود، ایں است آن چہ دریں مقام موافقِ قراردادِ

علمائے ظاہر است، واہلِ تحقیق چنیں گفته اند که ہر یک از کُمّلِ بنی آدم را باعتبارِ صورتِ کمالیه او اسمے است ازاسمائے الٰهی که تربیتِ اومے فرماید، پس سوال بحقِّ کا ملے اشارہ بآں اسم است، اگر شخصے در وقتِ استعمالِ ایں لفظ ملاحظه ایں معنی نماید قطعا ملام و معاتب نیست۔

﴿ترجمہ﴾ یہاں جاننا چاہئے کہ کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے کہ دعاء کرنا بحق سے مکروہ ہے، کیونکہ خدا پر کسی کا حق نہیں ہوتا، اور تفصیلِ مقام یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک بندوں کے افعال بندوں کے مخلوق ہیں، ان افعال کی جزا بندوں کا حق حقیقی ہے، اور اہلِ سنت والجماعت کے مذہب میں بندوں کے افعال خدا کے مخلوق ہیں، بس بندوں سے ان افعال کے سبب سے کوئی حق حقیقی ثابت نہیں، بلکہ وعدًا وجعلاً، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ هَاجَرَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْجَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا.

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے یا اسی زمیں میں رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

اور نیز حدیث میں معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ:

هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟

کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ الخ

پس وہ جو آدم علیہ السلام کی توبہ میں آیا ہے وہ اسی جعلی و تفضلی حق پر محمول ہے اور وہ جو کُتُبِ فقہ میں ہے وہ حق حقیقی ہے، چونکہ زمانہء سابق میں معتزلہ کا مذہب بکثرت رواج رکھتا تھا اور اس لفظ کا استعمال ان کے مذہب کا وہم ڈالتا تھا، فقہا نے مطلقا اس لفظ کا استعمال منع کر دیا تا کہ کسی کا خیال اس مذہب کی طرف نہ جائے، یہ ہے اس مقام میں جو علماء کی قرارداد کے موافق ہے اور اہلِ تحقیق نے اس طرح فرمایا کہ کُمّل بنی آدم سے ہر ایک کے لئے اس کی صورتِ کمالیہ کے اعتبار سے ایک اسمائے الٰہیہ سے جو اسی کے تربیت کرتا ہے، پس سوال بحق کا ملے سے اس اسم کی طرف اشارہ ہے، اگر کوئی شخص اس لفظ کے استعمال کے وقت اس معنی کو ملحوظ رکھے تو قطعا ملامت و عتاب کا مستوجب نہیں۔

﴿۲﴾ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مایہ مسائل میں تحریر فرماتے ہیں:

دعا بایں طور که الٰهی بحرمتِ نبی وولی حاجتِ مرا رواکن جائز است چنانچه از شرح فقه اکبر ملاعلی قاری مفهوم مے شود، ونیز در قواعدالایمان فی علم الکلام و معرفة الایمان تصنیف ملاعلی قاری مذکور است،

﴿ترجمہ﴾ یعنی دعا اس طرح کرنی کہ یاالٰہی بحرمتِ نبی اور ولی کے میری حاجت کو پورا کر جائز ہے، چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور قواعد الایمان فی علم الکلام اور معرفۃ الایمان مصنفہ ملا علی قاری میں مرقوم ہے۔

﴿۳﴾ اعتراض...... اللہ تعالیٰ سورۂ اِنفطار میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَدْرٰکَ مَایَوْمُ الدِّیْنِ، ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَایَوْمُ الدِّیْنِ، یَوْمَ لَاتَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَّالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور تو کیا سمجھا ہے روزِ جزا کیا ہے، پھر تو کیا سمجھا روزِ جزا کیا ہے وہ وہ دن ہے کہ نہ فائدہ پہنچا سکے گا کوئی نفس کسی نفس کو کچھ اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کو کسی سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو پھر بھلا غیر اللہ سے اِستمداد کیوں کر جائز ہو سکتی ہے۔

جواب...... اس آیت کو امتناعِ توسُّل سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں ہے، اس لئے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی سے توسُّل کرتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیامت کے دن کسی طرح کی مشارکت ہے، یا وہ نبی و ولی بالاستقلال کسی متوسّل کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ کے اذن سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں، آیۂ ﴿مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ سے بات عیاں ہے اگر اذن نہیں یا اذن کے باوجود کسی نبی و ولی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت نہیں تو پھر شفاعت کے کیا معنی ہوئے، پس متوسّل کا قیامت کے روز ان حضرات سے توسُّل کرنا بایں معنی ہے کہ ان کا درجہ اور قُرب اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہے اور اس قُرب کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت بخشی ہے کہ جس کی وہ شفاعت کریں گے وہ قبول فرمائے گا۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اَیْ لَاتَسْتَطِیْعُ دَفْعًاعَنْھَاوَ لَانَفْعًالَّھَا لِوَجْہٍ وَّاِنَّمَاتَمْلِکُ الشَّفَاعَۃَ بِالْاِذْنِ.

﴿ترجمہ﴾ یَوْمَ لَاتَمْلِکُ الخ یعنی وہ اس سے کوئی عذاب دور کرنے اور کوئی نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا، ہاں شفاعت باذن اللہ کا مالک ہے۔

﴿۴﴾ اعتراض...... اللہ تعالیٰ سورۂ اَعْراف رکوع/۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًاوَّلَاضَرًّااِلَّامَاشَاءَ اللّٰہُ﴾

﴿ترجمہ﴾ کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی مدد مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں تو پھر بلا کسی اور کی کیا وقعت اور حیثیت ہے۔

جواب...... اس آیت میں نفع وضرر کے معنی ہدایت وضلالت کے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ہدایت

وضلالت کے مالک نہیں ہیں، پس اس تقدیر پر اس آیت کو عدمِ جوازِ توسُّل و اِستِغاثہ سے کچھ تعلق نہ رہا۔

تفسیر مدارک میں ہے:

هُوَ اِظْهَارٌ لِلْعُبُوْدِيَّةِ.

یعنی یہ اظہارِ بندگی کے لئے ہے۔

﴿۵﴾ اعتراض......اللہ تعالیٰ سورۂ احقاف رکوع/ اول میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَرَءَ يْتُمْ مَّاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَاخَلَقُوْامِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰاتِ اِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْاَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

﴿ترجمہ﴾ کہہ دو بھلا دیکھو تو یہی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھ کو دکھاؤ تو کہ انہوں نے کیا پیدا کیا زمین میں، یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں، میرے پاس لے آؤ کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علمی روایت اگر تم سچے ہو۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نہ زمین کی کوئی چیز پیدا کر سکے اور نہ آسمان میں اس کی شرکت ہو، غرض جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اسی سے مرادیں مانگنا جائز نہیں ہے۔

جواب...... اس آیت سے اِستمدادِ مشروع کا عدمِ جواز نہیں پایا جاتا اور نہ اِستمداد کسی صورت میں غیر مقدوراتِ انسانی میں جو خاص مقدوراتِ باری تعالیٰ سے ہیں کسی سے چاہی جاتی ہے، عام ازیں کہ انبیاءِ علیہم السلام ہوں یا اولیاءِ کرام اور جوازِ اِستمداد کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جس سے اِستمداد کی جائے اس نے آسمان بھی بنایا ہو، یا کوئی دریا بنایا ہو۔

﴿۶﴾ اعتراض......اللہ تعالیٰ سورہ رعد رکوع/ ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَايَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْئٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَادُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّافِيْ ضَلٰلٍ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور کافر جن بُتوں کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ نہیں پہنچتے ان کی حاجت پر بالکل مگر جیسے کوئی پھیلا رہا ہو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی جانب کہ پانی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آتے لہٰذا توسُّل اور اِستغاثہ ناجائز ہوا؟

جواب...... یہاں يَدْعُوْنَ کے معنی مطلق پکارنے کے نہیں، بلکہ بطورِ عبادت پکارنے کے ہیں، چونکہ کفار بتوں کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، لہٰذا یہ شرک ہے اور مسلمان متوسّلین اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور وہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے، لہٰذا انبیاءِ علیہم السلام و اولیاءِ کرام سے توسُّل اور اِستِغاثہ کرنا جائز ہوا چنانچہ آیتِ مذکور کے ذیل میں تفسیر خازن میں لکھا ہے:

يعنى وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَهُمْ اٰلِهَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهِيَ الْاَصْنَامُ الَّتِيْ يَعْبُدُوْنَهَا.

﴿ترجمہ﴾ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ جو ان کو اللہ کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے ہیں، اور وہ بُت ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔

کیا کسی متوسّل سے یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ کسی نبی، ولی کو معبود سمجھ کر پکارے حاشا وکلا۔

﴿۷﴾ اعتراض...... غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی یابُت حاجتیں مانگنا اور ان کو مختار سمجھنا ناجائز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ زمر میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِاللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ، اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ مَانَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡمَاہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ، اِنَّ اللّٰہَ لَایَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ﴾.

﴿ترجمہ﴾ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے وہ زبردست ہے حکمت والا ہم نے نازل فرمائی ہے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ، پس تو عبادت کر اللہ کی خالص بنا کر اسی کے لئے عبادت کو، خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے اور جنہوں نے بنالئے ہیں اس کے سوا دوسرے حمائتی اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو نزدیک کردیں اللہ سے مرتبہءقرب میں، بے شک اللہ فیصلہ فرمادے گا ان کے درمیان اس امر میں جس میں اختلاف کرتے ہیں اللہ اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا کہ جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

جواب...... مشرکین بتوں کو نائب شریک کہتے تھے اس لئے وہ مشرک ٹھہرائے گئے، وہ بُتوں کی عبادت تقرّب کے لئے کرتے تھے، مسلمانوں اور مشرکوں میں یہی جھگڑا تھا، چنانچہ جب مسلمان ان سے پوچھتے تھے کہ زمین وآسمان کس نے بنایا تو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے، اس پر مسلمان کہتے تھے کہ جب زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر بُتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہماری عبادت اس لئے ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں، اول تو بُتوں کی عبادت کفر اور لغو ہے، دوسرے بُتوں میں اس قسم کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ ان سے تقرّب الی اللہ ہو، اور بخلاف انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کے کہ ان سے بخوبی تقرّب الی اللہ ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ مظہرِ عونِ الٰہی ہیں، یہ بحث پہلے باب میں تفصیل سے گزرچکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں ذیل میں ایک محدِّثِ کبیر کا فتویٰ اس بارہ میں درج ہے:

اولیاء اللہ اور بتوں سے امداد مانگنے میں فرق:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال...... ﴿۱﴾ بُت پرستے مدداز بُت مے خواست عالمے منع کردہ کہ شرك مکن بت پرست گفت کہ اگر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرك است واگر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونہ شریک باشد؟ عالم گفت کہ در کلامِ مجید متواتر آمدہ است کہ از غیرِ خدا مدد مجوئید۔

﴿۲﴾ باز بُت پرست گفت که بنی انسان ازیک دیگر چرا سوال مے نمایند؟عالم گفت که نوع زنده اند ازایشاں سوال منع نیست و بتانِ تومثل کنہیاو کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت برہیچ چیز ندارند۔

﴿۳﴾ بُت پرست گفت: شما که ازاھلِ قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید که برشما ھم شرک عاید شود، القصه ھرچه مقصد و مرادِ شما ازاھلِ قبور راست ھماں قسم مقصودِ من ھم از صورت کنہیاو کالِکا است بحسابِ ظاھر نه قوت اھلِ قبور دارند نه بُت، واگر میگوئی که بقوت اھلِ قبور کشائشِ حاجات مے نماید میگویم بساجا زبُتاں ھم روائے حاجت مے شود، واگر مے گوئید که بایشاں مے گوییم که از خدا برائے ماشفاعت بخواھند، من ھم از بتاں ھمیں اِستِدعاء دارم پس ھرگاه که جوازِ اِستِمداد از اھلِ قبور ثابت شد پس بعضے مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سِیتُلا و مسانی وغیرہ چگونه باز خواھند آمد؟

﴿ترجمہ﴾﴿۱﴾ ایک بُت پرست بت سے مدد مانگتا تھا، ایک عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بُت پرست نے کہا اگر میں اس کو خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو بے شک شرک ہے اور اگر اس کی مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیوں کر شرک ہوگا؟ عالم نے جواب دیا کہ قرآنِ مجید میں متواتر آیا ہے کہ غیرِ خدا سے مدد نہ مانگو۔

﴿۲﴾ پھر بُت پرست نے کہا کہ بنی آدم ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟ عالم نے کہا وہ ایک نوع سے زندہ ہیں ان سے سوال منع نہیں اور تیرے بُت مثل کنہیا وکالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

﴿۳﴾ تب بُت پرست نے کہا تم جو اہلِ قبور سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو چاہئے کہ تم بھی آلودۂ شرک ہو، القصہ جو کچھ تم اہلِ قبور سے مراد رکھتے ہو، وہی ہمارا مقصود کنہیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، حسبِ ظاہر نہ اہلِ قبور قوت رکھتے ہیں اور نہ بُت۔ اور اگر تم کہو اہلِ قبور قوتِ باطن سے حاجت کشائی کرتے ہیں، تو میں کہتا ہوں بہت سی جگہ بُتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے، اور اگر تم کہو ہم تو ان اہلِ قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لئے شفاعت کرو، تو ہم بھی بُتوں سے یہی اِستِدعاء کرتے ہیں، پس جب اہلِ قبور سے اِستِمداد کرنے کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پوجا کرنے سے کیوں کر باز آئیں گے۔

جواب......﴿۱﴾ دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شده آں چندجا راخبردار بایدشد آں گاه بفضلِ الٰہی جوابِ سوال بخوبی واضح خواھد شد:

﴿۲﴾ اوّل آں که مدد خواستن چیزے دیگراست و پرستش چیزے دیگر، عوام مسلمین برخلاف حکمِ شرع از اھلِ قبور مدد مے خواھند و پرستش نمی کنند و بُت پرستاں مدد ھم مے

خواهند و پرستش هم مے کنند، پرستش آں است که سجده کند یا طواف نماید یا نامِ اورا بطریقِ تقرُّب ورد سازد یاذبحِ جانور بنامِ او کند یاخودرا بندۂ فلانے بگوید، وهر که از مسلمانان جاهل بااهلِ قبور ایں چیزهابعمل آرد فی الفور کافر مے گردد و از مسلمانی مے برآید۔

﴿۳﴾ دوم آں که مدد خواستن و عوام الناس از اولیاء مے خواهند که از جنابِ الٰهی فلاں مطلب درخواست نمایند ایں نوع مدد خواستن در شرع از زنده و مرده جائزاست۔

﴿۴﴾ سوم آں که بالا ستقلال چیزے که خصوصیت بجنابِ الٰهی دارد مثل دادنِ فرزند یا بارشِ باراں یا دفعِ امراض یا طولِ عمرو مانند ایں چیزها بے آنکه دعاء و سوال از جنابِ الٰهی در نیّت منظور باشد از مخلوقے درخواست نماید ایں نوع حرام مطلق بلکه کفراست۔ اگر از مسلمانان کسے ازاولیاءِ مذهبِ خود خواه زنده باشند خواه مرده ایں نوع مدد خواهند از دائره مسلمانان خارج مے شوند۔ بخلاف بُت پرستان که همیں نوع مدد را از معبودانِ باطلِ خود مے خواهند آنرا جائز مے شمارند۔

﴿۵﴾ وآنچه بت پرست گفت که من از بتاں شفاعت مے خواهم چنانچه شماهم از پیغمبراں و اولیاء شفاعت مے خواهید، پس دریں کلام هم دغل وتلبیس ست، زیرا که بُت پرستاں هرگز شفاعت را نمے دانند و نه دردلِ خود تصوُّر مے کنند۔

﴿۶﴾ پس معنئ شفاعت سفارش است و سفارش آنست که کسے مطلبِ کسے را از غیرِ خود بعرض و معروض ادا سازد۔ وبُت پرستاں در وقتِ درخواستِ مطالبِ خود از بتاں نمے فهمند و نمے گویند که سفارشِ ما بحضورِ پروردگار جل وعلا نمائید ومطلبِ مارا از جنابِ اوتعالیٰ برآرید بلکه از بتانِ خود درخواستِ مطلبِ خود مے کنند۔

﴿۷﴾ وآنچه گفته است که هر چه مقصدِ شما از اهلِ قبورست بهماں قسم مقصدِ من هم از صورتِ کهنیا وکالکا ست، نیز خطا درخطاست زیرا که ارواح را تعلُّق بأبُدانِ خود که در قبر مدفون اند البته مے باشد زیرا که مدتِ دراز دریں بدن بوده اند، و ایں ها قُبورِ معبوداں راتعظیم نمے کنند بلکه از طرفِ خود صورتِ سنگ ها ودرختاں اِختِراع نموده قرار مے دهند که صورتِ فلانی ست بے آنکه آنرا تعلُّق بآں ارواح باشد، وایں قرار دادِ اِفتِرائی را هیچ اثرِ نیست، آرے حاجت روائئ بندگاں خالقِ اکبر از راه رحمانیتِ خودمے فرماید این هامے فهمند که از

طرفِ بُتاں ایں فائده حاصل شد، حق تعالیٰ که عالم الغیب و المخفیات ست حاجتِ بندگانِ خود مے داند ودر زندگانیٔ دنیا حاجت روائی منظور است ازهر طرف که خواهند مطلبِ ایشاں را بایشاں مے دهد، چنانچه پدرِ مُشفِق حاجتِ پسرِ خود را که صغیر سن است مے داند ووقتیکه از خدمتگار ودایهٔ خود چیزے مے طلبد اومے دهد حالانکه خدمت گار ودایه مقدور ندارد۔همچنیں است حالِ بتاں بلکه حالِ اهلِ قبور نیز موافقِ قاعدهٔ اهلِ اسلام۔

﴿۸﴾ وآنچه مرقوم شده که پس هرگاه که جوازِ اِستِمداد از اهلِ قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستشِ سیتلا و مسانی چگونه باز خواهند آمد؟ پس فرق درمیانِ اِستِمداد ازاهلِ قبور و پرستشِ سیتلا ومسانی بچند وجه است۔

﴿۹﴾ اوّل آنکه اهلِ قبور معلوم اند که صلحاء و بزرگاں بوده اند و سیتلا و مسانی موهومِ محض اند وجودِ آںها معلوم نیست بلکه ظاهرًا خیال بندی ایں مردُم است۔

﴿۱۰﴾ دوئم ایں که سیتلا و مسانی برتقدیرِ وجودِ آںهاازقبیل ارواح خبیثه و شیاطین اند که کمربر ایذائے خلق بسته اند، ایںهارا بارواحِ طیبهٔ انبیاء و اولیاء چه مناسبت۔

﴿۱۱﴾ سوم آں که اِستِمداد ازاهلِ قبور بطریقِ دعا ست که ازجنابِ الٰهی عرض کرده مطلبِ ما رابرآرند۔ وپرستشِ ایں چیز هابنابر اِعتِقادِ اِستِقلال و قدرتِ اوست که کفر محض است۔

﴿ترجمہ﴾ ﴿۱﴾ اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان جگہوں سے آگاہ ہو جانا چاہیے، اُس وقت بفضلِ الٰہی جواب وسوال بخوبی واضح ہو جائے گا:

﴿۲﴾ اول یہ کہ مدد چاہنا اور بات ہے اور پرستش کرنا دوسری بات ہے، عوام المسلمین خلافِ حکمِ شرع اہلِ قبور سے مدد چاہتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے اور بُت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرکے یا طواف کرکے یا اس کا نام بطریقِ تقرُّب ورد کرے، یا ذبح جانور اس کے نام پر کرے، اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جاہل مسلمانوں میں سے جو شخص اہلِ قبور کے ساتھ یہ عمل کرے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

﴿۳﴾ سوم یہ کہ مدد چاہنا، اور عوام الناس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جنابِ الٰہی سے ہمارا فلاں مطلب طلب کریں، اسی قسم کی مدد زندہ و مردہ سے شرع میں جائز ہے۔

﴿۴﴾ دوم یہ کہ بالاستقلال جو چیز کہ خصوصیت جنابِ الٰہی سے رکھتی ہے مثلاً فرزند دینا یا بارش برسانا یا دفعِ امراض یا طولِ عمر اور مانند اس کے، بغیر اس کے کہ دعاء وسوال جنابِ الٰہی سے نیت میں منظور ہو کسی مخلوق سے درخواست کرے، یہ قسم حرامِ مطلق ہے، بلکہ کفر ہے، اگر کوئی

مسلمان اپنے مذہب کے اولیاء سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد چاہے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اس قسم کی مدد اپنے معبودانِ باطل سے چاہتے ہیں اور اس کو جائز شمار کرتے ہیں۔

﴿۵﴾ اور وہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم پیغمبروں اور ولیوں سے شفاعت چاہتے ہو، پس اس کلام میں بھی دھوکا اور فریب ہے، کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت کو نہیں جانتے نہ اپنے دل میں اس کا تصوّر کر سکتے ہیں۔

﴿۶﴾ پس شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں اور سفارش یہ ہے کہ کوئی غیر کے مطلب کو عرض و معروض کے ساتھ ادا کرے اور بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کرتے وقت اتنا نہیں سمجھتے اور نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل وعلا کے حضور میں کر دو اور ہمارا مطلب جنابِ باری تعالیٰ سے پورا کرا دو، بلکہ اپنے بتوں سے اپنے مطلب کی درخواست کرتے ہیں۔

﴿۷﴾ اور وہ جو کہا کہ جو کچھ تمہارا مطلب اہلِ قبور سے ہے اس قسم کا مقصد ہمارا کنہیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کو اپنے ان اجسام کے ساتھ جو قبروں میں مدفون ہیں ضرور تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ ان اجسام میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور بُت پرست معبودوں کی قبروں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے پتھر کی مورتیوں اور درختوں کو ایجاد کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ فلاں کی صورت ہے بغیر اس کے کہ ان کو ارواح سے تعلق ہو، اور اس خود ساختہ جھوٹے فیصلے کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالقِ اکبر اپنی رحمانیت کی راہ سے بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی امور کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں کی حاجتوں کو سمجھتا ہے اور اس کو دنیا کی زندگانی میں ان کی حاجت روائی منظور ہے، خواہ کسی طرف سے اِسْتِدعاء کریں ان کی مراد اُن کو دے دیتا ہے، جیسے کہ مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو سمجھتا ہے اور جب وہ خدمت گار اور دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ اس کو دے دیتا ہے، حالانکہ خدمت گار اور دایہ قدرت نہیں رکھتے یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہلِ قبور کا حال بھی موافق قاعدۂ اہلِ اسلام ہے۔

﴿۸﴾ اور وہ جو تحریر ہوا پس جب اہلِ قبور سے اِسْتِمداد ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟ پس فرق درمیان اِسْتِمدادِ اہلِ قبور اور پرستشِ سیتلا اور مسانی کے چند وجہ سے ہے:

﴿۹﴾ اوّل یہ کہ اہلِ قبور کے متعلق معلوم ہے کہ وہ صلحاء اور بزرگانِ دین ہوئے ہیں اور سیتلا و مسان موہوم محض ہیں ان کا وجود معلوم نہیں، بلکہ ظاہراً ان لوگوں کی خیال آرائی ہے۔

﴿۱۰﴾ دوم یہ کہ سیتلا و مسانی بالفرض اگر کوئی ہوں تو ارواحِ خبیث و شیاطین کے قبیل سے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کی ایذاء پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام کی ارواحِ طیبہ سے کیا نسبت؟

﴿۱۱﴾ سوم یہ کہ اہلِ قبور سے اِسْتِمداد بطریقِ دعا ہے کہ جنابِ الٰہی سے عرض کر کے ہمارا مطلب بر لائیں۔ اور ان چیزوں کی پرستش ان کے استقلال و قدرت اعتقاد کی بناء پر ہے جو کفر محض ہے۔

﴿۸﴾ اعتراض...... غیر اللہ سے حاجتیں مانگنا ناجائز ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء یا بت وغیر خود عاجز اور محتاج ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتے اور نہ

ہی ان کو کسی طرح کا اختیار ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ حج رکوع/۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یَآاَیُّهَاالنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِاجْتَمَعُوْالَهٗ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًالَّایَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾

﴿ترجمہ﴾ لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُس کو سنو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی اگرچہ اس کے لئے سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے، کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی، انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی کہ چاہئے تھی، بے شک اللہ زور آور اور زبردست ہے۔

جواب...... اس آیت کو توسُّل واستغاثہ کے عدمِ جواز سے دور کا بھی تعلق نہیں، انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِستمد اور بوبیتِ باری تعالیٰ کی نفی نہیں ہے، اور جوازِ اِستمداد کے لئے یہ بھی ضرور نہیں کہ غیر اللہ مکھی بنانے پر قادر ہو، مکھی نہ بنا سکنے کی حجت تو اس پر قائم ہو سکتی ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کو معاذ اللہ خالق ورازق سمجھے یہاں تو یہ اِعتقاد ہے کہ یہ حضرات اللہ کے بندے اور اس کے محبوب ومقرب ہیں ان کی دعاء وسفارش ہم گناہ گاروں کو نجات دلا سکتی ہے اور ہماری مراد پوری کرا سکتی ہے اور بس۔

﴿۹﴾ اعتراض...... اگر اِستعانت جائز ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کہنے پر:

اُذْکُرْنِیْ عِنْدَرَبِّکَ. (سورۂ یوسف)

میرا تذکرہ کیجئے اپنے آقا کے ہاں۔

کیوں سات برس تک اپنی حالت پر رکھا گیا۔

جواب...... یہ انبیاء علیہم السلام کے معاملات ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے اسی طرح ان کے کام بھی دوسروں کی نسبت فوقیت رکھتے ہیں، نبی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا کرے تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں، خصوصاً جب مُستَغاثٌ لَہٗ کافر ہو تو اس وقت لحاظ چاہے تاکہ کفار مطعون نہ کریں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہوتا تو یہ ہم سے کیوں اِستغاثہ کرتے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے:

وَفِی الْحَدِیْثِ رَحِمَ اللّٰهُ اَخِیْ یُوْسُفَ لَوْلَمْ یَقُلِ اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ لَمَالَبِثَ فِی السِّجْنِ سَبْعًا.

﴿ترجمہ﴾ اور حدیث شریف میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے بھائی یوسف پر اگر وہ یہ نہ کہتے کہ: اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (میرے متعلق اپنے آقا کو یاد دہانی کرا دینا) تو سات سال تک قید خانے میں نہ پڑے رہتے۔

اس موقع پر علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے گویا ہمارے معترض صاحب کی تسلی کر دی:

فَاِنَّ الْاِسْتِعَانَةَ بِالْمَخْلُوْقِ فِیْ دَفْعِ الضَّرِّ جَائِزٌ اِلَّا اَنَّهٗ لَمَّا کَانَ مَقَامُ یُوْسُفَ اَعْلَی الْمَقَامَاتِ وَرُتْبَتُهٗ اَشْرَفَ الْمَرَاتِبِ وَهِیَ مَنْصَبُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ لَاجَرَمَ صَارَ یُوْسُفُ مُؤَاخَذًا بِهٰذَا الْقَدْرِ فَاِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ

الْمُقَرَّبِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾ کیونکہ مخلوق کے ساتھ اِستِعانت دفعِ مصائب میں جائز ہے، مگر چونکہ یوسف علیہ السلام کا مقام تمام مقامات سے اعلیٰ اوران کا رتبہ تمام مراتب سے برتر تھا جو نبوت ورسالت کا منصب ہے اس لئے یوسف علیہ السلام پر اتنے سے قصور سے مواخذہ ہوا کیونکہ اَبرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے بمنزلہ گناہ ہیں۔

دیکھئے! معترض نے حضرت یوسف علیہ السلام کا اِستِعانت بغیر اللہ کے قابلِ عتاب ہونے سے کافہ خلق کے لئے اِستِعانت کے عدمِ جواز پر اِستِدلال کیا تھا تو علامہ خازن شافعی علیہ الرحمہ کے مذکورہ قول سے یہ جواب نکلتا ہے کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی خصوصیت تھی ورنہ عوام کے لئے اِستِعانت بخلق جائز ہے۔

﴿۱۰﴾ اعتراض...... چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہوسکتا اس لئے انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی پرستش کرنا اوران سے حاجتیں مانگنا ناجائز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ کہف رکوع/۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا.﴾

﴿ترجمہ﴾ تو کیا گمان کیا ہے کافروں نے کہ کارساز (حمایتی) بنالیا میرے بندوں کو میرے سوا (یہ کچھ نفع دے گا) ہم نے تیار کر رکھی ہے دوزخ کافروں کی مہمانی کے لئے۔

﴿جواب﴾ اول تو یہ آیت کفار کے باطل معبودوں کے حق میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا اس کو انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام پر چسپاں کرنا سراسر جہالت ہے، دوم اگر اس کو عام حکم سمجھ کر اِستِدلال کیا جائے تو بھی ان کو کوئی مسلمان حمایتی نہیں جانتا بلکہ ان سے توسُّل اور اِستِغاثہ کرتا ہے۔

﴿۱۱﴾ اعتراض...... بعض لوگ آیت:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾

سے استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا شرک ہے چہ جائے کہ مدد طلب کرنا؟

﴿جواب﴾ اس آیت سے یہ مطلب سمجھنا سراسر جہالت ہے، اس آیت کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے، اس میں توجہ بقصدِ عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِستِعانت بھی داخل ہوسکے، چنانچہ اس آیت کی تفسیر جلالین میں یوں لکھی ہے:

قَالُوْا لَهٗ مَاتَعْبُدُ؟ قَالَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ قَصَدْتُ بِعِبَادَتِیْ.

﴿ترجمہ﴾ کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم کس کو پوجتے ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے آسمان وزمین بنائے۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کرکے باتیں کرنا بھی شرک ہو، حتیٰ کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بھی

شرک ہو، کیونکہ قبلہ بھی غیر خدا ہے، خدا نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم:

﴿حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ شَطۡرَهٗ﴾

﴿ترجمہ﴾ جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

(معاذ اللہ) شرک ٹھہرے۔

﴿۱۲﴾ اعتراض...... اللہ تعالیٰ سورۂ آلِ عمران رکوع/۱۳ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡهِمۡ اَوۡ یُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ﴾

﴿ترجمہ﴾ تیرا اختیار اس کام میں کچھ نہیں، چاہے ان کو اللہ توبہ نصیب کرے یا ان کو سزا دے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے، پس جب اختیار نہ ہوا تو توسُّل بھی ناجائز ہوا؟

﴿جواب﴾ اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے چنانچہ:

﴿۱﴾ بعض کہتے ہیں کہ ماہِ صفر ہجری/۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قراء سے تھے بامارت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیرِ معونہ کی طرف بھیجا تاکہ ان لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم کریں اور علم سکھائیں، عامر بن طفیل نے سب کو شہید کیا، اس حادثہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا رنج ہوا، ایک مہینے تک ہر نماز میں آپ نے دعائے قنوت پڑھی اور اُس قبیلے پر لعنت فرماتے رہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿۲﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں زخم پہنچا جس سے خون جاری ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیونکر ایسی قوم کو فلاح ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اور اپنے نبی کے دانت کو توڑا'' اور آپ نے کفار کے لئے بددعا کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ان دونوں صورتوں میں اس آیت کے توسُّل واستغاثہ کی کسی قسم کی نفی نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس آیت میں بددعا کی ممانعت ہے نہ جوازِ توسُّل واستغاثہ کی۔

﴿۱۳﴾ اعتراض......

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ کُنۡتُ خَلۡفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَوۡمًا فَقَالَ یَاغُلَامُ اِنِّیۡ اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ اِحۡفَظِ اللّٰهَ یَحۡفَظۡکَ، اِحۡفَظِ اللّٰهَ تَجِدۡهُ تُجَاهَکَ وَاِذَا سَئَلۡتَ فَاسۡئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسۡتَعَنۡتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰهِ وَاعۡلَمۡ اَنَّ الۡاُمَّةَ لَوِ اجۡتَمَعَتۡ عَلٰی اَنۡ یَّنۡفَعُوۡکَ بِشَیۡءٍ لَمۡ یَنۡفَعُوۡکَ اِلَّا بِشَیۡءٍ کَتَبَ اللّٰهُ لَکَ وَاِنِ اجۡتَمَعُوۡا عَلٰی

اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّابِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ (رَوَاهُ تِرْمِذِیٌّ) [1]

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! یادرکھ اللہ تعالیٰ کو، تو وہ تجھ کو یادرکھے گا، یادرکھ اللہ کو کہ تو اس کو اپنے رُوبرُو پائے گا، اور جب تو کچھ مانگنا چاہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور جب مدد چاہے تو اللہ سے چاہ، اور یادرکھ کہ اگر سب لوگ اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ کچھ فائدہ پہنچائیں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا کہ اللہ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے، اور اگر اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر وہی کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تجھ پر، اٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے اِستغاثہ کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث شریف توکُّل پر مبنی ہے، توکُّل کی شان یہی ہے کہ تمامی اسباب سے قطع نظر کر کے خدا ہی کا ہو رہے، توکُّل کہتے ہیں اعتمادِ قلب کو جو اللہ تعالیٰ پر پورے طور سے ہو جس سے قلب میں اِضطِراب کا نام نہ ہو، متوکّلین کے مراتب ہیں بعض:

کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِالْغَسَّالِ (یعنی مثل میت کے ہوتے ہیں۔)

غسل دینے والا مردے کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا ہے مگر مردہ کسی طرح غسل دینے والے سے معترِض نہیں ہوتا، اسی طرح متوکّلین ہر امر میں صابر و شاکر رہتے ہیں جو امر مشیت سے صادِر ہوتا ہے اس پر شکایت نہیں کرتے، بعض کا حال غلام کا سا ہوتا ہے کہ وہ جس طرح اپنے مولا کے مال میں بجز حکم کے دست اندازی نہیں کرتا یہ بھی بجز حکمِ خداوندی کسی کام میں اپنے آپ کو دخیل نہیں سمجھتے، بعض کا حال بیٹے کا سا ہوتا ہے کہ وہ باپ کی اجازت لے کر مال میں ہاتھ لگاتا ہے، یہ بھی ہر کام میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے محتاج خیال کرتے ہیں، بعض کا حال وکیل کا سا ہوتا ہے کہ وہ بجز اجازتِ موکّل کے مال میں تصرُّف نہیں کر سکتے، اسی طرح یہ بھی بجز اجازتِ باری تعالیٰ کے کسی کام میں تصرُّف جائز نہیں سمجھتے۔

جو توکُّل کہ مشروع ہے اس میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ حدِ مشروع سے بڑھ نہ جائے، توکُّل اسی قدر چاہئے جس کی شارع نے اجازت دی ہے، اگر کوئی شخص بھوکا ہو تو اسے یہ خیال کرنا نہ چاہئے کہ کھانا خلافِ توکُّل ہے، اگر وہ سمجھے گا تو بے شک شرع کے خلاف ہوگا، توکُّلِ حقیقی کسی انسان سے ہو نہیں سکتا جو شخص عالمِ اسباب میں موجود ہے وہ خواہ مخواہ کسی چیز کا محتاج ہوگا، کوئی شخص جب تک محتاج الیہ کو حاصل نہ کرے زندہ نہیں رہ سکتا، البتہ توکُّلِ حقیقی معدومات کی شاخ ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلتَّوَکُّلُ مَشْرُوْعٌ فَیَنَالُ الْحَدُّ الْمَشْرُوْعُ مِنْهُ، وَالتَّوَکُّلُ الْحَقِیْقِیُّ غَیْرُوَاقِعٍ مِّنَ الْکَوْنِ فِیْ حَالِ وُجُوْدِهٖ. [2]

﴿ترجمہ﴾ توکُّل مشروع ہے، پھر جس قدر مشروع ہے وہیں تک توکُّل کرنا چاہئے اور توکُّلِ حقیقی انسان سے جب تک وہ موجود ہے

---

[1] ترمذی، رقم الحدیث/۲۵۱۶۔

[2] فتوحاتِ مکیہ، جلد/۲، صفحہ/۲۰۱، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

پایا نہیں جاتا۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ معدومات محض میں بھی توکلِ حقیقی نہیں پایا جاتا اس لئے کہ توکل اعتقادِ قلبی کو کہتے ہیں اور معدومات میں قلب نہیں ہوتا۔ اس حدیث شریف سے نفسِ اِستِعانت کی ممانعت نہیں پائی جاتی، کیونکہ توکل کا مقتضٰی یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ مانگا جائے۔

اگر عالمِ اسباب میں غیر متوکلین آپس میں اِستِعانت وتوکل کو چھوڑ دیں تو دنیا کا کام بند ہو جائے، لڑکا بھوک سے تڑپتا رہے مگر ماں دودھ نہ پلائے، آدمی بھوک سے بے چین ہو مگر کھانا نہ کھائے، علیل کی بیماری سے حالت نازک ہو مگر دوا نہ کرے، حج کا عزم ہو مگر جہاز پر سوار نہ ہو، رسی ڈول کے ذریعے کنوئیں سے پانی نہ نکالے پس جس طرح یہ جائز ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام سے اِستمداد واِستِعانت جائز ہے۔

یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کہ عدمِ توکل سے اکثر اوقات شرک فِی التصرُّف لازم آتا ہے، ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ توکل عمدہ چیز ہے جس کا ثواب خاص متوکل کو ملتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لَوْ اَنَّکُمْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

﴿ترجمہ﴾ اگر اللہ تعالیٰ پر تم لوگ اچھی طرح توکل کرتے تو وہ تم لوگوں کو چڑیوں کی سی روزی دیتا صبح کو وہ بھوکے رہتے ہیں شام کو سیر ہوتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں ایسے متوکل شاید ایک دو نکلیں تو نکلیں، نہیں تو اکثر اشخاص کی نظر عالمِ اسباب پر ہے، کوئی نوکری سے اوقات بسر کرتا ہے، کوئی تجارت سے فائدہ اٹھاتا ہے، کوئی زراعت سے غلہ فراہم کرتا ہے، اس سے مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا۔

اگر عدمِ توکل سے شرک فی التصرُّف ناشی ہونا تسلیم کیا جائے تو یہ آیت:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی.﴾

﴿ترجمہ﴾ نیکی اور پرہیز پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

کے منافی ہے، اس لئے کہ اگر اِستِعانت شرک ہے تو پھر اعانت کا حکم کیوں ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے:

﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ.﴾

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اَللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَادَامَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ.

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الْاٰخِرَةِ.

﴿ترجمہ﴾ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْخُذْهُ النَّوْمُ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ وَكَانَ يَطْلُبُ مَنْ يَّحْرُسُهٗ حَتّٰى جَاءَ سَعْدٌ فَسَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ. (کشّاف)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات نیند نہ آئی اور ایسے شخص کو ڈھونڈتے جو پہرہ دے، پھر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہرہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام سے سوئے، آپ کے سینے کی آواز ہم نے سنی۔ (کشاف)

اگر امورِ غیر اختیاریہ میں اِستِعانت سے بدرجۂ اولیٰ شرک فی التصرُّف لازم آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھے کو اِستِعانت کا طریقہ کیوں سکھلاتے، حالانکہ آپ نے توکُّل کا مضمون اس کو پہلے سمجھا دیا تھا۔

﴿۱۴﴾ اعتراض...... حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عُبَادَةَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُوْمُوْا نَسْتَغِيْثُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَايُسْتَغَاثُ بِيْ بَلْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. (طبرانی، معجم کبیر)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اٹھو ہم اس منافق کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فریاد کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس فریاد نہیں کی جاتی ہے بلکہ اللہ عز وجل کی درگاہ میں۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِستِغاثہ مجھ سے نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِستِغاثہ بغیر اللہ ناجائز ہے۔

﴿جوابِ اول﴾ اس حدیث کی اسناد میں عبداللہ بن لیعہ ہے وہ مجروح ہے اس لئے قابلِ حجت نہیں ہے۔

﴿جواب دوم﴾ جب منافقین پر مسلمان کے احکام نافذ ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ او مان کے ساتھی ایک منافق کی نسبت یہ چاہتے تھے کہ یہ قتل کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ اس مقدمے میں ہمارا کیا اختیار ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم یونہی ہے، تم اللہ تعالیٰ سے اِستِغاثہ کرو، اس صورت میں لَایُسْتَغَاثُ بِیْ کے معنی لَایُسْتَغَاثُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ ہے۔

﴿جوابِ سوم﴾ یہ حقیقت پر مبنی ہے، اس لئے فی الواقعہ اصل مستغاث اللہ تعالیٰ ہے احادیث میں اکثر حقیقتِ امر کا بیان ہوتا ہے اور قرآنِ مجید میں اضافتِ فعل کی مکتسب کی طرف ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لَمْ يُدْخِلْ اَحَدًا مِنْكُمُ الْجَنَّةَ عَمَلُهٗ.

﴿ترجمہ﴾تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کر سکے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سورۂ نمل رکوع/۴ میں فرماتا ہے:

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

﴿ترجمہ﴾تم لوگ اپنے عملوں کی بدولت داخلِ جنت ہو جاؤ۔

اگر نفسِ استغاثہ نامشروع ہوتا تو امام یا قاضی کے تقرّر کی ضرورت کیوں ہوتی، حدود وتعزیرات کے احکام قرآنِ مجید یا احادیثِ شریفہ میں کیوں بیان کئے جاتے۔

﴿۱۵﴾اعتراض......اللہ تعالیٰ سورہ یونس رکوع/۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں، کہہ دے کیا تم اللہ کو جتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا کہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام زمین وآسمان میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو مانا جائے اور پکارا جائے جس سے کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی سفارش اللہ کے اختیار میں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر پکارے تو وہ مشرک ہے؟

﴿جواب﴾ انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کی سفارش بے شک اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، مگر اس سے پکارنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اجازت پائی جاتی ہے کہ اس صورت میں ان کو پکارنا چاہئے کہ وہ سفارش کر سکیں، اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اسے ایسی دوا کا استعمال کرنا چاہئے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مرض کا دافع بنایا ہے تاکہ اس کے استعمال سے وہ اپنی تاثیر دکھائے مرض دوا کی تاثیر سے زائل ہو، مریض کو یہ نہ چاہئے کہ اس خیال سے دوا چھوڑ دے کہ اس کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کھانے پانی کا بھی یہی حال ہے، بھوکے پیاسے پر لازم ہے کہ بھوک پیاس کی حالت میں کھانا کھائے، پانی پئے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے جس طرح ضرورت میں دوا کا استعمال کیا جاتا ہے، کھانا کھاتے اور پانی پیتے ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام واولیاءِ کرام کو پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۂ مریم رکوع/۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا.﴾

﴿ترجمہ﴾ وہ (گناہ گار) نہ اختیار رکھیں گے سفارش کا مگر ہاں جس نے رحمان سے قرار لیا ہے۔

عہد کہتے ہیں کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو، تو مطلب یہ ہوا کہ سوائے مومنوں کے کوئی شفاعت کا مالک نہ ہوگا، پس شفاعت کا مومن سے طلب کرنا اسی طور سے جائز ہوگا جیسے مالدار سے مال کا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ لَایَمْلِکُ غَیْرُھُمْ اَنْ یَّشْفَعُوْا لَھُمْ دَلَّتِ الْاٰیَةُ عَلٰی حُصُوْلِ الشَّفَاعَةِ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ.

﴿ترجمہ﴾ یعنی سوائے مومنین کے کوئی شخص ان کی شفاعت نہیں کر سکتا اس آیت سے یہ بات بھی سمجھی گئی کہ اہلِ کبائر کے لئے شفاعت ہوگی۔

﴿۱۶﴾ اعتراض...... بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیدائش سے پہلے شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں، لہٰذا توسُّل و تشفُّع کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ خود شفاعت فرما سکتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تبوسُّل آپ کے قبل خلقت کے اسی طرح صحیح ہے جیسے بعد خلقت کے، کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تبوسُّل ایسے شخص کے جائز ہے جس کی نسبت یہ یقین کیا جاتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عالی مرتبہ رکھتا ہے عادتِ مستمرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا مرتبہ کسی کے نزدیک ایسا ہو کہ اس کی شفاعت مقبول ہوتی ہو تو اس کی غیبت میں اگر اس کا توسُّل کیا جاتا ہے تو بلحاظ اس کی وقعت وعزت کے شفاعت مقبول ہوتی ہے گو وہ شخص اُس وقت نہ خود حاضر ہوا اور نہ اس وقت شفاعت کرتا ہو، تا آں کہ کبھی محبوب کا ذکر، یا کسی عظیم امر کا ذکر، کبھی اعمالِ صالحہ کا ذکر باعثِ شفاعت ہوتا ہے۔

ادعیہ ماثورہ میں ہے:

اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ لَّکَ وَاَسْئَلُکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی وَاَسْئَلُکَ بِاَنْتَ اللّٰهُ عَنْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَبِکَ مِنْکَ.

﴿ترجمہ﴾ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تبوسُّل تیرے ہر اسم کے، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بتوسُّل تیرے اسمائے حسنٰی کے، اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ تو اللہ ہے، اور میں تیری خوشنودی کے وسیلے سے تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عفو کے وسیلے سے تیرے عذاب سے اور تیرے وسیلے سے تجھ سے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

مَوطِنِ اوّل کہ توسُّل بروحِ مقدسِ اوست پیش از لُبسِ خلعتِ جسمانیت مخصوص به جنابِ اوست وهیچ یکے را از انبیاء واولیاء دریں منقبتِ عظمٰی باوے مشارکتے و مُساهمتے نیست وعدمِ ورودِ نص درغیرِ آں حضرت دریں باب کافی است۔

﴿ترجمہ﴾ پہلا مقام کہ آپ کی روح مقدس سے اس کے خلعتِ جسمانیت پہننے سے پہلے توسُّل کیا جاتا ہے، وہ مخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ ہے اور کوئی نبی، ولی اس منقبتِ عُظمیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک وشامل نہیں ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کے حق میں نص وارد نہ ہونا اس بارہ میں کافی ہے۔

﴿۱۷﴾ اعتراض......

عَنْ جُبَيْرِبْنِ مُطْعَمٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَضَاعَتِ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّانَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَمَازَالَ يُسَبِّحُ مَتٰى عُرِفَ ذَالِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَايُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَانُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذَالِكَ وَ يْحَكَ اَتَدْرِىْ مَااللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گنوار آیا اور کہنے لگا کہ جانیں سختی میں پڑ گئیں اور کنبے بھوکے مرتے ہیں اور مویشی مر گئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش مانگئے، کیونکہ ہم اللہ کے پاس تمہاری سفارش چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، یعنی پاک ہے اللہ، پاک ہے اللہ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہے کہ اس کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں سے معلوم ہونے لگا، پھر فرمایا: کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا، اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے، کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ؟ بے شک اس کا تخت (عرش) اُس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور اپنی انگلیوں سے بتلایا کہ قبہ کی طرح، اور بے شک وہ اس سے چڑ چڑ بولتا ہے جیسے اونٹ کا کجاوہ سوار کے بوجھ سے بولے۔

یعنی تمام زمین وآسمان کو اس کا عرش مجید گنبد کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑ چڑ بولتا ہے، سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی عظمت اور بڑائی بیان کرے اور اس کے ذمہ کسی کام کا مختار بن کے سفارش کرے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ بارگاہِ حق میں کسی سفارشی کی سفارش نہیں چلتی۔

﴿جواب﴾ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی نبی، ولی شفاعت نہیں کر سکتا، بلکہ اس میں صرف اس بات کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ خود کسی نبی ومرسل کے پاس سفارش کرے، اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَايَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ۔

اے احمق! اللہ کو کسی بندے کی طرف سفارش کے لئے نہیں لے جاتے۔

اس کی شان اس سے کہیں برتر ہے، اسی بناء پر آگے اللہ تعالیٰ کی برتری و بزرگی کا نقشہ کھینچ کر دکھایا، پس اس حدیث شریف میں شفاعت کے جواز کی نفی نہیں بلکہ اعرابی کی غلط فہمی کو جو اس کو خداوند تعالیٰ کی عظمت کے متعلق تھی رفع فرمایا ہے۔ طیبی میں ہے:

مَنَعَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّسْتَشْفَعَ بِاللّٰہِ عَلٰی اَحَدٍ.

﴿ترجمہ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی نفی کی کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی طرف سفارشی بنایا جائے۔

﴿۱۸﴾ اعتراض......

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَہٗ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَابَنِیْ کَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اَوْ قَالَ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّیَابَنِیْ مُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّیَابَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّیَابَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّیَابَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّیَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَّالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا. (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَالْمُسْلِمُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (کہ ڈراتو اپنی برادری کو جو تجھ سے رشتہ رکھتے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو پکارا اکٹھا بھی اور جدا جدا بھی، پھر فرمایا: اے بنی کعب بن لوی! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں کچھ نہیں اختیار رکھتا اللہ کے ہاں، یا یوں فرمایا: کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام آنے کا نہیں۔ اور اے بنی عبد شمس! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی عبد مناف! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی ہاشم! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا، اور اے بنی عبد المطلب! تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے فاطمہ! تو اپنی جان کو آگ سے بچا، مجھ سے جتنا چاہے مانگ لے میرا مال میں تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا اللہ کے ہاں، یعنی میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو بخل نہیں ہے، رہا اللہ کا معاملہ وہ میرے اختیار سے باہر ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی فقط قرابت اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی، جب تک معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث انکار توسّل اور تشفّع کی دلیل نہیں ہوسکتی، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کفر و شرک سے بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کرکے فرمایا:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ﴾ (سورۃ شعراء رکوع ۱۱/)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکاریں ورنہ آپ عذاب پانے والوں سے ہوں گے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرک وکفر کا صدور محالات سے تھا، پھر اس آیت سے اصل مقصود کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ تمام مُکلّفین اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ شرک بہت بڑی چیز ہے اس سے بچنا چاہئے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع کئے گئے ہیں جن سے شرک کا صدور محال تھا تو دوسرے لوگوں کو اس سے بچنے کی کس قدر ممانعت ہوگی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلِ قرابت سے ایک ایک کو پکار کے سمجھایا کہ تم لوگ شرک وکفر سے بچو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، ہماری قرابت پر بھروسہ نہ کرو ہم اُس عذاب کو تم لوگوں سے دفع نہیں کرسکتے جن سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق ہوگا۔

جب آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہوا تو اس سے یہ امر کہاں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی شفاعت قیامت کے دن نہ کریں گے یا توسُّل واِستِغاثہ آپ سے یا کسی نبی یا کسی ولی سے ممنوع یا حرام ہے۔

﴿۱۹﴾ اعتراض...... صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّامِنْ ثَلٰثٍ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْعِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْلَہٗ.

﴿ترجمہ﴾ جب آدمی مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے لیکن تین آدمیوں کا عمل منقطع نہیں ہوتا، ایک تو ایسے شخص کا جس نے صدقہ جاریہ دیا ہو، دوسرے ایسے عالم کا جس نے دین کی کتاب تصنیف کی ہو، یا شاگردوں کو دین کی کتابیں پڑھائی ہوں، تیسرے ایسے باپ کا جس نے نیک بیٹا چھوڑا ہو اور وہ بیٹا اپنے باپ کے لئے دعا کرتا ہو۔

غرضیکہ کوئی ایسا کام کیا ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں دین کے کاموں میں یا دنیا کے نیک کاموں میں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اموات کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، وہ اپنے لئے نفع وضرر کے مالک نہیں ہوتے تو مستغیث کو کیونکر نفع پہنچائیں گے؟

﴿جواب﴾ یہ اِستِدلال سراسر غلط ہے، کیونکہ حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ موت کے بعد بعض اعمال جن پر ثواب کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں ان کے ثمرات منقطع ہوجاتے ہیں، بعض اعمال کے ثواب منقطع نہیں ہوتے، روزہ، نماز اور حج یہ ایسے اعمال ہیں کہ ان کے ثمرات منقطع ہوجاتے ہیں، یعنی جب آدمی مرجاتا ہے تو ان کا ثواب ملتا ہے مگر ثواب کی تجدید نہیں ہوتی، اور نہ اس میں نمو ہوتا ہے، جیسے ان امورِ ثلاثہ میں تجدید ہوتی رہتی ہے، اس لئے کہ وہ شخص ان اشیاءِ ثلاثہ کا سبب تھا۔ (شرح مسلم از امام نووی)

﴿۲۰﴾ اعتراض......

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل رکوع/۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَایَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَایَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

يُبْعَثُوْنَ﴾

﴿ترجمہ﴾ اور خدا کے سوا جن بتوں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں، مردے ہیں جن میں جان نہیں اور اتنی بھی خبر نہیں کہ کب اُٹھ کھڑے کئے جائیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ بزرگوں سے حاجتیں مانگنی نہیں چاہیں کیونکہ وہ خود اپنے مرنے جینے میں کسی اور کے محتاج ہیں لہٰذا وہ دوسرے کی کیا مدد کریں گے؟

﴿جواب﴾ جوازِ توسُّل و اِستِغاثہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ مستغاث منہ اپنے جینے مرنے پر خود قادر ہو اور نہ اس قسم کی درماندگی مانعِ شفاعت ہو سکتی ہے۔ اگر یَدْعُوْنَ کے معنی یَعْبُدُوْنَ ہیں تو اس آیت کا مَانَحْنُ فِیْہ سے تعلق نہ رہا، ہاں اگر یَدْعُوْنَ کے حقیقی معنی لئے جائیں تو مقصود یہی ہوگا کہ مستغاث منہ کو معبود و حاجت روا سمجھ کے پکارنا نامشروع ہے، یہ صورت توسُّل اور اِستِغاثہ کی نہیں ہے، اگر فرض کر لیا جائے کہ اس آیت میں بتوں سے توسُّل و اِستِغاثہ کی نامشروعیت بیان کی گئی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک بتوں سے توسُّل و اِستِغاثہ نامشروع ہے مگر انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام سے جائز ہے، جیسا کہ [illegible] نا شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے۔ واقعی انبیاء علیہم السلام و اولیاءِ کرام کا ایسا پایہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں شفاعت کر سکتے ہیں۔

استعانت کا صحیح مفہوم:

آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں اِستِعانتِ حقیقی کا اللہ تعالیٰ میں حصر ہے نہ مطلق کا۔ اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود و ہستی کی خاص بجناب باری تعالیٰ ہے۔ استعانتِ حقیقیہ یہ ہے کہ اُسے قادر بالذات و مالک مستقل غنی اور بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیرِ خدا کے ساتھ اِعتِقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے، بلکہ واسطہ وصولِ فیض، ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتا ہے اور یہ بالکل حق ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾

یعنی اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر اس حصرِ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ہرگز منافی نہیں۔ جس طرح وجودِ حقیقی کو خود اپنی ذات سے بغیر کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجنابِ الٰہی ہے۔ اسی طرح اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی وجودِ حقیقی مراد نہ لی جائے۔

یونہی علمِ حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیمِ حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت بدیگرے القائے علم کرے اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا اور اس سے طلبِ علم کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔

بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے پھر جس طرح عالمِ حیات میں اُن سے اِستمداد منہی عنہ نہ تھا مرنے کے بعد بھی ناجائز نہ ہوگا، بلکہ اس حالت میں بدرجہ اولیٰ درست سمجھا جائے گا۔امام ربانی مجدد الفِ ثانی مکتوبات کی دوسری جلد مکتوب/ ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

ہر گاہ جنیاں رابتقدیر اللّٰہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکِل باشکال گشتہ اعمالِ غریبہ بوقوع آرند، ارواحِ کُمَّل راہ گر ایں قدرت عطاء فرمایند چہ محلِّ تعجب است و چہ احتیاج ببدنِ دیگر، ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء نقل مے کنند کہ دریک آن در امکنۂ متعدد حاضر مے گردند و افعالِ متباینہ بوقوع مے آرند ایں جانیز لطائفِ ایشاں متجَسِّد باجسادِ مختلفہ اند ومتشکل باشکالِ متباینہ مے گردند الخ۔

﴿ترجمہ﴾ جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں اور مختلف جسموں میں مجسم ہو جاتے ہیں، اُس وقت ان سے اعمالِ عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں، ان میں کوئی تنسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب وغریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت اللہ تعالیٰ بخش دے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ اسی قسم کی وہ حکایتیں ہیں جو بعض اولیاءِ کرام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسّد ہو کر مختلف شکلوں میں متشکّل ہو جاتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ اعتراض...... اللہ تعالیٰ سورۂ مریم کے چھٹے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا، لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا، وَكُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَرْدًا﴾

﴿ترجمہ﴾ جتنی مخلوق آسمان اور زمین میں ہے سبھی رحمٰن کے حضور میں حاضر ہوگی غلام (عبد) بن کر اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے آئے گا قیامت کے دن تن تنہا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کے متعلق تن تنہا حاضر ہو کر جواب دہ ہونا پڑے گا کوئی شفیع، مستغاث منہ اس کے ساتھ نہ ہوگا، پس کسی سے استغاثہ و اِستمداد اور تشفُّع وتوسُّل کرنا کیا مفید ہوگا؟

﴿جواب﴾ اس آیت میں اِستغاثہ و تشفُّع وتوسُّل کے غیر مفید ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ہے، فَرْدًا سے یہ مراد نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی شفیع نہ ہوگا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں خواہ کیسی ہی املاک واشیاء اور مال ودولت کا مالک تھا مگر وہاں خالی ٹھالی اور سب اشیاء سے تہی دست پیش ہوگا۔ چنانچہ علامہ خازن فَرْدًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَیْ وَحِیْدًا لَّیْسَ مَعَهٗ مِنْ اَحْوَالِ الدُّنْیَا شَیْءٌ.

﴿ترجمہ﴾ اکیلا یعنی جس کے ساتھ دنیا کے احوال سے کوئی چیز نہ ہوگی۔

قبور کے متعلق متفرق مسائل

عرس [1] ...... ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی قوم کے پیشوا و مقتدا کو اگر کسی بڑی مہم یا غم سے نجات ملے یا کسی طرح کا کوئی بڑا اعزاز حاصل ہو تو اس کی قوم کے لوگ، اُس کے احباب اور عزیز و اقارب، اُس کے معتقدین کو بڑی خوشی ہوتی ہے وہ مبارک باد دیتے ہیں، اس کی دعوتیں کرتے اور وہ دن بطورِ یادگار کے خیال کیا جاتا ہے اور جب وہ زمانہ آتا ہے تو وہ باتیں یاد پڑ جاتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

''کہ یہود بوجہءِ خوشی نجاتِ موسیٰ علیہ السلام اور غرقِ فرعون عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ:

نَحۡنُ اَحَقُّ بِمُوۡسٰی.

یعنی ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ حقدار ہیں۔

اور اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حکم فرمایا۔

اسی طرح مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور بزرگانِ دین کے وصال جو ظاہری اعتبار سے ایک دردناک اور سخت صدمہ دینے والی مصیبت ہے لیکن بایں اعتبار کہ انہیں آج محبوبِ حقیقی کا وصل نصیب ہوا، ذات کا غمِ ہجر دور ہوا اور لقائے محبوب کا شرف اور اعزاز حاصل ہوا، اُن بزرگوں کے متوسّلین مستفیضین اور محبین کو عجب خوشی اور مسرت ہوتی ہے اور جب وہ زمانہ اور وہ دن آتا ہے تو انہیں وہ بزرگ یاد آجاتے ہیں اور شرعی حدِ جواز کے اندر خوشیاں مناتے ہیں، تلاوتِ قرآن اور کھانا کھلانا وغیرہ کا ثواب ان کی روح پاک کو ہدیہ کرتے ہیں جو ان کے لئے بمنزلہ مبارک باد و دعوت کے ہے۔

عرس کا جواز احادیث سے:

عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاۡتِیۡ قُبُوۡرَ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ حَوۡلٍ فَیَقُوۡلُ:

﴿سَلَامٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ﴾ وَالۡخُلَفَاءُ الۡاَرۡبَعَةُ ھٰکَذَا یَفۡعَلُوۡنَ.

﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر تشریف لے جاتے، پھر کہتے: سَلَامٌ عَلَیۡکُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَی الدَّارِ سلامتی ہو تم پر بعوض اس کے جو تم نے صبر کیا پس اچھا

---

[1] عُرس کے لغوی معنی شادی کی ضیافت اور جشنِ عروسی کے ہیں، اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی بزرگ کے وصال کے روز قرآنِ مجید پڑھ کر یا طعام و شیرینی غرباء اور مساکین میں تقسیم کر کے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔

ہوا آخری ٹھکانا اور چاروں خلفاء بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور چاروں صحابہ کرام کا ہر سال شہیدوں کی قبروں پر جانا ثابت ہوا جو عرس کی اصل ہے۔

عرس کے جواز میں علمائے محدّثین کے فتاوے:

اب عقلِ سلیم والوں کے لئے ہندوستان کے مشہور و معروف محدثین کے فتوے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس مسئلہ کے جواز کے متعلق شک و شبہ نہ رہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب همعات میں تحریر فرماتے ہیں:

ازیں جاست حفظِ أعراسِ مشائخ و مواظبتِ زیارتِ قبورِ ایشاں والتزامِ فاتحه خواندن وصدقه دادن برائے میت و اعتنائے تمام کردن بتعظیم۔

﴿ترجمہ﴾ اسی پر مبنی ہے مشائخ کے ایامِ عرس کی حفاظت کرنا اوران کی زیارتِ قبور کے پابند رہنا، اور میت کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کو لازم سمجھنا اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔

شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ دہلوی کا فتویٰ:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مَاثَبَتَ بِالسُّنَّة میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّمَاهُوَمِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾ عرس متاخرین کے نزدیک بہتر اور نیک ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عرس کے متعلق فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

رفتن برقبور هر سالے یک روز معین کرده سه صورت است: اول ...... آں که یک روز معین نموده یک شخص یا دو شخص بغیر هیئتِ اجتماعیه مردماں بر قبور محض بنابر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روایات ثابت است۔ ودر تفسیر در مُنثور نقل نموده که برسرِ سال آنحضرت صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بر مقابر مے رفتند بدعا برائے مغفرتِ اهل قبور مے نموده، ایں قدر ثابت ومستحب است۔

دوم...... آں که بهیئتِ اِجتِمَاعیه مردمانِ کثیر جمع شوند و ختمِ کلام اللّٰه گفتند و فاتحه

برشیرینی یاطعام نموده تقسیم درمیانِ حاضراں نمایند ایں قسم معمول به زمانه پیغمبرِ خدا و خلفائے راشدین نبود، اگر کسے ایں طور بکند باك نیست، زیرا که دریں قسم قبح نیست بلکه فائدهٔ اَحیاء واَموات را حاصل مے شود۔

سوم...... طور جمع شدن برقبور ایں ست که مردماں یک روز معین نموده و لباس هائے فاخره ونفیس پوشیده مثل روزِ عید شادماں شده برقبرها جمع مے شوند و رقص و مزامیر و دیگر بدعاتِ ممنوعه مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبور مے نمایند ایں قسم حرام و ممنوع ست بلکه بعض بحدِ کفر مے رسند وهمیں ست محلِّ ایں دوحدیث :

وَلَاتَجْعَلُوْاقَبْرِیْ عِیْدًا. چنانچه در مشکوٰة شریف موجود ست :

وَاَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًایُعْبَدُ. ایں هم در مشکوٰة ست۔

﴿ترجمہ﴾ سال میں کوئی ایک دن مقرر کر لینا اس غرض سے کہ خاص اسی دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جائے اس کی تین صورتیں ہیں:

اول...... یہ کہ کوئی ایک دن مقرر کریں اور اس دن صرف ایک ایک شخص یا دو دو شخص کر کے جا کر قبر کی زیارت کر آئیں مگر زیادہ آدمی ایک ہی دفعہ بہ ہیئتِ اجتماعیہ نہ جائیں تو اس قدر روایت سے ثابت و مستحب ہے، چنانچہ تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ ہر شروع سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابر میں تشریف لے جاتے تھے اور دُعاء اہلِ قبور کی مغفرت کے واسطے کرتے تھے، اس قدر ثابت ہے اور مستحب ہے۔

دوسری......صورت یہ ہے کہ بہ ہیئتِ اجتماعیہ مردمانِ کثیر جمع ہوں اور ختمِ قرآن شریف کریں اور شیریں یا کھانا پر فاتحہ پڑھیں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں، ایسا معمول زمانہء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین میں نہ تھا، لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ اس میں اَحیاء و اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

تیسری......صورت یہ ہے کہ لوگ کوئی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں اور اس دن لباس ہائے فاخرہ اور نفیس پہن کر عید کی مانند بخوشی وخرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص و مزامیر اور دیگر بدعاتِ ممنوعہ کرتے ہیں مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے، بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہی مراد ان حدیثوں سے ہے:

''کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری قبر کو عید نہ بنا لینا''

اور یہی مشکوٰۃ شریف میں ہے یعنی:

اور آپ نے دعا کی ''کہ اے میرے پروردگار! نہ بنا دینا میری قبر کو بت کہ اس کی پرستش کی جائے۔

اس فتوے سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

اول......شاہ صاحب نے تعیُّنِ عرس کی اصلیت حدیث شریف سے بہم پہنچائی۔

دوم......قبورِ صالحین کی زیارت موجب برکت ہے۔

سوم......قدیم سے حاسد لوگ اختراء باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض وواجب جان رکھا ہے، چنانچہ شاہ صاحب کے فتوے سے ثابت ہے کہ یہ طعن جہالت پر مبنی ہے۔

چہارم......ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآنِ مجید اور دعا اور تقسیمِ شیرینی اور طعام کا تقسیم کرنا بُرا نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

عرس پر اجتماع کا فائدہ:

عرس پر مسلمانوں کا کثرت سے جمع ہونا بڑا مفید ہے، چنانچہ ہر شخص تلاوتِ قرآنِ مجید کرتا ہے اور دیگر ذکر اذکار میں مشغول ہوتا ہے جس سے پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس بزرگ کی روح کو بھی ثواب بکثرت پہنچتا ہے جو باعثِ فیضان ہے، اخوانِ طریقت اور پیر بھائیوں سے ملاقات ہوگی جو باعثِ خوشی موجب از دیادِ محبت اور سبب تزایدِ برکات ہے، مشائخ طریقت اور اہل اللہ سے شرفِ نیاز حاصل ہوتا ہے اور طالبین کو فیوض و برکات نصیب ہوتی ہیں، بلکہ تبلیغ کا موقع بڑا اچھا ہوتا ہے کیونکہ عام وعظوں میں تو لوگ عموماً کم آتے ہیں لیکن عرس میں بالخصوص کثرت سے آجاتے ہیں، اسی واسطے بعض فہمیدہ سجادہ نشین اس موقع پر باقاعدہ علماء وفضلاء کو بلا کر وعظ کراتے ہیں جس سے عوام الناس پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

اصلِ عُرس اَدِلَّۃِ اَرْبَعَہ سے ثابت اور مستنبط ہے، محققین کی ایک بڑی جماعت اصلِ عرس کے جواز و استحسان کی طرف گئی ہے، لہٰذا اس کے مُجَوِّز اور فاعل کو بدعتی اور مشرک کہنا نہ صرف ناجائز بلکہ موجبِ کفر ہے۔

تخصیصِ روزِ عرس:

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث رسالہ ذبیحہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

قولهٔ عرسِ بزرگانِ خود الخ ایں طعن مبنی است بر جهل باحوالِ مطعون علیه زیرا که غیر از فرائضِ شرعیه مقرره راهیچ کس فرض نمے داند، آرے زیارت و تبرُّك بقبورِ صالحین و اِمْدَادِ ایشاں بامدادِ ثواب وتلاوتِ قرآن ودعائے خیر وتقسیمِ طعام و شرینی امرِ مُستحسن و خوب است باجماعِ علماء، تعینِ روزِ عرس برائے آں است که آں روز مُذَکِرِ انتقال ایشاں مے باشد ازدار العمل به دارالثواب و الّاهر روز که ایں عمل واقع شود موجبِ فلاح و نجات است و خلف را لازم است که سلفِ خود رابایں نوع بِرّو اِحْسَان نماید، چنانچه در حدیث شریف مذکور است که وَلَدٌ صَالِحٌ یَّدْعُوْ لَهٗ الخ

﴿ترجمہ﴾ سائل کا قول کہ بزرگوں کے عرس کے لئے......الخ یہ طعن لوگوں کے حال سے عدمِ واقفیت پر مبنی ہے جن پر طعن کیا گیا

ہے کیونکہ فرائضِ شرعیہ مقررہ کے سوا اور کسی چیز کو کوئی فرض نہیں سمجھتا، ہاں زیارت اور حصولِ برکتِ قبورِ صالحین سے اور ایصالِ ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوتِ قرآن اور دعائے خیر اور تقسیمِ طعام وشیرینی امرِ مستحسن ہے اور خوب ہے علمائے اجماع سے، تعیُّن روزِ عرس کا اس لئے ہے کہ وہ دن ان کے انتقال کو یاد دلاتا ہے، جبکہ وہ دار العمل سے دار الثواب کو گئے ورنہ اگر ہر روز یہ عمل واقع ہو تو موجبِ فلاح ونجات ہے اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طرح نیک سلوک کیا کریں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے: وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ الخ کہ نیک فرزند اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

بوسہءِ قبور:

بعض لوگ انبیاءِ علیہم السلام واولیاءِ کرام کی قبروں پر تبرک جان کر بوسہ دیتے ہیں، مغلوب الحال اگر ایسا کرے تو بمقتضائے غلبہء محبت غیر ماخوذ ہے، لیکن عوام الناس غیر مُمیِّزین کے لئے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز، غلبہء محبت کی ایک مثال: مسند امام احمد حنبل جلد /۵، پانچ میں ہے:

اَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَّاضِعًا وَّجْهَهٗ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ اَتَدْرِىْ مَاتَصْنَعُ؟ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَااَبُوْاَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَةَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاتَبْكُوْ عَلَى الدِّيْنِ اِذَاوَلَّاهُ اَهْلُهٗ وَلٰكِنْ اَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذْ وَلَّاهُ غَيْرُ اَهْلِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْحَاكِمُ)

﴿ترجمہ﴾ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چہرہ رکھے دیکھا اس نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو وہ شخص اُس کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، اُنہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ”دین میں جب ایسے لوگ حاکم ہوں جو اس کے اہل ہوں تو مت رونا، بلکہ دین کے لئے اس وقت رونا جب اس پر نا اہل حاکم ہوں“۔

(عمدۃ القاری جلد/۴ فتح الباری جلد/۶)

مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا، جس کا ماضی وحال کچھ اچھا نہ تھا محض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرابت کی بدولت اس درجہ پر فائز ہو گیا تھا ورنہ وہ اس کا اہل نہ تھا، حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں اس کی اسی نااہلیت کی طرف اشارہ ہے، اور تعظیمِ روضہء اقدس پر ٹوکنا اس کی نااہلیت کا ایک ثبوت تھا۔

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

﴿ایک﴾ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر بزرگوں کی قبروں پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ جب مروان نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روضہء مقدسہ پر منہ رکھے ہوئے دیکھا اور تعجب سے پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ آپ کا یہ فعل مروان کو تعجب خیز معلوم ہوا تو اس کے جواب میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس۔

﴿دوسری﴾ یہ کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے روضہ مقدسہ پر اپنا منہ رکھا تو اگر عام مسلمان روضہ مقدسہ یا دیگر مزاراتِ اولیاء اللہ پر اپنا منہ رکھیں تو جائز ہوگا کیونکہ صحابی کا فعل حجت اور سند ہے۔

فتاویٰ عالمگیری اور زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ہے

''کہ والدین اور اولیاء اللہ کی قبروں کو بوسہ دینا اور ان کے ہاتھوں کو چومنا تبرک کی نیت سے بلا کراہیت جائز ہے۔

محب طبری نے کہا ہے کہ میں نے اپنے جدِ بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابوعبداللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جب قرآن مجید کو دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے اور جب حدیث شریف کے اجزاء کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے، اور جس شے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں۔

لیلیٰ کے عاشق مجنوں نے کیا اچھا کہا ہے:

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى   اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارَ وَذَاالْجِدَارَا

میں لیلیٰ کے گھروں پر گزرتا ہوں تو کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو۔

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِىْ   وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

اور گھروں کی دیواروں نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے۔

ہاں عوام الناس کو ضرور احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ وہ بے خبری اور لاعلمی میں جائز اور ناجائز امور میں تمیز نہیں کرسکتے۔

طوافِ قبور: قبروں کے طواف کرنے میں اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

آں کہ طواف کردن قبورِ صلحاء واولیاء بلاشبہ بدعت است، زیرا کہ درزمانِ سابق نبود، و حالا اختلاف است کہ ایں بدعت حرام است یامباح؟ بعضے در کُتُبِ فقہ مباح نوشتہ اند واصح آں ست کہ مباح نیست زیرا کہ مشابہت بابُت پرستاں لازم مے آید کہ آں ہا گردا گردِ بُتاں عمل مے کردند و نیز طواف درشرح محض برائے کعبہ وارد شدہ قبرِ بزرگ رامشابہ کعبہ کردن خوب نیست اماھر کہ ایں عمل مے نماید اورا کافر گرفتن واز دائرہ اسلام خارج ساختن بسیار شنیع و قبیح است و ہم چنیں تکفیر کنندہ را تکفیر کردن بسیار قبیح است۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ۲/)

﴿ترجمہ﴾ صلحاء اور اولیاءِ کرام کی قبروں کا طواف کرنا بے شک بدعت ہے کیونکہ زمانہ سابق میں اس کا وجود نہ تھا، لیکن اس میں

اختلاف ہے کہ آیا یہ بدعت حرام ہے یا مباح، بعض فقہ کی کتابوں میں مباح لکھا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مباح نہیں ہے، اس لئے کہ بُت پرستوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ بتوں کے گردا گرد گھومتے ہیں اور نیز طواف کرنا شرع شریف میں خانہ کعبہ کے واسطے ہی مختص ہے، لہٰذا کسی بزرگ کی قبر کو کعبہ سے مشابہ کرنا اچھا نہیں، لیکن جو کوئی ایسا کرے تو اس کو کافر کہنا یا اسلام سے خارج جاننا بہت بُری بات ہے اور ایسے ہی کافر کہنے والے کو کافر کہنا بہت بُری بات ہے۔

قبروں کو سجدہ کرنا:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں نہ صرف جاہل لوگ بلکہ بعض صاحب علم صوفی بھی اس لعنت میں مبتلا پائے جاتے ہیں، جاہل تو بھلا ممکن ہے کہ وہ اس فعل کو شرک نہیں جانتے ہوں گے، لیکن صاحب علم تو باخبر ہوتے ہیں ان پر سخت افسوس آتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر عوام الناس کے سامنے قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، چنانچہ راقم نے بچشم خود ایک مشہور و معروف صوفی صاحب علم کو جو واعظ خوش بیان بھی تھے لاہور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کی مزار مبارک پر علانیہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اس سے یہ لوگ نہ صرف خود ہی گمراہ ہوتے ہیں، بلکہ ان بزرگ صورت صوفیوں کی دیکھا دیکھی عوام الناس بھی اس فعلِ شرکیہ کے مرتکب ہونے لگتے ہیں جن کا وبال ان نام کے صوفیوں کی گردن پر ہوگا۔

ان گمراہ صوفیوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان کی ہدایت کا باعث ہوں اور عوام الناس ایسے گمراہ صوفیوں اور نام کے مولویوں کی صحبت سے بچ جائیں، وَمَاتَوْفِيْقِيْ اِلَّابِاللّٰهِ:

﴿۱﴾ عَنْ اَبِيْ مَرْثَدِ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَاتُصَلُّوْااِلَيْهَا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔ (مشکوٰۃ)

﴿۲﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًااَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَّاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. (رَوَاهُ تِرْمَذِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدَ لَهٗ؟ فَقُلْتُ لَافَقَالَ لَاتَفْعَلُوْا. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا، وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے کے زیادہ لائق ہیں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں شہر حیرہ میں گیا وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، لہٰذا آپ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا خیال تو کرو کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا تو اس کو سجدہ کرے؟ میں نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہ کر۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ صحابی رضی اللہ عنہ کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد/اول میں یہ حدیث تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ قَتَادَۃُ فِیْ قَوْلِہٖ ﴿وَخَرُّوْالَہٗ سُجَّدًا﴾ کَانَتْ تَحِیَّۃُ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ سُجُوْدُ بَعْضِھِمْ لِبَعْضٍ وَعَنْ صُھَیْبٍ اَنَّ مَعَاذًا لَّمَّاقَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ سَجَدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَامُعَاذُ مَاھٰذَا؟ قَالَ اِنَّ الْیَھُوْدَ تَسْجُدُ لِعُظَمَائِھَا وَعُلَمَائِھَا وَرَاَیْتُ النَّصَارٰی تَسْجُدُ لِقِسِّیْسِھَا وَبَطَارِقَتِھَا قُلْتُ مَاھٰذَا؟ قَالُوْاتَحِیَّۃُ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذَّبُوْاعَلٰی اَنْبِیَائِھِمْ۔

﴿ترجمہ﴾ قتادہ رضی اللہ نے ﴿خَرُّوْالَہٗ سُجَّدًا﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں سجدہ کرنا لوگوں کے درمیان ایک تحیت و تعظیم تھی، اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے آئے تو اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! یہ کیا؟ عرض کیا یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ نصاریٰ اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے ان سے کہا یہ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا انبیاء علیہم السلام کی تحیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُنہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا۔

قبروں پر گانا بجانا اور مجالسِ قوالی کرنا:

آج کل بزرگوں کی قبروں پر دیکھا گیا ہے کہ وہاں طوائف وغیرہ بھی آکر ناچتی اور گاتی ہیں اور میراثی ستار، باجا، ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں، یہ غلط ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیز جلد/اول میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

استعمالِ آہنگ ہمراہ معازف و مزامیر وآلاتِ لہو ممنوع و حرام برقبور یا غیرِ قبور حرمتِ ایں چیزہا یعنی معازف و مزامیر وآلاتِ لہو در کُتُبِ حدیث و فقہ مشروح و مبسوط است فقط آوازِ غنا یاہمراہ دف جائز است برغیرِ قبور و برقبور بدعت است احتراز اولیٰ است۔

﴿ترجمہ﴾ جب سرود یعنی راگ کا شغل مزامیر اور آلاتِ لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ، مزامیر اور آلاتِ لہو کی حرمت کُتُب حدیث اور فقہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے، البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے،

بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہو تو بدعت ہے اس سے پرہیز چاہئے۔

اب ارشاداتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کئے جاتے ہیں:

﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ وَّاَبِیْ مَالِکِ نِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابی عامر اور ابی مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمّت میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو حلال کرلیں گے خز یا اور ریشم اور شراب اور باجے کو۔ (مشکوٰۃ)

﴿۲﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گانا دل میں نفاق [1] پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی اُگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَلْاَوْثَانِ وَالصَّلِیْبِ وَاَمْرُ الْجَاھِلِیَّۃِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابوالامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو میرے پروردگار نے آلاتِ لہو اور مزامیر اور بتوں اور صلیب اور جاہلیت کے کام کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

﴿۴﴾ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَنَاٰی مِنَ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخِرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اِنْ بَعُدَ یَانَافِعُ ھَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا؟ قُلْتُ لَا، فَرَفَعَ اِصْبَعَیْہِ مِنْ اُذُنَیْہِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ یَرَاعٍ وَّصَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَکُنْتُ اِذْ ذَاکَ صَغِیْرًا (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک راستے میں تھا، انہوں نے ایک مزمار کی آواز سنی اور اپنے دونوں کانوں میں دونوں انگلیاں رکھ لیں اور اس راستے سے دوسری طرف ہٹ گئے،

---

[1] نفاق بمعنی معروف۔ غنا سے کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ اس سوال کا ایک معقول اور مدلّل جواب دل میں پیدا ہوا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جلد کے اندر یقین کا ایک نور درخشاں ہوگیا، الحمد للہ سنئے غنا سے عشقیہ جذبات خصوصاً عشقِ مجازی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور عشقِ مجازی ایک بناوٹی اور بتکلّف خود پیدا کی ہوئی کیفیت ہوتی ہے جس کو عشقِ حقیقی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور بناوٹ کی ہر بات نفاق ہوتی ہے، شاعروں کی غزلیات میں بھی منافقانہ عشق بھرا ہوتا ہے، اور یہی عشق غنا و ترنُّم کا ثمرہ ہے اور یہ خاص نفاق کا شعبہ ہے)

پھر دور ہو جانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے نافع! تو کچھ (اُس کی آواز) سنتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، پس اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ نے ایک بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا جس طرح کہ میں نے کیا ہے، حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا، اس واسطے مجھ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (مشکوٰۃ)

مسلمانو! غور کرو کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر پرہیز فرمائیں اس میں منہمک ہونا کس قدر معیوب اور گناہ ہے۔

قبروں پر چراغ جلانا:

اولیاء اللہ کی قبروں پر چراغ جلانا مختلف فیہ ہے، لیکن صحیح یہ ہے بعض حالتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ،وَالتِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت کی۔ (مشکوٰۃ)

بظاہر یہ حدیث قبروں میں چراغ جلانے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، لیکن اس کی تشریح علمائے محققین نے یہ فرمائی ہے کہ اگر قبر پر چراغ جلانے سے اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا اور قبر سے چراغ دان کا کام لینا تو یہ واقعی ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی گستاخی اور حقِ میت میں تصرّف اور دست اندازی ہے، لیکن اگر قبر پر سرِ راہ ہو اور نیت یہ ہو کہ رہ گزر اس کو دیکھ کر فاتحہ پڑھیں یا اگر وہ قبر کسی عالم یا ولی اللہ کی ہے تو جائز ہے کہ اس سے اس کی تعظیم اور ادب و احترام ہوتا ہے۔ (تفسیر روح البیان)

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ اِذَا خَلَا مِنْ فَائِدَةٍ وَّاَمَّا اِذَا كَانَ مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ مَسْجِدًا اَوْ عَلٰى طَرِيْقٍ اَوْكَانَ هُنَاكَ اَحَدٌ جَالِسٌ اَوْكَانَ قَبْرَ وَلِيٍّ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْعَالِمٍ مِّنَ الْمُحَقِّقِيْنَ تَعْظِيْمًا لِرُوْحِهِ الْمُشْرِقَةِ عَلٰى تُرَابِ جَسَدِهٖ كَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَى الْاَرْضِ اِعْلَامًا لِلنَّاسِ اَنَّهٗ وَلِيٌّ لِيَتَبَرَّكُوْا بِهٖ وَيَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَهٗ فَيُسْتَجَابُ لَهُمْ فَهُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَّامَنْعُ مِنْهُ وَالْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔[1]

﴿ترجمہ﴾ قبروں میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو، ورنہ اگر موضعِ قبر میں مسجد ہو، یا قبر راہ گزر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح مبارک جو اس کی خاکِ بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی

---

[1] الحديقة الندية، ج ۲، ص ۶۳۰، مطبوعہ: لائل پور۔

ہے جیسے آفتاب زمین پر، اس کی تعظیم کے لئے چراغ جلائیں تا کہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے، اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز ہے، جس سے ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہیں۔

قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا:

قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا مختلف فیہ ہے، لیکن اہل اللہ کی قبروں پر ان کی توقیر وعزت کے لئے جائز ہے، چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کشف النور عن اصحاب القبور میں تحریر فرماتے ہیں:

لٰكِنْ نَّحْنُ الْاٰنَ نَقُوْلُ اِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذٰلِكَ التَّعْظِيْمَ فِىْ اَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتّٰى لَايَحْتَقِرُوْا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ الَّذِىْ وُضِعَتْ عَلَيْهِ الثِّيَابُ وَالْعَمَائِمُ وَلِجَلْبِ الْخُشُوْعِ وَالْاَدَبِ لِقُلُوْبِ الْغَافِلِيْنَ الزَّائِرِيْنَ لِاَنَّ قُلُوْبَهُمْ نَافِرَةٌ عَنِ الْحُضُوْرِ وَالتَّادُّبِ بَيْنَ يَدَىْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمَدْفُوْنِيْنَ فِىْ تِلْكَ الْقُبُوْرِ كَمَاذَكَرْنَا مِنْ حُضُوْرِ رُوْحَانِيَّاتِهِمُ الْمُبَارَكَةِ عِنْدَقُبُوْرِهِمْ فَهُوَاَمْرٌ جَائِزٌ لَايَنْبَغِى النَّهْىُ عَنْهُ لِاَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّانَوٰى[1]

(تنقيح الفتاوى الحامديه للعلامة محمد بن عابدين الشامى)

﴿ترجمہ﴾ لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزاراتِ اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو تا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزارِ ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں، اور تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب آئے کہ مزاراتِ اولیاء کے حضور میں حاضری میں ان کے دل نفرت رکھتے ہیں، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے، جس کی ممانعت نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

قبرستان میں خورد ونوش:

بعض لوگوں کا دستور ہے کہ ہر برس مقبروں اور خانقاہوں پر جا کر کچھ نذر ونیاز اور صدقات وخیرات کرتے ہیں، کھانا پینا وہاں پر تیار کرتے ہیں اور خاص وعام علماء اور مشائخ کو بلا کر ختمات پڑھا کر کھلاتے پلاتے ہیں اور بعض بعض مقامات پر مرد اور عورتیں بھی جمع ہوتی ہیں، اجنبی عورتوں اور مردوں کا مل کر بیٹھنا ہر جگہ ممنوع ہے، خواہ مسجد ہو یا مقبرہ وغیرہ اگرچہ بعض علماء نے مستورات کو مقابر پر جانے کی اجازت دے دی ہے، مگر فی زمانہ احتیاط اولیٰ ہے قبرستان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ قبر جائے عبرت ہے نہ جائے عشرت، ہاں اگر وہاں پر ختمات پڑھ کر کچھ تقسیم کر دیا جائے اور لوگ اس کو اپنے اپنے گھروں میں لے جا کر یا قبرستان سے فارغ بیٹھ کر کھائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

بزرگوں کی قبروں پر نذریں اور چڑھاوے چڑھانا:

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کے مزاروں پر شیرینی، دودھ، چوری، حلوے وغیرہ اشیاء اور نقدی چڑھاتے ہیں یہ مختلف

[1] کشف النور عن اصحاب القبور، ص ۱۴، مطبوعہ: لائل پور۔

فیہ ہے، لیکن اگر اس چیز خوردنی پر فاتحہ حسبِ معمول بنامِ خدا پڑھ کر اس کا ثواب اس بزرگ کی روح پرفتوح کو بخشا جائے اور وہ چیز محتاجوں میں تقسیم کی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، چناں چہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حقیقتِ ایں نذرآں ست که اهدائے ثوابِ طعام و انفاق و بذلِ مال بروحِ میت که امریست مسنون وازروئے احادیثِ صحیحه ثابت است مثل مَاوَرَدَ فِی الصَّحِیۡحَیۡنِ مِنۡ حَالِ امِّ سعد وغیره ایں نذر مستلزم مے شود پس حاصلِ ایں نذر آنست که آں نسبت مثلا اِهۡدَاءِ ثواب هذا القدر الی روح فلاں وذکرِ ولی برائے تعیُّنِ عملِ منذور ست نه برائے مصرف ومصرفِ ایشاں متوَسِّلانِ آں ولی مے باشند از اقارب و خَدَمَه هم طریقاں و امثالِ ذالک و همیں ست مقصود نذر کنند گان بلاشبه وَحُكۡمَهٗ اَنَّهٗ صَحِيۡحٌ يَجِبُ الۡوَفَاءُ بِهٖ لِاَنَّهٗ قُرۡبَةٌ مُّعۡتَبَرَةٌ فِي الشَّرۡعِ.

﴿ترجمہ﴾ اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے اور یہ امر سنت ہے اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری، مسلم میں اُمِّ سعد وغیرہ کے حال سے ثابت ہوا ہے یہ نذر لازم ہو جاتی ہے تو اس نذر کا حاصل طعام وغیرہ کی ایک مقدارِ معین کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا ہے اور ولی کا ذکر عملِ منذور کی تعیین کے لئے ہے نہ مصرف کے لئے، مصرف اس نذر کرنے والوں کے نزدیک اس ولی کے اقارب اور خدام اور ان کے طریقہ والے اور متوسلین ہیں، اور بلاشبہ نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اس کی وفا واجب ہے اس لئے کہ وہ شریعت میں قربتِ معتبرہ ہے۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی حفاظت کرنے والوں کو نذریں دینا:

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں تحریر فرماتے ہیں جس کا اصل فتاویٰ عالمگیریہ سے ماخوذ ہے:

اگر گفته شود یا الهی نذر کردم برائے تو اگر شفادهی مریض را یامانندِ آں طعام بخواهم داد فقراء را که بردروازهٔ سید نفیس اند یامانند آں یاخرید خواهم کرد بور یاهائے مسجد یاروغنِ زیت برائے روشنئ آں مسجد یاد راهم خواهم داد برائے کسے که خدمت شعائرِ مسجد مے کند از قسمے که درآں نفع فقرا باشد و نذر برائے خدا وذکر نمودنِ شیخ جز ایں نیست که محلِ صرفِ نذر ست برائے مستحقاں ایں نذرجائزاست۔

﴿ترجمہ﴾ اگر یہ کہا جائے کہ یا الٰہی! میں نے تیرے لئے نذر کی اگر تو مریض کو تندرست کرے یا اس کی مثل تو میں ان فقراء کو کھانا کھلاؤں گا جو سید نفیس کے آستانہ پر رہتے ہیں، یا مسجد کے لئے بوریا خریدوں گا یا اس مسجد کی روشنی کے لئے تیل یا اُس کو روپے دوں گا جو مسجد کی خدمت کرے، نذر خدا کے لئے اور شیخ کا ذکر صرف اس لئے ہے کہ وہ مستحقوں پر نذر کے خرچ کرنے کا محل ہے، یہ نذر جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری منقول از بحرالرائق وطحطاوی)

قبر کے مصارف کے لئے کچھ وقف کرنا:

مولانا شاہ صاحب موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

مصارفِ قبر ہیچ معنی شرعی ندارد، مگر هماں وقت که مرده دفن مے شود اگر کسے اراضی از مِلْکِ خاصِ خود بنابر خادمانِ قبر وقف کند خادماں را خوردن آں جائز است بشرطیکه شرطِ خدمت بجا آرند وآں شرط ایں ست که مردم را ز طواف و سجدۂ قبر منع کنند و از فواحش آنجابه پرهیزانند وازداشتنِ نذر ومنت از نقد و جنس برقبر منع کنند و دفع سا زند اگر شرطِ خدمت نه بجا آور ده خورند و خورا نند حرام است۔

﴿ترجمہ﴾ مصارفِ قبر کا کوئی شرعی معنی نہیں سوااس وقت کے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے (یعنی اس وقت قبر کھودنے وغیرہ میں جو صرف ہوتا ہے وہ البتہ مصرف قبر کا شرعاً ثابت ہے) اور اگر کوئی شخص اپنی ملکِ خاص کی اراضی خادمانِ قبر کے لئے وقف کرے تو خادموں کے لئے جائز ہے کہ اس اراضی کا غلہ کھائیں، بشرطیکہ وہ شرطِ خدمت بجالائیں اور وہ شرط یہ ہے کہ لوگوں کو قبر کا طواف اور سجدہ کرنے سے منع کریں اور امورِ ممنوعہ سے لوگوں کو بچائیں اور نقد وجنس بطورِ نذر ومنت قبر پر رکھنے سے منع کریں اور ایسی چیزوں کو دفع کریں اور اگر شرطِ خدمت نہ بجا لائیں تو ان کے لئے اس اراضی کا غلہ کھانا حرام ہے۔

قبروں وغیرہ کی متعلقہ نذر کا ایفاء کرنا:

اگر کسی نے کسی کام کی نذر مانی ہو مثلاً یہ چیز فلاں جگہ یا قبر کے فقیروں کو للہ خیرات کرنی ہے، یا فلاں بزرگ کو اس کا ثواب پہنچانا ہے، تو اس کا وفا کرنا ضروری ہے لیکن اگر کسی خلافِ شرع کام کی نذر مانی ہو تو ہرگز ادا نہ کرے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

﴿۱﴾ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاکٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبَوَانَةَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوْا لَا. فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوْا لَا. قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِکَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِکُ ابْنُ اٰدَمَ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں نذر مانی کہ مقامِ بوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں عید ہوتی ہے ان کی عیدوں سے؟ اس نے عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو، ہاں اللہ کی معصیت میں نذر نہیں نہ اس میں جو انسان کے مقدور سے باہر ہو۔ (مشکوٰۃ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَّذَرَ اَنْ يُّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَايَعْصِهٖ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

﴿ترجمہ﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے نذر مانی ہو خدا کی اطاعت کی وہ ادا کرے، اور جس نے نذر مانی ہو خدا کے گناہ کی تو اس کو ادا نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اگر نذر شرع کے موافق ہو جیسے صدقہ، نماز، روزہ، حج وغیرہ تو اس کا ادا کرنا واجب ہے، اور اگر خلافِ شرح کی نذر اور منت مانی ہو جیسے ماں باپ سے نہ بولنا وغیرہ تو ہر گز ادا نہ کرے۔

خاتمۃ الکتاب:

راقم الحروف نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور انبیاء واولیاء کی روحانی تاثیر سے مسئلہ امداد وتوسُّل کو قرآنِ مجید، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوالِ صلحاء وعلماء سے ثابت کر دیا اور منکرین کے ہر ایک زبردست سے زبردست اعتراض کا دندان شکن جواب دے دیا، امید قوی ہے کہ وہ شخص جو عقلِ سلیم رکھتا ہے اگر تعصب کو دور کر کے حق شناسی سے ان اوراق کا مطالعہ کرے گا تو اس کے تمام شکوک وشبہات رفع ہو جائیں گے، ہاں اگر کسی منکر کو اس قدر دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کے ہوتے ہوئے بھی تسلی نہ ہو تو اس کا علاج خدا کے ہاتھ میں ہے، ہمارا کام تو سمجھا دینا ہے اگر وہ نہیں سمجھتا تو اس میں راقم الحروف کا کوئی قصور نہیں بقولِ شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

گر نیاید بگوش رغبت کس　　　بر رسولاں بلاغ باشد و بس

﴿ترجمہ﴾ اگر کسی کے رغبت کے کان میں نصیحت نہ پڑے (تو ناصح کو کوئی نقصان نہیں کیوں کہ) پیغام پہنچانے والوں کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا ہوتی ہے۔

دعا بدرگاہِ رب العالمین:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَارِئِهٖ وَلِكَاتِبِهٖ وَلِسَامِعِهٖ وَلِنَاظِرِهٖ وَلِحَافِظِهٖ وَجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ مِنَ الذُّنُوْبِ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ كُلِّهَا بِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَبِحَقِّ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ الْكَامِلِيْنَ وَبِكَرَمِكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَبِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

يَا اِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ! اپنے حبیبِ پاک کے طفیل سے میرے لختِ جگر فرزند ارجمند عزیز القدر محمد بشیر احمد ایم اے کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ رکھ، دین ودنیا میں اس کو سرسبز اور شاد ماں کر اور سلف صالحین کا متبع کر، اور اس کے نورِ چشم محمد بلال کو دین ودنیا میں ترقی دے اور اس کو اپنے والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

مناجات

یا الٰہ العالمین! بارِ گناہ آوردہ ام　　ایں بار بر پُشتِ دوتا آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　اے جہانوں کے معبود! میں گناہوں کا بوجھ لایا ہوں اپنی کبڑی پیٹھ پر یہ بوجھ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

غیرِ تو ملجا وماوا نیستم در دوسرا　　رحم کن یا رَاحِمَا حالِ تباہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　دونوں جہانوں میں تیرے بغیر ٹھکانا اور پناہ گاہ کوئی نہیں ہے، اے رحم فرمانے والے! اے رحم فرمانے والے! میں تباہ حال کے ساتھ آرہا ہوں۔

دستگیر نیست دیگر جُز تو در دنیا و دیں　　باھزاراں انفعال ایں رُوسیہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　تیرے بغیر دنیا اور دین میں کوئی ہاتھ تھامنے والا نہیں ہے کالے چہرے کے ساتھ ہزار شرمندگی کو لے کر آیا ہوں۔

گرچہ عصیاں بے عدد واما نظر بر رحمت است　　آیۃ لَا تَقْنَطُوْا بر خود گواہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　گناہ اگرچہ بے حساب ہیں لیکن نظر تیری رحمت پر ہے تیرے ارشاد لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو) کو اپنے اُوپر گواہ لایا ہوں۔

عجز و مسکینی و بے خویشی و دل ریشی بہم　　ایں ہمہ درد عوائے عشقت گواہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　عاجزی مسکینی، بے قراری اور زخمی دل ان سب اُمور کو اکٹھا کر کے تیرے عشق کے گواہ لایا ہوں۔

من نمے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو　　نیستم گمراہ کہ اکنوں انکسار آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں سالہا سال تک تیرے راستہ پر چلتا رہا ہوں میں گمراہ نہیں ہوں، کیوں کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔

چار چیز آوردہ ام شاھا کہ در گنجِ تو نیست　　بے کسی و ناکسی عجز و گناہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　اے بادشاہِ کل کائنات! میں چار چیزیں ایسی لایا ہوں جو تیرے خزانہ میں نہیں ہیں، اور وہ بے کسی، مجبوری، عجز اور گناہ ہیں جو میں لے کر آیا ہوں۔

چشمِ رحمت بر کشا موئے سفید من نگر　　گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　اپنی رحمت کی آنکھ وا فرما میرے سفید بالوں پر نظرِ عفو فرما، اگرچہ شرمندگی کے باعث میں سیاہ چہرے کے ساتھ آیا ہوں۔

بر گناہ من مبین و بر کریمیت ببیں　　زانکہ برایں مرض توبہ دوا آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾　میرے گناہوں کو نہ دیکھ اپنی شانِ کریمی کو دیکھ، کیوں کہ گناہوں کے اس مرض کی دوا توبہ ساتھ لے کر آیا ہوں۔

توبہ کردم توبہ کردم رحم کن رحمت نما — چوں بدرگاہ تو خودرا درپناہ آوردہ ام

﴿ترجمہ﴾ میری توبہ میری توبہ! یا اللہ رحم فرما! کرم فرما! کیوں کہ تیرے دربار میں اپنے آپ کو پناہ حاصل کرنے کے لئے لایا ہوں۔

نعت پنجابی

خدا دے واسطے مینوں بچانا یا رسول اللہ — بلا تھیں رنج تھیں غم تھیں چھڑانا یارسول اللہ

میں ہاں حیران ہر ویلے کدی نہ چین آیا ہے — میرے مقصود نوں پورا کرانا یارسول اللہ

بہت اس عشق نے مینوں خجل دَرْ دَرْ کرایا ہے — ہُن آیا در تیرے تے نہ ہٹانا یارسول اللہ

تیرے دربار تھیں خالی گیا جیہڑا، نہیں کوئی — پھر اوس دے واسطے کدرے ٹکانا یارسول اللہ

میرے مولا کرو امداد ہاں اوکھا نہایت میں — کدی تے روندیاں نوں بھی ہنسانا یارسول اللہ

غماں دے ہجر وچہ میرا بجز ملاح دے بیڑا — خدا دے واسطے بنے لگانا یارسول اللہ

جو ہے دل تے میرے نقشہ کراں جے لکھ چارا میں — قیامت تک نہیں سینے تھیں جانا یارسول اللہ

نزع دا وقت ہے مشکل میری امداد نوں آوَ نا — دغے ابلیس دے کولوں بچانا یارسول اللہ

فرشتے قبر وچ آ کے جدوں مینوں ڈراون گے — حمایت واسطے اس دم بی آنا یارسول اللہ

دہاڑے حشر دے پل توں گزر ہووے جدوں میرا — سنے سب دوستاں مینوں بچانا یارسول اللہ

مٹا دینا ترازو توں نال تولن اوہ عمل میرے — گناہیں ہاں گناہیں ہاں بچانا یارسول اللہ

بچا کے ہر مصیبت تھیں ہر اک مومن سنے مینوں — رلا کے ساتھ پھر جنت نوں جانا یارسول اللہ

نظر رحمت دی کرو صوفی بچارے تے
نہ اس مسکین نوں دل تھیں بھلانا یارسول اللہ

❀❀❀❀❀